امام ابو حنیفہؒ
پر
اعتراضات کے جوابات

— مرتب —

پیرجی سیّد مشتاق علی شاہ

نام کتاب ——— امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات

مرتب ——— مولوی سید مشتاق علی شاہ

کمپوزنگ ——— ایمان گرافکس

ضخامت ——— ۴۰۴ صفحات

تاریخ طباعت ——— جولائی 2010ء

قیمت ———

ملنے کے پتے

نوری کتب خانہ 8 کینٹ گڑھ گوجرانوالہ

مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

مکتبہ امدادیہ ملتان

کتب خانہ مجیدیہ ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدرآباد

مکتبہ قاسمیہ بنوری ٹاؤن کراچی

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ الجنید مقابل الآصف اسکوائر سہراب گوٹھ کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات

صفحہ	عنوان
	اجوبۃ اللطیفہ عن بعض ردود ابن ابی شیبۃ علیٰ ابی حنیفۃ

حضرت امام ابو حنیفہؒ

پر

اعتراضات کے جوابات

افادات

حضرت مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ

مرتب

پیرجی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیرجی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

امام صاحب رحمہ اللہ پر جرحیں اور ان کا جواب

جن کے اقوال سے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا ناقص الحافظہ اور ضعیف الحدیث ہونا ثابت ہوتا ہے ان کے نام بالاجمال یہ ہیں: ذہبی، نسائی، ابن عدی، بخاری، دار قطنی، بیہقی، ابن جوزی، علی بن المدینی، خطیب بغدادی، حافظ ابن عبد البر، حافظ ابن حجر، امام احمد بن حنبل، قاضی ابو یحییٰ زکریا بن محمد، مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی، وکیع بن الجراح، طاؤس، زہری، ابو اسحاق فزاری، امام مسلم، ترمذی، ہشام بن عروہ، ابو داؤد، ابو حفص عمر بن علی، عبد الرؤف مناوی، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ۔

اولاً اس کا اجمالی جواب ملاحظہ فرمائیے اور پھر اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

اجمالی جواب

محض تعداد بڑھانے کے لیے اتنے نام جارحین میں لیے جاتے ہیں ورنہ بعض تو ان میں وہ نام ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق اور تعدیل فرمائی ہے جیسے ذہبی، علی بن المدینی، وکیع بن الجراح، حافظ ابن عبد البر، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ اور بعض سے ناقص الحافظ اور تضعیف کے الفاظ معتبر طریقہ پر منقول ہی نہیں ہیں۔ جیسے مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، طاؤس، زہری، امام احمد، ابو اسحٰق، ابن قطان، جلال الدین سیوطی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہم۔

اور بعض سے کچھ الفاظ جرح منقول ہیں جیسے ابن عدی، نسائی، بخاری، دار قطنی، ابن الجوزی اور بیہقی رحمہ اللہ وغیرہم۔

مگر با قاعدہ اصول ان لوگوں کی جرحیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں غیر مقبول ہیں۔ چنانچہ ہمارے تفصیلی جواب سے ہمارے اس دعوے کا ثبوت مل جائے گا۔

تفصیلی جواب کی تمہید

قبل اس کے کہ تفصیلی جواب لکھا جائے بطور تمہید کے چند مقامات جرح و تعدیل کے

متعلق لکھ دینا ضروری ہیں تا کہ حقیقت حال کے انکشاف میں کسی قسم کی پیچیدگی باقی نہ رہے۔

جرح وتعدیل سے متعلق تمہیدی مقدمات:

۱ جس راوی کے جرح وتعدیل دونوں جمع ہوں تو اس کی چند صورتیں ہیں:

(ا) جرح وتعدیل دونوں مبہم ہوں۔

(ب) جرح مبہم اور تعدیل مفسر۔

ان دونوں صورتوں میں بلا سبب صحیح تعدیل مقدم ہوگی اور جرح نامقبول۔

"قال السخاوی فی شرح الفیہ ینبغی تقیید الحکم بتقدیم الجرح علی التعدیل بما اذا فسر اما اذا تعارض من غیر تفسیر فانہ یقدم التعدیل قالہ المزنی وغیرہ وقال النووی فی شرح مسلم لا یقال الجرح مقدم علی التعدیل لان ذلک فیما اذا کان الجرح ثابتاً مفسر السبب والا فلا یقبل الجرح اذا لم یکن کذا وقال ابن الھمام فی تحریر الاصول اکثر الفقہاء منہم الحنفیۃ والمحدثین علی انہ لا یقبل الجرح الا مبیناً لا التعدیل. الخ"

"علامہ سخاوی نے شرح الفیہ میں فرمایا ہے کہ جرح کے تعدیل پر مقدم ہونے کا حکم لگانا تب ہی مناسب ہے جب کہ جرح مفسر ہو اور اگر بغیر تفسیر کے تعارض ہو تو تعدیل جرح پر مقدم ہوگی۔ مزنی وغیرہ نے یہی کہا ہے اور امام نووی نے مسلم کی شرح میں فرمایا ہے ایسا نہیں ہے کہ جرح تعدیل پر مطلق مقدم ہوتی ہے اس لیے کہ ایسا تب ہی ہوتا ہے جب کہ جرح ثابت اور مفسر ہو ورنہ جرح قابل قبول نہیں۔ علامہ ابن ہمام نے تحریر الاصول میں فرمایا ہے کہ اکثر فقہاء (جن میں احناف ومحدثین بھی شامل ہیں) کے نزدیک جرح جب تک مشرح واضح نہ ہو قابل قبول نہیں برخلاف تعدیل کے۔"

اور ایسا ہی بہت سی کتابوں میں مذکور ہے۔ دیکھو تہذیب الراوی، شرح نخبہ سندھی اور معیار الحق، مولوی نذیر حسین دہلوی وغیرہم۔

(ج) جرح و تعدیل دونوں مفسر ہوں۔

(د) جرح مفسر ہو اور تعدیل مبہم۔

ان دونوں صورتوں میں جرح مقدم ہوگی اور تعدیل غیر مقبول۔

"قال السیوطی فی تدریب الراوی (ص۱۱۲) اذا اجتمع فیه جرح مفسر وتعدیل فالجرح مقدم الخ وقال السخاوی فی شرح الفیه ینبغی تقیید الحکم بتقدیم الجرح علی التعدیل بما اذا فسر الخ ونحو ذلک فی شرح النخبة"

۲۔ جارح کے لیے چند شرطیں ہیں۔ اگر یہ شروط پائی جائیں تو اس کی جرح مقبول ورنہ غیر مقبول ہوگی۔

(الف) جارح عادل وثقہ ہو۔

(ب) جرح وتعدیل کے اسباب کا عارف ہو۔

(ج) متعصب اور متعنت نہ ہو۔

(د) مذہبی منافرت، دنیوی عداوت، حسد اور معاصرہ سے خالی ہو۔

قال الذهبی فی تذکرة الحفاظ (ج۱ ص۴) ولا سبیل الی ان یصیر العارف الذی یزکی نقلة الاخبار ویجرحهم جهبذ الا بادمان الطلب والفحص عن هذا الشان وکثرة المذاکرة والسهر والتیقظ والفهم مع التقوی والدین والمتین والانصاف والتردد الی العلماء والتحری والاتقان والا تفعل فدع عنک الکتابة لست منهم ولو سودت وجهک بالمداد قال الله تعالی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ وان غلب علیک الهوی والعصبیة لرای والمذهب بالله لا تتعب وان عرفت مخبط مهمل لحدود الله فارحنا منک وقال الحافظ ابن حجر فی شرح النخبة ص۸۲ وان صدر الجرح من غیر عارف باسبابه لم یعتبر به الخ۔ وایضًا قال تقبل التزکیة من عارف باسبابها لا من غیر عارف

وينبغي ان لا يقبل الجرح الا من عدل متيقظ.

"علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں فرمایا کہ وہ عارف جو رواۃ احادیث کی تعدیل و توضیح کرتا ہے وہ بہم طلب وجستجو کثرت بحث، شب بیداری دانائی اور زیرکی کے ساتھ ساتھ تقویٰ یعنی استقامت، انصاف پسندی، علماء کی طرف رجوع غور وفکر اور اتقان کے بغیر ماہر نہیں ہو سکتا اور اگر تو ایسا نہیں ہے (ایسا نہیں کرتا) تو کتابت حدیث کو چھوڑ دے تو ان میں سے نہیں ہے، چاہے جس میں اپنے چہرے کو روشنائی سے سیاہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل علم سے معلوم کرو۔ اگر تم نہیں جانتے۔

اور اگر تجھ پر رائے اور مذہب کے سلسلہ میں خواہش نفس اور عصبیت (ہٹ دھرمی) کا غلبہ ہو جائے تو بخدا ہم تجھ سے اتفاق نہیں کریں گے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ احکام الٰہی کے معاملہ میں تجاہل وہمل ہے۔ پھر تو ہم تجھ سے بالکل بیزار ہیں۔ حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ ص ۸۲ پر فرمایا کہ اگر جرح ایسے شخص سے صادر ہو جو اس کے اسباب سے واقف نہیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز فرمایا کہ تعدیل اسی کی قبول کی جائے گی جو اس کے اسباب سے واقف ہو۔ لہٰذا جرح بھی صرف منصف اور بیدار مغز کی قبول کرنا مناسب ہے نہ کہ ہر کس وناکس کی۔"

وقال الحافظ في مقدمة فتح الباري ص ۵۴۲ القسم الثاني في من ضعف بامر مردود كالتحامل او التعنت او عدم الاعتماد على المضعف لكونه من غير اهل النقد او لكونه قليل الخبر بحديث من تكلم فيه او بحاله ..... او معاصر عصره ونحو ذلك الخ

وايضاً قال في ص ۶۳۶ واعلم انه قد وقع من جماعة الطعن في جماعة بسبب اختلافهم في العقائد فينبغي التنبه لذلك وعدم الاعتداد به الابحق وكذا عاب جماعة من المتورعين جماعة دخلوا في امر الدنيا فضعفوهم لذالك التضعيف مع الصدق والضبط والله الموافق وابعد من ذالك كله من الاعتبار تضعيف من ضعف بعض

الرواۃ بامر یکون الحمل فیہ علی غیرہ"

"او التعامل بین الاقران واشد من ذالک تضعیف من ہو اوثق منہ او اعلی قدرًا او اعرف بالحدیث فکل ہذا لا یعتبر بہ وقال الذہبی فی المیزان ج۱ ص۱۵ قلت کلام الاقران بعضہم فی بعض لا یعباء بہ لا سیما اذا لاح انہ لعداوۃ او لمذہب او الحسد ما ینجو منہ الا من عصم اللہ وما علمت ان عصرا من الاعصار سلم اہلہ من ذلک سوی الانبیاء والصدیقین۔"

"حافظ نے مقدمہ فتح الباری ص۵۴۲ پر فرمایا ہے قسم ثانی اس شخص کے بیان میں جس نے (کسی کو نا قابل قبول وجہ سے ضعیف قرار دیا ہو) تضعیف کسی امر مردود کے ساتھ کی ہو۔ مثلاً تعصب ہو تعنت (طرف داری) یا مصنف پر عدم اعتماد (تو وہ قبول نہیں) اس لیے کہ وہ تنقید کا اہل نہیں ہے اور جس پر تنقید کر رہا ہے اس سے یا اس کے حالات سے بہت کم واقف ہے یا اس کے زمانہ کے بعد کا ہے وغیرہ۔ نیز فرمایا (یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ ایک جماعت نے دوسری جماعت پر اکثر اختلاف عقائد کی بنا پر طعن کیا ہے اس سے باخبر ہونا چاہیے۔ اور حقیقی وجوہ کے بغیر اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح پرہیز گاروں کی ایک جماعت نے اس جماعت پر عیب لگایا جنہوں نے دنیوی معاملات میں حصہ لیا اور اسی وجہ سے انہوں نے صدق وضبط کے باوجود ان کو ضعیف قرار دیا۔

اور ان سب سے زیادہ نا قابل اعتبار ان کی تضعیف ہے جنہوں نے بعض راویوں کو باہمی چشمک اور تعصب کی بنا پر ضعیف قرار دیا۔"

"اور اس سے بھی زیادہ قابل قبول اس کی تضعیف ہے جو اپنے سے زیادہ ثقہ، بلند مرتبہ اور اعرف بالحدیث (حدیث کے بڑے عالم) پر تنقید کرے یہ سب کچھ نا قابل اعتبار ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان ج۱ ص۱۵ پر فرمایا ہم عصر لوگوں کی ایک دوسرے پر تنقید معتبر نہیں۔ خصوصاً جب کہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ یہ تنقید دشمنی اور حسد کی بنیاد پر

ہے۔ اس سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے کہ جسے اللہ بچائے۔ میرا خیال ہے کہ انبیاء و صدیقین کے علاوہ کسی زمانہ کے لوگ اس سے محفوظ نہیں رہے۔"

"وقال السبکی فی طبقات الشافعیة ج۱ ص۱۹۰ قد عرفنا ان الجارح لا یقبل منه الجرح وان فسره فی حق من غلبت طاعته علی معصیة ومادحوه علی ذامیه ومذکره علی جارحیه اذا کانت هناك قرینة یشهد العقل بان مثلها حامل علی مالیه من تعصب مذهبی او منافسة دنیوی کما یکون بین النظراء وغیر ذالك ونحو ذالك کثیر فی التوضیح والتحقیق فی شرح الحسامی وسیر اعلام النبلاء الذهبی وغیرها"

"علامہ سبکی نے طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۱۹۰ پر فرمایا ہے کہ کسی بھی جارح کی جرح اگرچہ مفسر ہو اس شخص کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی جس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں اور اس کی تعریف و توثیق کرنے والے جرح و برائی کرنے والوں سے زیادہ ہوں جب کہ وہاں کوئی ایسا عقلی قرینہ ہو کہ اس کا باعث مذہبی تعصب یا دنیوی منافست (مقابلہ) ہو۔ جیسا کہ اکثر ہم مرتبہ لوگوں میں ہوتا ہے۔ التوضیح والتحقیق فی شرح الحسامی اور علامہ ذہبی کی سیر اعلام النبلاء وغیرہ میں بہت کچھ تفصیل ہے۔"

۳۔ الفاظ ذیل بغیر سبب کے جرح مبہم میں داخل ہیں:

فلان متروك الحدیث، ذاهب الحدیث، مجروح، لیس بعدل، سئ الحفظ، ضعیف، لیس بالحافظ، ونحو ذالك

کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں ہے:

"اما الطعن من ائمة الحدیث فلا یقبل مجملا ای مبهما بان یقول هذا الحدیث غیر ثابت او منکرا و فلان متروك الحدیث او ذاهب الحدیث او مجروح او لیس بعدل من غیر ان یذکر سبب الطعن وهو مذهب عامة الفقهاء والمحدثین"

"رہا ائمہ حدیث کا طعن تو وہ مجمل یعنی مبہم ہونے کی صورت میں ہرگز قابل قبول

نہیں مثلاً کوئی کہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں یا منکر ہے یا فلاں شخص متروک الحدیث یا ذاہب الحدیث یا مجروح ہے، عادل نہیں ہے، اسباب طعن ذکر کیے بغیر، عام فقہاء اور محدثین کا یہی مسلک ہے۔"

اور کمال الدین جعفر شافعی امتاع باحکام الاسماع میں لکھتے ہیں:

"ومن ذالك قولهم فلان ضعيف ولا يبنون وجه الضعف فهو جرح مطلق وفيه خلاف والتفصيل ذكرناه في الاصول والاولى ان لا يقبل من متاخر المحدثين لانهم يجرحون بما لايكون جرحًا ومن ذالك فلان سئ الحفظ او ليس بحافظ لايكون جرحًا مطلقا بل ينظر الى حال المحدث والحديث" الخ

''اسی طرح ضعف کی وجہ بیان کیے بغیر یہ کہنا کہ فلاں ضعیف ہے، جرح مطلق کہلاتا ہے، اس میں اختلاف ہے اور اس کی تفصیل ہم نے اصول میں بیان کی ہے۔ اور مناسب یہ ہے کہ متاخرین محدثین کی جرح قبول نہ کی جائے کیوں کہ وہ جس طرح جرح کرتے ہیں حقیقتاً وہ جرح ہی نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ کہنا کہ فلاں کا حافظہ خراب ہے یا فلاں حافظ نہیں ہے، یہ مطلق جرح نہیں ہے بلکہ اس صورت میں محدث و حدیث کے حالات کی تحقیق کی جائے گی۔''

جرح و تعدیل کے مقدمات معلوم ہو چکے اب آپ تفصیلی جواب ملاحظہ فرمایئے۔ جس سے معترضین کی نفسانیت اور غلط فہمی بخوبی واضح ہو جائے گی۔

تفصیلی جواب

اعتراض نمبر ۱:

(۱) علامہ ذہبی نے ہرگز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تضعیف نہیں کی بلکہ تذکرۃ الحفاظ اور تذہیب میں نہایت وضاحت کے ساتھ آپ کی توثیق اور تعدیل کی ہے۔

باقی میزان الاعتدال کی یہ عبارت ج ۴ ص ۲۲۵ جو معترضین نقل کرتے ہیں:

ضعفه النسائي من جهة حفظه وابن عدي وغيره
جواب:
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت میزان الاعتدال کے صحیح نسخوں میں نہیں ہے۔ غلطی سے کسی نے لکھ دی ہے کیوں کہ حافظ عراقی نے شرح الفیہ میں اور سیوطی نے تدریب الراوی میں سخاوی نے فتح المغیث میں تصریح کر دی ہے کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں صحابہ اور ائمہ متبوعین کا ذکر نہیں کیا ہے۔
"قال السخاوي مع انه (اي الذهبي) اتبع ابن عدي في ايراد كل من تكلم فيه ولو كان ثقة لكنه التزم انه لا يذكر لاحد من الصحابة والائمة المتبوعين"
"علامہ سخاوی فرماتے ہیں ذہبی نے ہر متکلم فیہ (اگرچہ وہ ثقہ ہو) کا ذکر کرنے میں ابن عدی کا اتباع کیا ہے۔ لیکن انہوں نے صحابہ اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا قصداً تذکرہ نہیں کیا۔"
بلکہ خود علامہ ذہبی نے میزان کے دیباچہ میں اس کی تصریح کر دی ہے:
"وكذا لا اذكر في كتابي من الائمة المتبوعين في الفروع احدا لجلالتهم في الاسلام وعظمتهم في النفوس مثل ابي حنيفة والشافعي والبخاري"
"اور اسی طرح نہیں ذکر کیا میں نے اپنی کتاب میں ان ائمہ کا جن کی اتباع فروعات میں کی جاتی ہے، اسلام میں ان کی بزرگی اور دلوں میں عظمت کی وجہ سے مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام بخاری وغیرہم۔"
جب کہ علماء ثقات ائمہ متبوعین کے عدم ذکر کی تصریح کر رہے ہیں تو پھر اس عبارت کے الحاقیہ ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "میزان الاعتدال" کے ص ۳ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ
"فان ذكرت احدا منهم فاذكره على الانصاف وما يضره ذالك عند

الله و عند الناس"

"اور اگر ان میں سے کسی کا میں تذکرہ کروں گا تو انصاف کے ساتھ کروں گا جو عند اللہ اور عند الناس معتبر نہیں۔"

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذہبی نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ متبوعین کا ذکر بھی کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ذہبی کی اس عبارت سے فقط ذکر کا احتمال پیدا ہوتا ہے مگر حافظ عراقی، جلال الدین سیوطی اور سخاوی جو ذہبی سے متاخر ہیں اور ان حضرات نے بار بار میزان الاعتدال کا مطالعہ کیا ہے اور وہ صاف اور واضح لفظوں میں عدم ذکر کی تصریح کرتے ہیں تو کہنا پڑے گا کہ فی الواقع صحابہ کرام اور ائمہ متبوعین کا ذکر اس کتاب میں مستقلاً نہیں ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ ذہبی نے ذکر استقلال کی نفی کی ہے اور ضمنی ذکر کا اثبات اور امام اعظم کی جرح کے متعلق علامہ ذہبی کی طرف جو عبارت منسوب کی جاتی ہے اس کی حیثیت مستقل عبارت کی ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ عبارت الحاقیہ ہے۔ اس موقع پر بعض معترضین میزان الاعتدال کی عبارت ذیل کو پیش کر کے امام صاحب کی تضعیف کرتے ہیں۔

"اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت الکوفی عن ابیہ عن جدہ قال ابن عدی ثلثھم الضعفاء" (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۰)

"اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت کوفی اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ابن عدی نے کہا یہ تینوں ضعیف ہیں۔"

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحب علامہ ذہبی کے نزدیک ضعیف ہیں۔ کیوں کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں خود معذرت کی ہے اور ابن عدی کی موافقت سے اپنی برأت ظاہر فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"وفیہ من تکلم من فیہ وجلالتہ بادنی لین وباقل تخریج فلولا ابن عدی وغیرہ من مؤلفی کتب الجرح ذکروا ذلک الشخص لما ذکرتہ

لعله لم قال لا انی ذکرته تضعف له عندی" الخ

"اس کتاب (کامل) میں ان راویوں کا بھی ذکر ہے جن کے بارے میں باوجود ان
ی ثقاہت اور جلالت کے معمولی نرمی کی بنا پر جرح کی گئی ہے۔ اگر ابن عدی یا
دوسرے مؤلفین کتب جرح نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں ہرگز ان کی ثقاہت کی وجہ
سے ان کا ذکر نہ کرتا۔ پھر آگے فرمایا کہ میں نے ان کا ذکر ہرگز اس لیے نہیں کیا ہے کہ
وہ میرے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔"

جب کہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ اور تذہیب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعدیل بخوبی فرما
رہے ہیں۔ پھر باوجود اس صراحت کے ذہبی کی طرف تضعیف کا انتساب سراسر
نفسانیت اور حق پوشی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ امام ذہبی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر باب الالف میں کر دیا
ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ کہ میزان میں ائمہ کا ذکر نہیں ہے غلط ہو گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ
یہاں ضمناً ذکر ہے نہ کہ مستقلاً اور ضمنی ذکر کی نفی نہیں کی ہے۔ ضمناً تو جابجا میزان میں
امام بخاری کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ چنانچہ اسی میزان میں ہے ابوزرعہ اور ابوحاتم نے
بخاری سے روایت چھوڑ دی ہے۔

اعتراض نمبر۲:

(۲) نسائی، کتاب الضعفاء مطبوعہ الہ آباد ص۲۵ میں ہے۔

"وابو حنیفة لیس بالقوی فی الحدیث"

"اور ابوحنیفہ حدیث میں قوی نہیں ہیں۔"

جواب:

امام نسائی سے اس جرح کے ناقل حسن بن رشیق ہیں۔ (**کما فی کتاب الضعفاء مطبوعه اله آباد ص۲۱**) حسن بن رشیق ان لوگوں میں سے ہیں جن پر حافظ عبد
الغنی اور دارقطنی نے جرحیں کی ہیں۔ ص۳۰ ج۱

لہٰذا حسب قاعدہ حسن بن رشیق خود مجروح ہوئے اور مجروح کی روایت قابل اعتبار

نہیں ہو سکتی۔ تو ان کی روایت سے امام ابوحنیفہ کو مجروح ٹھہرانا غلط اور لغو ہے۔

ثانیاً امام نسائی ان متعنتین اور متشددین میں سے ہیں جنہوں نے بخاری و مسلم کے بہت سے راویوں پر محض تعنت سے جرح کر دی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"احمد بن صالح المصری تعامل علیه النسائی
الحسن بن الصباح البزور تعنت فیه النسائی
حبیب المعلم متفق علی توثیقه لکن تعنت فیه النسائی
محمد بن بکر البرسانی لینه النسائی بلاحجة
نعیم بن حماد ضعفه النسائی بلاحجة"

"احمد بن صالح مصری، حسن بن صباح البزور، حبیب المعلم، محمد بن ابی بکر البرسانی (اگر چہ ان کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے) نعیم بن حماد، یہ سب قابل اعتماد ہیں۔ لیکن امام نسائی نے ان سب کی بلا دلیل تضعیف کی ہے۔"

یہ پانچوں راوی ایسے معتبر اور ثقہ ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے احتجاجاً ان سے روایت کی ہے۔ مگر امام نسائی نے بوجہ تعنت کے ان کی بھی تضعیف کر دی ہے اور ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں بذیل ترجمہ حارث بن عبداللہ لکھا ہے:

"حدیث الحارث فی سنن الاربعة والنسائی مع تعنته فی الرجال فقد احتج به النسائی مع تعنته"

"حارث کی حدیث سنن اربعہ اور نسائی سب میں موجود ہے باوجودیکہ امام نسائی، رواۃ کے سلسلہ میں بہت متعنت (سخت گیر) ہیں مگر ان کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔"

اور سیوطی نے زہر الربی علی المجتبیٰ میں لکھا ہے:

"فکم من رجل اخرج له ابوداؤد والترمذی وتجنب النسائی اخراج حدیثه بل تجنب اخراج حدیث جماعة من رجال الصحیح" الخ

"کتنے ہی ایسے حضرات ہیں جن سے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کی ہے لیکن امام نسائی نے اجتناب کیا ہے بلکہ اور بہت سے صحیح (صحیح بخاری) کے راویوں سے نسائی نے حدیث بیان کرنے میں پرہیز کیا ہے۔"

جب کہ حسب تصریح ابن حجر و سیوطی وغیرہم امام نسائی متعنتین میں سے ہیں تو ان کی جرح ایسے امام کے حق میں جس کا ثقہ اور جید الحافظ ہونا بڑے بڑے ثقات و حفاظ کے بیان سے ثابت ہے کس طرح مقبول ہو سکتی ہے۔

ثالثاً جو کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کی گئی ہے۔ یعنی صحیح بخاری۔ اس کے بعض رواۃ پر بھی کثیر الغلط والخطاء کی قسم کی جرحیں منقول ہیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔ چنانچہ مقدمہ فتح الباری میں ہے۔

۱ قبیصة بن عقبة قال احمد بن حنبل كان كثير الغلط و كان ثقة لا بأس.

قبیصہ بن عقبہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ وہ بہت غلطی کرنے والا تھا، پھر بھی ثقہ تھا۔

۲۔ وضاح بن عبد الله قال ابو حاتم كان يغلط كثيرا.

ابو حاتم نے وضاح بن عبداللہ کے بارہ میں فرمایا وہ بہت غلطی کرنے والا تھا۔

۳۔ جرير بن حازم قال امام احمد بن حنبل كثير الغلط وقال الاثرم عن احمد حدث بمصر احاديث وهم فيها ولم يكن يحفظ.

اور اثرم نے احمد سے روایت کی کہ اس نے مصر میں ایسی احادیث بیان کیں جن میں اس کو وہم تھا اور اچھی طرح یاد نہیں تھیں۔

۴ سليمان بن حيان عن ابی داؤد اتی من سوء حفظ فيغلط ويخطئ.

سلیمان بن حیان کے بارے میں ابوداؤد کہتے ہیں کہ حافظہ کی کمزوری کے باوجود

انہوں نے روایت کی اس لیے ان سے لغزشیں ہوئیں۔

۵ ... عبدالعزیز بن حجر قال ابو زرعة سیٔ الحفظ ربما حدث من حفظ السیٔ فیخطی.

عبدالعزیز بن حجر کے متعلق ابوزرعہ نے فرمایا کہ ان کا حافظہ خراب تھا اور اکثر اسی خراب حافظہ کی بنیاد پر حدیث بیان کرتے ہیں چنانچہ غلطی کرتے تھے۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے رواۃ ہیں جن سے بخاری نے روایت کی ہے۔ اگر کسی کے کثیر الغلط کہہ دینے سے ثقہ صدوق راوی ضعیف اور قابل ترک ہو جاتا ہے تو پھر صحیح بخاری بجائے اصح الکتب ہونے کے اضعف الکتب ٹھہرے گی۔

رابعًا ابو عبدالرحمٰن نسائی نے سنن نسائی یعنی مجتبیٰ کو سنن کبریٰ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے اور خود اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اس کی کل حدیثیں صحیح ہیں چنانچہ سیوطی اپنی کتاب زہرالربی میں لکھتے ہیں:

"قال محمد بن معاویة الاحمر الراوی عن النسائی، قال النسائی کتاب السنن کله صحیح وبعضه معلول الا انه لم یبین علته والمنتخب المسمی بالمجتبیٰ صحیح کله وذکر بعضهم ان النسائی لما صنف السنن الکبریٰ اهداه الی الامیر فقال له الامیر کل ما فی هذا صحیح قال لا قال فجرد الصحیح منه فصنف له المجتبیٰ"

"نسائی کے راوی محمد بن معاویہ فرماتے ہیں امام نسائی نے فرمایا کہ کتاب السنن ساری صحیح ہے۔ صرف اس کا کچھ حصہ معلول ہے مگر اس کی علت باقی نہیں رہی اور منتخب جس کا نام مجتبیٰ ہے وہ سب صحیح ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ امام نسائی نے جب سنن کبریٰ تصنیف کی تو امیر کو بطور ہدیہ پیش فرمائی۔ امیر نے معلوم کیا اس کی ساری حدیثیں صحیح ہیں؟ امام نسائی نے فرمایا نہیں۔ امیر نے کہا اس میں سے صحیح احادیث منتخب کر دیجیے۔ چنانچہ اس کے بعد مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔"

اور نسائی کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی مثلاً ابن مندہ بن عدی، دارقطنی اور

خطیب وغیرہم نے بھی مجتہی کو صحیح قرار دیا ہے۔
ذہبی اور فتح المغیث میں اس کی تصریح موجود ہے اور سنن نسائی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روایت موجود ہے۔
تہذیب التہذیب میں ہے:
"وفی کتاب النسائی حدیثه عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس قال لیس علی من اتی البهیمة حد" الخ
"اور نسائی میں ان کی روایت عاصم سے ان کی ابن عباس سے کہ فرمایا بہیمہ سے جماع کرنے والے پر حد نہیں ہے۔"
اور تقریب وخلاصہ تہذیب میں نعمان بن ثابت کے نام پر (شم، ت، س) علامت مرقوم ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ شمائل ترمذی و جزء القراۃ للبخاری اور نسائی کے راوی ہیں۔
اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر واقعی نسائی کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ غیر قوی کثیر الغلط والخطا تھے تو نسائی نے ان سے کیوں روایت کی اور اپنی کتاب کو صحیح کا کیوں کہا پس حسب خیال معترض نسائی کے دونوں قولوں میں تعارض وتہافت ہے۔
مگر ہم معترض کو وہ توجیہ ایسی بتلاتے ہیں کہ نہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر حرف آئے گا اور نہ حضرت امام نسائی پر۔
ممکن ہے کہ امام نسائی نے پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو غیر قوی خیال کیا ہو، مگر بعد تتبع و تحقیق کے معلوم ہوا ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں اور پہلے خیال سے رجوع کر لیا ہو یا یوں کہا جائے:
"لیس بالقوی فی الحدیث ای علی شرط النسائی وهو کثیر الغلط والخطاء ای فی فهم المعنی"
"حدیث میں قوی نہیں تھے یعنی نسائی کی شرط کے مطابق اور وہ بہت غلطی کرنے والے تھے یعنی معنی کے سمجھنے میں۔"

چونکہ رواۃ کے باب میں نسائی کی شرطیں بہت سخت ہیں، اپنی شروط اور اصطلاح کے اعتبار سے لیس بالقوی کہہ دیا ہے۔

چنانچہ زہرالربی ص ۳ میں ہے:

"بل تجنب النسائی اخراج حدیث جماعة من رجال الصحیحین.
فحکی ابو الفضل بن طاہر قال سعد بن علی الزنجانی عن رجل موثقة فقلت له ان النسائی لم یحتج به فقال یا بنی ان لابی عبد الرحمن شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری والمسلم"

"بلکہ امام نسائی رحمہ اللہ نے صحیحین کے راویوں کی ایک جماعت سے روایت کرنے میں احتراز کیا۔
ابوالفضل نے طاہر سے نقل کیا کہ سعد ابن علی الزنجانی نے ایک شخص کے بارے میں کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ پھر نسائی نے ان کو قابل حجت کیوں نہیں قرار دیا؟ انہوں نے فرمایا صاحبزادے رجال کے بارے میں ابوعبدالرحمن کی شرط بخاری و مسلم سے زیادہ سخت ہے۔"

اور چونکہ حافظ نسائی محدث شافعی تھے، غوامض فقہ کی جانب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرح ان کی توجہ نہ رہی ہوگی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بعض مسائل مستنبطہ کو اپنے ظاہر فہم کے خلاف سمجھا ہوگا اور یہی ایسا ہی اکثر محدثین کا حال تھا۔ اپنے ظن کے اعتبار سے کہہ دیا ہوگا۔

کثیر الغلط والخطا ای فی فہم المعنی ہماری اس توجیہ سے نہ امام صاحب کا سیئ الحافظہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ نسائی کے اقوال میں تعارض باقی رہتا ہے۔
اگر معترض محض ضد سے ان توجیہات کو نہ مانے تو پھر امام نسائی کو کثیر الغلط والخطاء سے روایت کر کے اسے صحیح بتلانا جید الحافظہ کا کام نہیں۔ کیا معترض کی غیرت کا تقاضہ کرتی ہے کہ امام نسائی کو کثیر الغلط والخطاء اوسئ الحافظہ کا خطاب؟۔۔۔

اعتراض نمبر ۳:

(۳) ابن عدی میزان الاعتدال میں ہے۔ فلھم الضعفاء یعنی اسمٰعیل، حماد اور ابو حنیفہ تینوں ضعیف ہیں۔

جواب:

اولاً ابن عدی کی جرح قابل وثوق نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے بہت سے قابل وثوق اور ثقات کو بھی اپنی کامل میں مجروح بنا دیا ہے۔ ذہبی میزان کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وفیه من تکلم فیه مع ثقته وجلالته بادنی لین واقل تجریح فلو لا ابن عدی وغیره من مؤلفی کتب الجرح ذکروا ذالك الشخص لما ذکرته لثقته" الخ

"اس کتاب (کامل) میں ان راویوں کا بھی ذکر ہے جن پر ان کی ثقاہت وجلالت کے معمولی کمزوری کی بنا پر جرح کی گئی ہے۔ اگر ابن عدی یا دوسرے مولفین کتب جرح نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں بھی (ان کی ثقاہت کی وجہ سے) ہرگز ان کا ذکر نہ کرتا۔"

اور میزان کے اخیر میں لکھتے ہیں:

"فاصله وموضوعه فی الضعفاء وفیه خلق من الثقات ذکرتهم للذب عنهم ولان الکلام غیر مؤثر فیهم ضعفاء" الخ (میزان از امام ذهبی)

"ابن عدی کی کتاب کامل کا اصل موضوع ضعفاء ہے اگرچہ اس میں بہت سے ثقات کا بھی ذکر ہے میں نے ان کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ میں ان کی طرف منسوب ضعف کو دور کروں یا یہ بتاؤں کہ ان کے بارہ میں ضعف کی بات غیر موثر ہے۔"

اور جعفر بن ایاس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

"اورده ابن عدی فی کامله فاساء"

"ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں ان کا تذکرہ کر کے غلطی کی"

اور حماد بن سلیمان کے ترجمہ میں تحریر ہے:

"تکلم فیہ للارجاء ولولا ذکر ابن عدی لہ ما ذکرتہ"

"ان کے بارے میں ارجاء کی وجہ سے کلام کیا ہے لیکن اگر ابن عدی نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں بھی ہرگز نہ کرتا۔"

اور حمید بن ہلال کے ترجمہ میں ہے:

"وھو فی کامل ابن عدی مذکور فلھذا ذکرتہ والا فالرجل حجۃ"

"چونکہ ابن عدی کی کامل میں ان کا تذکرہ ہے۔ اس لیے میں نے بھی ذکر کیا ورنہ وہ حجت ہیں۔"

اور اشعث بن عبدالمالک کے ترجمہ میں لکھا ہے:

"قلت انما اوردتہ لذکر ابن عدی لہ فی کاملہ"

"میں نے ان کا ذکر اس لیے کیا کہ ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔"

اور اسی مضمون کی بہت سی عبارتیں میزان میں موجود ہیں۔ زین الدین عراقی نے شرح الفیہ میں لکھا ہے:

"ولکنہ رای ابن عدی ذکر فی کتابہ الکامل من تکلم فیہ وان کان ثقۃ"

"لیکن ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں ہر متکلم فیہ کا تذکرہ کیا ہے اگرچہ وہ ثقہ ہو۔"

اور سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے:

"ولکنہ توسع لذکرہ کل من تکلم فیہ وان کان ثقۃ ولذا لا یحسن ان یقال الکامل للناقصین" الخ

"لیکن ابن عدی نے اپنے کلام کو وسعت دے کر ہر متکلم فیہ کا تذکرہ کیا اگرچہ وہ ثقہ ہو، اسی لیے یہ کہنا درست نہیں کہ کامل میں صرف ناقصین کا تذکرہ ہے۔"

بلکہ ابن عدی نے بہت سے رجال بخاری میں بھی کلام کیا ہے ازاں جملہ ثابت بن محمد العابد وسلیمان بن حیان وحسان بن ابراہیم وغیرہم ہیں۔ کمافی مقدمہ فتح الباری۔ پس ابن عدی جیسے متوسع کی جرح ایسے امام اعظم کے حق میں جن کو یحییٰ، شعبہ، وکیع اور علی بن المدینی وغیرہم ثقہ وصدوق اور جید الحافظہ کہہ رہے ہوں کیونکر مقبول ہو سکتی ہے۔

ثالثاً ابن عدی کی جرح مبہم ہے اور حسب قاعدہ اصول تعدیل مفسر کے ہوتے ہوئے جرح مبہم غیر مقبول ہے۔ کمامر فی مقدمہ نمبرا، اس لیے یہ جرح قابل اعتبار نہیں۔

اعتراض نمبر۴:

(۴) امام بخاری محمد بن اسمٰعیل بخاری کی طرف انتساب کر ان کے کلام سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ناقص الحافظہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جواب:

انتہائی جرأت اور دلیری ہے۔ کیونکہ امام بخاری کی کوئی ایسی عبارت نہیں پیش کی جا سکتی جس سے معترضین کا دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچتا ہو۔ یہ محض امام ابو حنیفہ کے ساتھ حسد، بغض اور کینہ ہے کہ بے خوف وخطر جو جی میں آیا وہی کہہ دیا۔ اس کو بجز بغض کے اور کیا کہا جائے۔

حافظ ابن عبد العزیز ابن ابی رواد نے اپنی خداداد فراست سے ٹھیک ہی فرمایا ہے جس کو ابن حجر مکی نے خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں لکھا ہے:

"فقال الحافظ عبد العزیز بن رواد من احب ابا حنیفة فهو سنی ومن ابغضه فهو مبتدع وفی روایة بیننا وبین الناس ابو حنیفة فمن احبه وتولاه علمنا انه من اهل السنة ومن ابغضه علمنا انه من اهل البدعة" الخ

"حافظ عبد العزیز ابن رواد نے فرمایا جو شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے محبت کرتا ہے وہ

سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ بدعتی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اور پہلے لوگوں کے درمیان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ پس جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ ہمارے نزدیک اہل سنت میں سے ہے اور جو بغض رکھتا ہے وہ اہل بدعت میں سے ہے۔"

ہاں بعض غیر مقلدین سیدھے سادے عوام کو بہکانے کے لیے کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب الضعفاء میں لکھا ہے:

"کان مرجئا سکتوا عن رائه وحدیثه"

"امام صاحب مرجی تھے لوگوں نے ان کی رائے اور حدیث سے سکوت اختیار کیا۔"

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

اولاً امام بخاری کی کتاب الضعفاء جو آگرہ الہ آباد سے چھپ کر شائع ہوئی ہے اس میں اس مضمون کا کوئی جملہ موجود نہیں ہے۔ نیز امام بخاری کی کتاب ادب المفرد، جزء القراءۃ اور خلق افعال العباد میں بھی یہ عبارت نہیں ہے۔ بر تقدیر ثبوت اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کو امام ابوحنیفہ سے سخت منافرت مذہبی تھی جیسا کہ امام بخاری کی تصنیفات سے ظاہر ہے لہٰذا یہ جرح بوجہ منافرت مذہبی کے قابل وثوق نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ذہبی، ابن حجر اور صفی الدین خزرجی وغیرہم نے اس جرح کی کچھ بھی وقعت نہیں کی اور لایعبابہ سمجھ کر اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔

ثانیاً کان مرجئاً سے کیا مراد ہے؟ اگر مرجئہ ملعونہ مراد ہے تو سراسر غلط ہے اس لیے کہ فقہ اکبر میں خود امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے:

"لانقول حسناتنا مقبولة و سیئاتنا مغفورة کقول المرجئة ولکن نقول من عمل صالحًا بجمیع شرائطها خالیة عن العیوب المفسدة ولم یبطلها حتی یخرج من الدنیا مومنا فان الله تعالٰی لا یضیعها بل یقبلها منه ویثیبه علیها" الخ

"ہم مرجیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ یقیناً ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ معاف ہیں لیکن

ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص تمام شرائط کے ساتھ نیک عمل کرے گا بشرطیکہ ان کو فاسد و باطل کرنے والا کوئی کام نہ کرے یہاں تک کہ ایمان پر خاتمہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع نہ فرمائے گا بلکہ قبول فرما کر اس پر اجر دے گا۔"

اور خیرات الحسان ص ۷۳ پر ہے:

"قال الشارح المواقف كان غسان المرجئ يحكي ما ذهب اليه من الارجاء عن ابي حنيفة ويعده من المرجئة وهو افتراء عليه قصد به غسان ترويج مذهبه بنسبة الى هذا الامام الجليل الشهير.

وقال الشهرستاني في الملل والنحل ومن العجب ان الغساني كان يحكي عن ابي حنيفة مثل مذهبه ويعده من المرجئة ولعله كذب عليه"

"شارح مواقف نے فرمایا کہ غسان مرجی ایسی باتیں کرتا تھا جن سے امام صاحب کا مرجی ہونا ظاہر ہو اور وہ امام صاحب کو فرقہ مرجیہ سے شمار کرتا تھا۔ غسان نے قصداً امام صاحب پر یہ بہتان لگایا۔ وہ اس جلیل القدر امام کی طرف اپنے مذہب کو منسوب کر کے اپنے مذہب کی اشاعت کا کوشاں تھا۔

شہرستانی نے الملل والنحل میں فرمایا ہے تعجب ہے کہ غسانی امام صاحب کی طرف اپنے مسلک مرجیہ کی باتیں منسوب کرتا تھا اور ان کو مرجیہ کہتا تھا یہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔"

اور اگر مرجیہ سے مرجیہ مرحومہ مراد ہے تو تمام اہل سنت و جماعت اس میں داخل ہیں۔ تمہید ابو شکور سالمی میں ہے۔

"ثم المرجئة على نوعين مرحومة وهم اصحاب النبي ﷺ ومرجئة ملعونة وهم الذين يقولون بان المعصية لا تضر ولا يعاقب وروى عن عثمان بن ابي ليلى انه كتب الى ابي حنيفة ﷺ وقال انتم مرجئة فاجابه بان المرجئة على ضربين مرجئة ملعونة وانا برئ منهم ومرجئة مرحومة و انا منهم و كتب فيه بان الانبياء كانوا كذلك الا ترى الى

قول عیسیٰ علیہ السلام قال ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم"

پھر مرجیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مرجیہ مرحومہ وہ اصحاب رسول اللہ ہیں۔ (۲) مرجیہ ملعونہ یہ وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ گناہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا نہ اس پر عذاب کیا جاتا ہے۔ عثمان بن ابی لیلیٰ نے ایک مرتبہ امام صاحب کو خط لکھا تھا کہ آپ لوگ مرجیہ ہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ مرجیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مرجیہ ملعونہ میں ان سے بالکل بری اور بے زار ہوں۔ (۲) مرجیہ مرحومہ یقیناً میں ان میں شامل ہوں، بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی ایسے ہی تھے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول تم کو معلوم نہیں۔ اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان مغفرت فرمائے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔"

پس معلوم ہوا کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ ان کی حدیث اور رائے کو لوگوں نے چھوڑ دیا محض غلط اور سراسر غلط ہے۔

ثالثاً عقود الجواهر المنيفة ص ۱۱ میں حافظ موصلی کی کتاب الضعفاء سے منقول ہے۔

قال يحيى بن معين ما رأيت احدًا اقدمه على وكيع وكان يفتي برأي ابي حنيفة وكان يحفظ حديثه كله وكان قد سمع عن ابي حنيفة حديثًا كثيرًا.

"یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ میں نے کسی کو نہیں پایا کہ اس کو وکیع پر مقدم کیا گیا ہو وہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کی تمام احادیث کو حفظ کرتے تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بہت حدیثیں سنیں۔"

اور مناقب کردری ص ۱۰۰ میں ہے:

سعيد بن يحيى الحميري الواسطي احد ائمة واسط واحد حفاظ روى عنه (اى ابي حنيفة) واخذ منه وكان يقول انه جرهلة الامة"

"یزید بن یحییٰ بن حمیری واسطی، واسطہ کے ایک امام اور حافظ حدیث تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے اور ان سے علم حاصل کیا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے امام ابو حنیفہ بیشک بحر الامت ہیں۔"

وایضا منہ ص۱۹ ج۱ عبداللہ بن یزید المقری المکی سمع من الامام تسع مائۃ حدیث

"اور مناقب ہی کے ص۱۹ پر ہے کہ عبداللہ بن یزید المقری مکی نے امام صاحب سے نو سو حدیثیں سنیں۔"

اور خیرات الحسان ص۲۳ میں ہے:

قال ابن المبارک کان افقہ الناس وما رایت افقہ منہ وعنہ ان احتج للرای فرای مالک وسفیان وابی حنیفۃ وھو افقھم واحسنھم وادقھم واغوصھم علی الفقہ" الخ

"امام ابو حنیفہ ان سب سے بڑے عالم اور فقہ میں سب سے بہتر مدقق اور محقق ہیں۔"

وقال ابو یوسف الثوری اکثر متابعۃ لابی حنیفۃ منی.

"ابو یوسف ثوری فرماتے ہیں میں اکثر مسائل میں امام ابو حنیفہ کی اتباع کرتا ہوں۔"

وقال یحیی بن سعید القطان ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ ومن ثم کان یذھب فی الفتوی الی قولہ

"یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں ہم نے امام ابو حنیفہ سے بہتر کسی کی رائے نہیں سنی، اس لیے ان کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔"

وقال ابن المبارک رایت مسعرًا فی حلقۃ ابی حنیفۃ یسالہ ویستفید منہ.

"ابن مبارک فرماتے ہیں میں نے مسعر کو امام صاحب کے حلقہ درس میں سوال اور

استفادہ کرتے دیکھا۔"

خیرات الحسان ص ۲۶ میں ہے، ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

الفصل الثانی فی ذکر الآخذین عنہ الحدیث والفقہ قیل استیعابہ متعذر لایمکن ضبطہ.

"دوسری فصل امام صاحب سے حدیث وفقہ حاصل کرنے والوں کے بیان میں ہے، کہا گیا ہے کہ ان کا شمار اتنا مشکل ہے کہ احاطہ ناممکن ہے۔"

ومن ثم قال بعض الائمۃ لم یظہر لاحد من ائمۃ الاسلام المشہورین مثل ما ظہر من الاصحاب والتلامیذ.

"اسی وجہ سے بعض ائمہ کا قول ہے کہ ائمہ اسلام میں امام ابوحنیفہ کے برابر کسی کے شاگرد نہیں ہوئے۔"

ذرا انصاف سے ملاحظہ فرمایئے: وکیع، ابن یحییٰ الواسطی، ابن مبارک، سفیان ثوری، مسعر ابن کدام، یحییٰ بن سعید القطان وغیرہم کس زور سے آپ کے فقہ اور رائے کی تعریف وتوصیف کر رہے ہیں اور آپ سے ہزاروں نے حدیث وفقہ حاصل کیا ہے بلکہ آپ کی برکت سے ہزاروں امام مقبول خلائق ہو گئے ہیں۔

کما فی مناقب کردری ومناقب موفق لابن احمد مکی

باوجود اس کے امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "سکتوا عن رایہ وحدیثہ" بتلایئے اس کو منافرت مذہبی پر اگر محمول نہ کیا جائے تو اور کیا کہا جائے۔

رابعًا اگر امام بخاری کے نزدیک ارجاء کی وجہ سے راوی قابل ترک ہو جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں فرقہ باطلہ یعنی مرجیہ، ناصبیہ، خارجیہ شیعہ اور جہمیہ، قدریہ وغیرہم سے روایت کی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں اس کی تفصیل نام بنام لکھی ہے۔ ہم اس موقع پر ان چار فرقہ باطلہ کی مجموعی تعداد الگ الگ بتاتے ہیں جو صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ مرجیہ ۱۳، شیعہ ۱۲، قدریہ ۲۸، اور ناصبیہ ۵۔

غور فرمایئے! کیا مقلدین کے خیال کے بموجب صحیح بخاری اضعف الکتب ثابت نہیں ہوتی۔

جب بخاری کی رواۃ کا ذکر آ گیا تو مناسب ہوگا کہ بخاری کے چند رواۃ کا حال درج کر دیا جائے۔ دنیا جانتی ہے کہ صحیح بخاری ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ کتب حدیث میں اصح الکتب مانی گئی ہے اور اس پر دنیا کا اتفاق ہے اور واقعی حضرت امام بخاری نے بڑا التزام کیا ہے۔ ان کی سعی اور عرق ریزی قابل قدر اور ان کی مقبولیت قابل آفرین و ستائش ہے۔ "جعل الله سعیه مشکورا" اللہ تعالیٰ ان کی کوشش قبول فرمائے۔

مگر اس میں بھی بہت سے ایسے رجال ہیں جن پر ہر قسم کی جرحیں ہوئی ہیں حتیٰ کہ

کذاب	(بہت جھوٹا)
یکذب الحدیث	(حدیث کے سلسلہ میں جھوٹ بولتا ہے)
یسرق الحدیث	(حدیث چراتا ہے)
یضع الحدیث	(حدیث گھڑتا ہے)

جو اعلیٰ درجہ کی جرح ہے وہ بھی منقول ہے۔ چنانچہ بخاری کے مجروح راویوں کے نام مع الفاظ جرح مقدمہ فتح الباری اور میزان الاعتدال میں ملاحظہ کیے جائیں جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔

باوجود ان جرحوں کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان مجروح راویوں کو قابل ترک نہیں سمجھا اور نہ ان کی روایت چھوڑی بلکہ احتجاجاً یا استشہاداً ان کی روایت اپنی کتاب اصح الکتب میں داخل کر دی اور اس کے باوجود دوسرے محدثین نے بخاری کے اصح الکتب ہونے سے انکار نہیں کیا۔ پھر کون سی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر باقاعدہ اصول کوئی جرح بھی مائز نہیں ہوتی۔ پھر بھی امام بخاری نے ان کی کوئی روایت نقل نہیں کی۔ بجز منافرت مذہبی کے اور کیا وجہ ہو سکتی ہے پس جب کہ منافرت مذہبی بین دلیل سے ثابت ہے تو امام بخاری کی جرح امام ابو حنیفہ کے حق میں کیا موثر ہو سکتی ہے۔

خامساً بخاری جس کو مجروح سمجھیں اگر اس کی روایت قابل ترک ہے تو صدہا راوی مسلم ونسائی وترمذی اور ابوداؤد وغیرہا کے جن سے بخاری نے روایت نہیں کی ہے بلکہ ان کو مجروح کہا ہے۔ اس قاعدہ سے قابل ترک ہو جاتے ہیں حالانکہ محدثین نے ان کو قابل ترک نہیں سمجھا ہے پس امام ابوحنیفہ، امام بخاری کی جرح کی وجہ سے کیوں مجروح ہو جائیں گے۔ امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں حضرت اویس قرنی کو فی اسنادہ نظر (ان کی سند محل نظر ہے) کہہ دیا ہے اور بخاری کی اصطلاح میں یہ سخت جرح ہے۔ حالانکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت وخیریت صریح احادیث میں موجود ہے۔ پس ایسی جرح سے حضرت اویس قرنی ہرگز مجروح نہیں ہو سکتے۔

سادساً اگر امام بخاری کو اپنی جرح پر وثوق اور اعتماد ہوتا ہے تو وہ جن راویوں پر خود جرح کرتے ہیں۔ ان سے روایت نہ کرتے حالانکہ صحیح بخاری میں متعدد راوی ایسے بھی ہیں کہ ان کو بخاری نے مجروح قرار دیا ہے اور خود ان سے روایت بھی کی ہے ملاحظہ فرمایئے ان راویوں کے نام جن سے بخاری نے روایت کی ہے اور خود ان پر جرح بھی کی ہے:

(۱) اسید بن زید الجمال قال الذهبی فی المیزان والعجب ان البخاری اخرج له فی صحیحه وذکره فی کتاب الضعفاء

"علامہ ذہبی نے میزان میں فرمایا کہ تعجب ہے امام بخاری نے اپنی کتاب میں اسید بن زید سے روایت بھی بیان کی ہے اور کتاب الضعفاء میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔"

(۲) ایوب بن عائذ قال البخاری فی کتاب الضعفاء کان یری الا رجاء وهو صدوق.

"ایوب بن عائذ کے لیے بخاری نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے وہ ارجاء کو پسند کرتے تھے حالانکہ وہ سچے تھے۔"

(۳) ثابت بن محمد قال الذهبی مع کون البخاری حدث عنه فی صحیحه ذکره فی الضعفاء.

"ذہبی نے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ بخاری نے ثابت بن محمد سے روایت کی ہے ان کو ضعیفوں میں شمار کیا ہے۔"

(٤) زهير بن محمد قال البخاری فی کتاب الضعفاء روی عنه اهل الشام مناكير"

"زہیر بن محمد کے لیے بخاری نے کتاب الضعفاء میں فرمایا کہ ان سے اہل شام نے منکرات کو روایت کیا ہے۔"

(٥) زياد بن الرابع قال البخاری فی اسناد حديثه نظر كذا فی الميزان۔

"زیاد بن رابع کے لیے بخاری نے فرمایا کہ ان کی حدیث کی سند محل نظر ہے جیسا کہ میزان میں ہے۔"

(٦) عطاء بن ميمونة قال البخاری فی کتاب الضعفاء كان يرى القدر وفی مقدمة فتح الباری وغير واحد كان يرى القدر كهمس بن منهالة قال الذهبی اتهم بالقدر وله حديث منكرا دخله من اجله البخاری فی کتاب الضعفاء۔

"امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں فرمایا کہ عطا بن میمونہ قدر کی طرف مائل تھے اور فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ بہت سے راوی قدر کی طرف مائل تھے جیسے کہمس بن منہالہ، ذہبی نے فرمایا کہ ان پر قدر کی تہمت لگائی گئی اور ان کے پاس منکر حدیث ہے۔ اس لیے امام بخاری نے ان کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

ناظر انصاف ملاحظہ فرمایئے اگر امام بخاری کو اپنی جرح پر وثوق تھا تو ان مجروحین سے کیوں روایت کی۔ جب بخاری کو اپنی جرح پر خود وثوق نہیں تو جائے تعجب ہے کہ مقلدین بخاری کو ان کی جرح پر کیسے وثوق ہو گیا کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ کو ضعیف الحدیث کہنے لگے۔

سابعًا اگر معترض کے نزدیک بخاری کی جرح باوجود غیر صحیح اور خلاف اصول ہونے

ے، امام ابوحنیفہ کے حق میں موثر ہے تو معترض کے نزدیک بخاری کیوں مجروح اور قابل ترک ہوں گے؟ کیا بخاری پر ائمہ حدیث سے جرحیں منقول نہیں ہیں؟ ہاں ضرور منقول ہیں۔

بطور تمثیل چند جرحیں ملاحظہ فرمایئے:

اول: بخاری کے استاد امام ذہلی نے بخاری پر سخت جرح کی ہے۔ طبقات شافعیہ ص ۱۲ ج ۲ میں ہے:

"قال الذھلی الا من یختلف الی مجلسہ (ای البخاری) فلا یاتینا فانھم کتبوا الینا من بغداد انہ تکلم فی اللفظ ونھیناہ فلم ینتہ فلا تقربوہ"

"امام ذہلی نے فرمایا جو بخاری کی مجلس میں جاتا ہے وہ ہمارے پاس نہ آئے کیوں کہ بغداد سے ہمیں لوگوں نے لکھا ہے کہ بخاری الفاظ قرآن کے سلسلہ میں کلام کر رہے ہیں اور ہم نے ان کو اس سے منع کیا مگر وہ باز نہیں آئے۔ لہٰذا ان کے پاس نہ جانا۔"

خیال فرمایئے! ذہلی نے لوگوں کو امام بخاری کے نزدیک جانے سے منع کر دیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہہ دیا:

"من زعم ان لفظی بالقرآن مخلوق فھو مبتدع لا یجالس ولا یکلم" (طبقات ج ۲ ص ۱۲)

"جو یہ سمجھے کہ یہ منہ سے نکلنے والے الفاظ قرآنی الفاظ مخلوق ہیں تو وہ بدعتی ہے۔ نہ اس کے پاس بیٹھا جائے اور نہ اس سے بات کی جائے۔"

ذہلی کے اس کلام کا لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ اکثر لوگوں نے بخاری سے ملنا چھوڑ دیا۔ تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۱۲۳ میں ہے:

"فلما وقع بین محمد بن یحیی والبخاری ما وقع فی مسئلۃ اللفظ ونادی علیہ منع الناس من الاختلاف الیہ حتی ھجر وخرج من نیشا

بور فی تلک المحنة وقطعه اکثر الناس غیر مسلم"

"جب محمد بن یحییٰ اور امام بخاری کے درمیان الفاظ قرآن کے سلسلہ میں اختلاف ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ان کے (بخاری کے) پاس جانے سے روک دیا یہاں تک کہ اس آزمائش کے وقت میں امام بخاری کو نیشاپور سے ہجرت کرنا پڑی اور امام مسلم کے علاوہ اکثر لوگوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔"

دوم: امام مسلم رحمہ اللہ نے باوجود اس رفاقت کے بخاری سے اپنی صحیح مسلم میں ایک حدیث بھی نہیں روایت کی بلکہ حدیث معنعن کی بحث میں بعض منتحلی الحدیث میں مصونا کے لفظ سے بخاری کو یاد کیا ہے اور بہت درشت اور نا ملائم الفاظ کہے گئے۔ دیکھو مسلم ج ۱ ص ۲۱۔

سوم: ابوزرعہ اور ابوحاتم نے بخاری کو چھوڑ دیا۔ طبقات شافعیہ ص ۱۹۰ ج ۱ میں ہے:

"ترکه (ای البخاری) ابو زرعة و ابو حاتم من اجل مسئلة اللفظ"

"ابوزرعہ اور ابوحاتم نے الفاظ قرآن کے اختلاف کی وجہ سے بخاری کو چھوڑ دیا۔"

اور میزان الاعتدال میں ہے:

"کما امتنع ابو زرعة وابو حاتم من روایة عن تلمیذه (ای ابن المدینی) محمد (ای البخاری) لاجل مسئلة اللفظ"

"جیسا کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم نے ان (علی بن المدینی) کے شاگرد (امام بخاری) سے الفاظ قرآن کے اختلاف کی بنا پر روایت کرنا ترک کر دیا۔"

"وقال عبدالرحمن بن ابی حاتم کان ابو زرعة ترك الروایة عنه من اجل ما کان منه فی تلک المحنة"

"عبدالرحمن بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ اس آزمائش کی بنا پر ابوزرعہ نے امام بخاری سے روایت کرنا ترک کر دیا۔"

چہارم: ابن مندہ نے بخاری کو مدلسین میں شمار کیا ہے۔ شرح مختصر جرجانی ص ۲۱۵ میں ہے:

"عده ابن منده فی رسالة شروط الائمة من المدلسین حیث قال اخرج البخاری فی کتبه قال لنا فلان وهی اجازة وقال فلان وهی تدلیس"

"ابن مندہ نے بخاری کو اپنے رسالہ "شروط الائمہ" میں مدلسین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ بخاری نے اپنی کتابوں میں اس طرح روایتیں بیان کی ہیں کہ ہم نے فلاں سے کہا" یہ اجازت ہے" اور فلاں نے کہا یہ "تدلیس ہے۔"

ظاہر ہے کہ تدلیس سہو وخطا سے بڑھ کر عیب ہے۔ کیوں کہ یہ فعل اختیاری ہے اس میں علت ومغالطہ وفریب ہے۔ اسی لیے شیخ نے کہا ہے کہ **التدلیس حرام عند الائمة** (تدلیس ائمہ کے نزدیک حرام ہے)

(مقدمہ اصول الشیخ المحدث الدہلوی علی المشکوٰۃ ص ۲)

غور فرمایئے! بخاری نے ذہلی سے تقریباً ۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔ مگر جس نام سے وہ مشہور تھے کہیں نہیں ذکر کیا کیوں کہ بخاری و ذہبی میں سخت خشونت ومنافرت تھی۔ تاریخ ابن خلکان ص ۱۳۳ ج ۲ میں ہے:

"وروی (ای البخاری) عنه (ذهبی) مقدار ثلثین موضعًا ولم یصرح باسمه فیقول حدثنا محمد بن یحیی الذهبی بل یقول حدثنا محمد ولا یزید علیه ولا یقول محمد بن عبد الله ینسبه الی جده وینسبه ایضًا الی جد ابیه"

"امام بخاری نے امام ذہلی سے تیس مقامات پر روایات بیان کی ہیں اور کہیں بھی ان کا نام نہیں لیا کہ یوں کہتے کہ ہم سے محمد بن یحییٰ ذہلی نے بیان کیا بلکہ صرف اس طرح کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے حدیث بیان کی۔ کہیں کہیں محمد بن عبداللہ ان کے دادا کی جانب منسوب کر کے کہتے ہیں اور بعض جگہ پردادا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔"

پنجم: دارقطنی اور حاکم نے کہا ہے کہ اسحٰق بن محمد بن اسماعیل سے بخاری کا حدیث روایت کرنا معیوب سمجھا گیا ہے۔

مقدمہ فتح الباری ص ۴۵۱ میں ہے:

"قال الدار قطنی والحاکم عیب علی البخاری اخراج حدیثہ"

"دار قطنی اور حاکم نے فرمایا کہ روایت حدیث میں بخاری پر الزام لگایا گیا ہے۔"

دار قطنی اور حاکم کا مطلب یہ ہے کہ اسحاق بن محمد کو بخاری نے ثقہ خیال کر لیا حالانکہ وہ ضعیف ہیں۔ ثقہ اور ضعیف میں امتیاز نہ کر سکے اور اسمٰعیل نے بخاری کے اس فعل پر تعجب کیا ہے کہ ابو صالح جہنی کی منقطع روایت کو صحیح کہتے ہیں اور متصل کو ضعیف مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۳ میں ہے:

"وقد عاب ذالک الاسماعیل علی البخاری وتعجب منہ کیف یحتج باحادیثہ حیث یعلقہا

فقال ھذا اعجب یحتج بہ اذا کان منقطعا ولا یحتج بہ اذا کان متصلا"

"اسمٰعیل نے بخاری پر اس کا الزام لگایا اور تعجب کیا کہ ابو صالح جہنی کی احادیث سے کیونکر استدلال کرتے ہیں جب کہ وہ متصل نہیں ہیں۔

فرمایا یہ اور زیادہ عجیب بات ہے کہ حدیث منقطع کو قابل حجت اور متصل کو ضعیف سمجھتے ہیں۔"

ششم: ذہبی نے بخاری کے بعض امور پر استعجاب ظاہر کیا ہے۔ اسید بن زید الجمال کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"والعجب ان البخاری اخرج لہ وذکرہ فی کتاب الضعفاء"

"تعجب ہے کہ بخاری اس سے روایت بھی کرتے ہیں اور اس کو ضعیف بھی کہتے ہیں۔"

جو کسی راوی کو خود ضعیف بتادے اور پھر اصح الکتب میں اس سے روایت بھی کرے۔ غور کرو اس سے قائل کے حافظہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔ معترضین ذرا انصاف کریں کہ اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح کی وجہ سے ضعیف ہیں تو

بخاری ابن مندہ اور ذہلی وغیرہ کی جرح کے سبب سے کیوں مجروح نہ ہوں گے۔

بلکہ حسب قاعدہ معترضین جب بخاری خود مجروح ثابت ہوئے تو مجروح کی جرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کیا اثر ڈال سکتی ہے؟ افسوس ہے کہ غیر مقلدین محض حسد سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر حملہ کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم اپنا گھر ڈھاتے ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ضعیف کہے جائیں گے تو دنیا کے تمام محدثین ضعیف اور متروک الحدیث ہو جائیں گے۔

تنبیہ:

واضح ہو کہ محض اسکات خصم کے لیے یہ جرحیں نقل کی گئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تحفہ میں بمقابلہ شیعہ الزامی پہلو اختیار فرمایا ہے ورنہ صداقت کے ساتھ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ دونوں ثقہ، صدوق، عادل، ضابط، جید الحافظہ، عابد، زاہد اور عارف تھے۔ کوئی ان میں مجروح نہیں اور کسی کی حدیث قابل ترک نہیں۔ جن احوال سے امام بخاری رحمہ اللہ کی جرحیں موضوع ہیں انہی احوال سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جرحیں مدفوع اور ساقط الاعتبار ہیں۔

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم

اعتراض نمبر ۵:

(۵) دارقطنی اپنی سنن ص ۱۲۳ میں لکھتے ہیں:

"لم یسندہ عن ابن ابی عائشۃ غیر ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان"

"ابن ابی عائشہ سے سوائے ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں کی اور وہ دونوں ضعیف ہیں۔"

جواب:

اولاً یہ جرح مبہم ہے اور تعدیل مفسر کے ہوتے ہوئے جرح مقبول نہیں۔ کما مرّ مراراً

ثانیاً: دار قطنی شافعی المذہب ہیں، بوجہ منافرت مذہبی کے ان سے یہ جرح صادر ہوئی۔ عینی نے عمدۃ القاری ص۲۶ ج۱ میں تحریر فرمایا ہے:

"لو تادب دار قطنی واستحیی لما تلفظ عنده اللفظ فی حق ابی حنیفة فانه امام طبق علمه المشرق والمغرب"

"اگر دار قطنی ادب اور حیا سے کام لیتے تو امام اعظم کے بارے میں اس قسم کے الفاظ منہ سے نہ نکالتے کیوں کہ ان کی امامت اور ان کا علم دنیا میں مسلم ہے۔"

اس کے بعد عینی نے یحیٰی بن معین و شعبہ و عبداللہ ابن المبارک و سفیان بن عیینہ و سفیان ثوری و حماد بن زید و عبدالرزاق و وکیع و مالک و شافعی اور احمد سے امام ابوحنیفہ کی توثیق اور مناقب ذکر کر کے لکھا ہے:

"وقد ظهرت من هذا تحامل الدار قطنی علی و تعصب الفاسد وليس له بانسبة الى هؤلاء حتى يتكلم فى امام مقدم علی هؤلاء فی الدين و التقوى و العلم ويضعفه اياه وهو يستحق التضعيف.

افلا يرضى بسكوت اصحابه عنه وقد روى فی سننه احاديث سقيمه ومعلولة ومنكرة وغريبة وموضوعة"

''اور اس سے دار قطنی کا امام صاحب پر ظلم اور بے بنیاد تعصب ظاہر ہو گیا۔ دار قطنی کی ان حضرات کے سامنے کوئی حیثیت نہیں کہ وہ ایسے امام پر کلام کرتے ہیں جو دین، تقویٰ اور علم میں ان سب پر مقدم ہیں اور وہ ایسے امام کو ضعیف کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اس کے مستحق ہیں۔

کیا وہ امام صاحب کی بابت اپنے اصحاب کے سکوت پر راضی نہیں، حالانکہ خود انہوں نے اپنی سنن میں ضعیف، معلول، منکر، غریب اور موضوع حدیثیں بیان کی

ہیں۔"

"ولقد روی ضعیفه فی کتاب الجهر بالبسملة واحتج بها مع علمه بذالك حتی ان بعضهم استحلفه علی ذالك فقال لیس فیه حدیث صحیح"

"اور انھوں نے جہر بسم اللہ کے سلسلہ میں ایک ضعیف روایت بیان کی اور ضعف کا علم ہونے کے باوجود اس سے استدلال کیا۔ یہاں تک کہ بعض حضرات نے ان سے حلف لیا تو خود کہا کہ واقعی اس میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔"

اور واقعی دار قطنی نے بہت سے ثقہ کو ضعیف اور ضعیف کو ثقہ کہہ دیا ہے۔ سنن دار قطنی ص ۱۴ میں ہے:

"ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان یسخن له ماء فی قمقمة ویغتسل به فلهذا اسناد صحیح"

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے برتن میں پانی گرم کیا جاتا تھا اور وہ اس سے غسل کیا کرتے تھے۔"

اس کی سند کو صحیح لکھ دیا۔ حالانکہ اس کی سند میں علی بن غرام اور ہشام بن سعد واقع ہیں جو مجروح ہیں۔ (الجوہر النقی)

ثالثاً: دار قطنی نے امام بخاری پر بھی یہی عیب لگا دیا۔ اسحٰق بن محمد جو بخاری، ابوداؤد اور نسائی کے راوی ہیں۔ ان کی روایت کی وجہ سے کہہ دیا ہے۔ عیب علی البخاری مقدمة فتح الباری ص ۴۱۵ دار قطنی کے بیان سے تو بخاری بھی معیوب ٹھہرے۔

پس جس طرح اسحٰق بن محمد کے باب میں دار قطنی کا کلام غلط سمجھا جاتا ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے باب میں بھی غلط سمجھنا چاہیے۔

رابعاً: دار قطنی نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔ (فتح المغیث ص ۳۴ وزہر الربی ص ۳)

اور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نسائی کے راوی ہیں پس دار قطنی کے دونوں کلاموں میں تعارض ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

(۱) بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھتے ہیں:

"ولم یتابعهما علیه الا من هو اضعف منهما"

"اس حدیث میں ان دونوں کی متابعت صرف اس شخص نے کی ہے جو ان دونوں سے زیادہ ضعیف ہے۔"

جواب:

اولاً: یہ جرح مبہم ہے۔ خلاف قاعدہ واصول غیر مقبول۔ کما مر

ثانیاً: بیہقی کے نزدیک امام ابو حنیفہ کیوں ضعیف ہیں۔ اگر حدیث:

"من کان له امام......"

"جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے۔"

مرفوع روایت کرنے کی وجہ سے ضعیف ہیں تو یہ کلی غلط ہے کیوں کہ اس حدیث کو تنہا امام صاحب نے مرفوعاً نہیں بیان کیا بلکہ دوسرے ثقات جیسے سفیان ثوری اور شریک نے بھی بسند صحیح مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کما سیاتی تفصیله فی موضعه اور اگر کوئی دوسری وجہ ہو تو امام بیہقی کے مقلد اس کو بیان کریں اور بیہقی کی کتاب میں اس کی تصریح دکھا دیں۔

ثالثاً: بیہقی متاخرین میں سے ہیں۔ شافعی المذہب اور شافعی کے دلائل جو کرتے ہیں۔ بستان المحدثین ص ۵۱ میں ہے۔:

"در تصانیف خود نصرت مذهب او نموده و بتائید و نصرت او رواج این مذهب در بالا گشته وهکذا فی الطبقات الشافعیه ج۳ ص۵"

"امام بیہقی نے اپنی تصانیف میں مذہب شافعی کی تائید فرمائی ہے اور ان کی تائید و نصرت سے اس مذہب کا رواج دوبالا ہو گیا اور یہی طبقات الشافعیہ میں ہے۔"

تاریخ ابن خلکان ص ۲۹ ج ۱ میں ہے کہ باوجود محدث ہونے کے حدیث کی بہت سی کتابیں مثلاً نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ ان کے پاس نہ تھیں اور ان کتابوں کی

احادیث سے بہت کم واقفیت رکھتے تھے۔ بستان المحدثین ص ۱۵ میں ہے:

"وسنن نسائی وجامع ترمذی وسنن ابن ماجۃ نرداد ونبود بر احادیث این سہ کتاب کما ینبغی اطلاع ندارد"

"سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ ان کے پاس نہیں تھیں اور ان تین کتابوں کی احادیث پر کماحقہ واقفیت نہیں رکھتے تھے۔"

اور طبقات شافعیہ ص ۳ ج ۳ میں ہے **ولم تکن لہ الترمذی ولا النسائی ولا ابن ماجۃ** اور ان کی حدیث اور ان کا دائرہ حدیث وسیع نہ تھا۔

طبقات الشافعیہ ص ۳ ج ۳ میں ہے:

"وقال الذہبی دائرتہ فی الحدیث لیست کبیرۃ"

"ذہبی نے فرمایا کہ بیہقی کا دائرہ حدیث وسیع نہیں تھا۔"

بیہقی کے مسامحات جس کو دیکھنے ہوں وہ الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی دیکھے۔ پس بیہقی کی جرح اس اعتبار سے بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

(۷) ابن جوزی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے والے لوگ ابن جوزی کی کتاب المنتظم کی تین روایتیں تخریج ہدایہ کے حاشیہ سے نقل کرتے ہیں۔

"(الف) قال صاحب المنتظم عبد اللہ بن المدینی قال سالت عن ابی حنیفۃ فضعفہ جدا وقال خمسین حدیثا اخطا فیہ"

"صاحب منتظم کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن علی المدینی سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ان کی بہت تضعیف کی اور کہا کہ امام ابوحنیفہ نے پچاس حدیثوں میں غلطی کی ہے۔"

"(ب) عن ابی حفص عمر بن علی قال ابوحنیفۃ لیس بحافظ مضطرب الحدیث ذاہب الحدیث"

"ابوحفص عمر بن علی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حافظ حدیث نہیں تھے اور ذاہب

الحدیث یعنی ضعیف تھے۔"

"(ج) قال ابوبکر بن داؤد جمیع ما روی ابو حنیفة الحدیث مائة وخمسون اخطأ او قال غلط فی نصفها انتھی"

"ابوبکر بن داؤد کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ سے صرف ۱۵۰ حدیثیں مروی ہیں اور نصف یعنی ۷۵ حدیثوں میں غلطی کی ہے۔"

جواب:

ابن جوزی تضعیف حدیث اور رواۃ کے بارے میں نہایت درجہ متعنت اور متشدد ہیں۔ حتی کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کر دیا ہے اور ان نے بعض راویوں کو بھی وضاع اور کذاب کہہ دیا ہے۔ اسی وجہ سے اکثر محدثین نے ان کی تنقید پر اعتماد نہیں کیا اور ان کی تنقید کو لا یعبا بہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ سیوطی تعقبات علی الموضوعات میں اسے لکھتے ہیں:

"قد نبه الحفاظ قديما وحديثا على ان فيه (اى فى كتاب الموضوعات) تساهلا كثيرا واحاديث ليست بموضوعة بل هى من راوى الضعيف وفيه احاديث حسان واخرى صحاح بل فيه حديث من صحيح مسلم نبه عليه الحافظ ابن حجر و وجدت فيه حديثا من صحيح البخارى.

وقال ابن حجر تساهله وتساهل الحاكم فى المستدرك اعدم النفع بكتابيهما"

"قدیم اور جدید محدثین نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ کتاب الموضوعات میں بہت تساہل اور کمزوری ہے اور اس میں وہ احادیث بھی ہیں جو موضوع نہیں ہیں بلکہ ضعیف راویوں سے مروی ہیں۔ اور بعض حدیثیں حسن اور صحیح بھی ہیں۔ بلکہ ایک حدیث مسلم کی بھی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بتلایا کہ میں نے ایک حدیث اس میں بخاری کی بھی پائی ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں، ابن جوزی اور مستدرک میں حاکم کے تساہل نے دونوں کتابوں کے نفع کو کالعدم کر دیا۔"

اور سیوطی نشر العلمین المنیفین کے خاتمہ ص ۷ میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی کے تساہل کو بہت سے محدثین نے ذکر کیا ہے۔ ازاں جملہ ابن صلاح حافظ زین الدین العراقی، قاضی بدر الدین بن جماعہ، سراج الدین بلقینی، حافظ صلاح الدین العلائی زرکشی و قاضی ابو الفرج نہروانی و حافظ ابن حجر وغیرہم ہیں۔

پس معترضین کو چاہیے کہ پہلے بخاری و مسلم و سنن اربعہ کے راویوں کے وضاع اور کذاب ہونے کا اقرار کریں۔ اس کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ پر اعتراض پیش کریں۔

ثالثاً: کتاب المنتظم نہایت غیر معتبر کتاب ہے۔ اس میں صریح صریح غلطیاں اور بہت سے اوہام ہیں۔

کشف الظنون ص ۵۳۶ ج ۲ میں ہے:

"منتظم فی تاریخ الامم لابی الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی البغدادی المتوفی ۵۹۷ھجری ذکر فیه من ابتداء العالم الی الحضرت النبویة قال المولی علی بن الحنائی و فیه اوهام کثیرة واغلاط صریحة اشرت الی بعضها فی هامش علی نسخة بخطه مختصر"

"ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن جوزی بغدادی کی کتاب المنتظم جس میں ابتدائے عالم سے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ تک کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں (اس کے متعلق) مولی بن الحنائی کہتے ہیں کہ اس میں بہت اوہام اور صریح غلطیاں ہیں۔ بعض کی طرف میں نے حاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔"

چونکہ کتاب منتظم دفتر اغلاط ہے تاوقتیکہ روایات منقولہ کو معتبر سند سے معترض ثابت نہ کریں ہرگز جرح قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ نہ مولف قابل وثوق ہیں اور نہ ان

ل کتاب۔
اگر مدعی کو دعوی ہو تو اصل کتاب سے کوئی ایک روایت مع سند کے نقل کر کے پھر اس کا صحیح ثابت کرے۔
لطیفہ: ان روایت میں فقط ابوحنیفہ کا لفظ ہے۔ ابن جوزی چونکہ کثیر الاوہام ہیں۔ اما قال المولی علی بن الحنفی۔ اگرچہ انہوں نے ابوحنیفہ سے امام ابوحنیفہ کا ارادہ کیا ہے۔ مگر بغیر دلیل کے محض ان کی سمجھ حجت نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ ان روایات میں دوسرے ابوحنیفہ مراد ہوں۔ کیوں کہ ابوحنیفہ پانچ شخصوں کی کنیت ہے۔ دیکھو کتاب الاسماء والکنی للدولابی ص۱۵۹ ج۱ بلکہ علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے "قاموس" میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے۔
"قال فی ذکر لفظ الحنیف ابو حنیفۃ کنیۃ عشرین من الفقہاء اشہرھم امام الفقہاء النعمان"
"لفظ حنیف کے ضمن میں انہوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان بن ثابت ہے۔"
اور منتہی العرب میں ہے:
"ابو حنیفۃ کنیت بست فقیہ است اشہر آنہما نعمان بن ثابت کوفی است وھو الامام الاعظم"
"ابوحنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان بن ثابت کوفی ہے اور وہ امام اعظم ہیں۔"
از اں جملہ ابوحنیفہ سماک بن فضل امام شافعی کے استاد ہیں۔ جن کی روایت مسند امام شافعی ص۱۴۳ میں موجود ہیں۔ اور ابوحنیفہ عدوی سلیمان بن حیان ہیں جن کی روایت الکنی دولابی ص۱۶۰ ج۱ میں موجود ہے۔
پس بغیر حجت کے محض ابن جوزی کے کہنے سے کیوں یقین کیا جائے کہ روایات مذکورہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کوفی مراد ہیں۔ کیوں کہ کنیتوں کے اشتراک سے دھوکہ

میں آ جانا ممکن ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات شافعیہ ص ۱۸۷ ج ا۔
مذکور ہے ابن معین نے احمد بن صالح کو کہا کہ
"وایته کذابا یخطب فی جامع مصر"
''میں اس کو کذاب جانتا ہوں وہ مصر کی جامع مسجد میں تقریر کرتا ہے۔''
اس عبارت سے بعض نے یہ سمجھ لیا کہ اس سے احمد بن صالح مصری مراد ہیں۔ جو کہ بڑے ثقہ، حافظ اور رجال بخاری سے ہیں اور ان کو ضعیف سمجھ لیا۔ حالانکہ ابن معین نے دوسرے احمد بن صالح کو کہا تھا۔ اسی طبقات شافعیہ میں ہے:
"قلت وقد ذکر ان الذی ذکر فیه ابن معین هذه المقالة هو احمد بن صالح الشمونی وهو شیخ بمکة یضع الحدیث وانه لم یعن احمد بن صالح هذا وهکذا فی مقدمة فتح الباری ص ۴۴۷"
''میں کہتا ہوں کہ یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ ابن معین نے اپنے رسالہ میں جس کا تذکرہ کیا ہے وہ احمد بن صالح شمونی ہے۔ یہ مکہ کا ایک بوڑھا تھا جو حدیثیں گھڑتا تھا اور انہوں نے احمد بن صالح مصری مراد نہیں ہے یہی مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۷ میں بھی لکھا ہے۔''
پس معترضین کو چاہیے کہ نقل شدہ روایات کو صحیح کے بعد ابو حنیفہ کی تعیین دلیل سے بیان کریں۔ اس کے بعد ثبوت جرح کا دعویٰ کریں۔
رابعًا: ان روایات میں یہ مباحث بھی قابل ملاحظہ ہیں۔
(الف) پہلی روایت ابن جوزی نے بواسطہ عبداللہ بن علی بن المدینی نقل کی ہے۔ تاوقتیکہ عبداللہ کی توثیق وتعدیل ثابت نہ ہو جائے یہ روایت کیوں کر معتبر ہو سکتی ہے۔ پہلے معترض کو چاہیے کہ عبداللہ کی توثیق ثابت کریں۔ اس کے بعد ثبوت جرح کا دعویٰ کریں۔ کیوں کہ معتبر ناقلین سے ثابت ہے کہ علی بن المدینی نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے۔ کما مرّ سابقًا
اور حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں حافظ موصلی ازدی کی

کتاب سے امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل یحییٰ بن معین، شعبہ، شبابہ وغیرہم سے نقل کر کے لکھا ہے:

"وقال ابن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارك وحماد وهشيم ووکیع وعباد وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به"

"ابن مدینی نے فرمایا کہ ابوحنیفہ سے ثوری، ابن مبارک، حماد، ہشیم، وکیع، عباد، جعفر بن عون جیسے نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

(ب) دوسری روایت میں یہ کلام ہے کہ بر تقدیر ثبوت وہ جرح مبہم ہے اور تعدیل مفسر کے مقابلہ میں جرح مبہم غیر مقبول ہے۔

(ج) تیسری روایت میں یہ کلام ہے کہ ابوبکر بن ابوداؤد جو ابوحنیفہ کے جارح ہیں وہ خود مجروح اور کثیر الخطاء ہیں بلکہ ان کے والد ابوداؤد سجستانی نے ان کو کذاب تک کہہ دیا ہے اور خود ابوبکر نے اپنے خطا اور وہم کا بھی اعتراف کیا ہے۔

تذکرہ ص۳۳۱ ج۲ اور میزان ص۳۹ ج۲ میں ہے:

"قال السلمی سألت الدارقطنی عن ابن ابی داؤد فقال ثقة کثیر الخطأ فی الکلام علی الحدیث"

"سلمی کہتے ہیں کہ میں نے دارقطنی سے ابن ابی داؤد کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں لیکن حدیث پر کلام کرنے میں بہت غلطی کرتے ہیں۔"

"وفی التذکرة اخطأت فی ستة احادیث منها ثلثة حدثت بها کما حدثت وثلثة اخطأت"

"اور تذکرہ میں ہے میں نے چھ احادیث میں غلطی کی ان میں سے تین میں نے ویسے ہی بیان کیں جس طرح بیان کی گئیں اور تین میں غلطی کی۔"

علی بن حسین بن جنید کہتے ہیں:

"سمعت ابا داؤد یقول ابنی عبد الله کذاب قال ابن الصاعد کفانا ما

قال ابوہ فیہ"

"میں نے ابوداؤد کو کہتے سنا کہ میرا بیٹا عبداللہ کذاب ہے ابن صاعد نے کہا کہ جو کچھ اس بارہ میں اس کے باپ نے کہا ہے وہ وہی کافی ہے۔"

اور میزان ص ۳۹ ج ۳ میں ہے:

"ثم قال ابن عدی سمعت موسیٰ بن القاسم الاشیب یقول حدثنی ابو بکر سمعت ابراھیم الاصبھانی یقول ابو بکر بن داؤد اللہ کان عندی منسلخا من العلم"

"پھر ابن عدی نے فرمایا کہ موسیٰ بن قاسم الاشیب سے سنا فرماتے تھے کہ مجھ سے ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم اصبہانی کو فرماتے سنا کہ اللہ کی قسم! ابوبکر بن داؤد میرے نزدیک علم سے کورا ہے۔"

اور تذکرہ ص ۳۳۳ ج ۲ میں ہے:

"وقد تکلم فیہ ابوہ و ابراھیم" "اس پر اس کے والد اور ابراہیم نے کلام کیا۔"

علاوہ بریں ابوبکر بن ابوداؤد کا یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ نے ڈیڑھ سو حدیثیں روایت کی ہیں صریح البطلان اور محض غلط ہے اس لیے کہ کتب متداولہ جیسے مسند امام اعظم وعقود الجواہر المنیفہ وموطا امام محمد وآثار امام محمد وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایات کئی ہزار ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر بن ابوداؤد امام ابوحنیفہ کے تبحر فی الحدیث سے ناواقف تھے۔ پس ایسے ناواقف کی جرح ایسے ثقہ حافظ حدیث کے حق میں کہ جس کی تعدیل ابن معین، شعبہ اور ابن مدینی وغیرہم کر چکے ہوں کیا مؤثر ہو سکتی ہے۔

خامساً: علی سبیل التنزل بالفرض چند روایتوں میں اگر امام صاحب سے خطا ہو گئی ہو تو اس وجہ سے وہ غیر ثقہ اور سیئ الحافظہ نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ امام صاحب دوسرے محدثین اور حفاظ حدیث کی طرح حافظ حدیث تھے ان کے سینے میں لاکھوں

احادیث موجود نہیں۔ چند روایتوں اور راویوں میں مسامحت ہو جانے سے ان پر غیر ثقہ ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

غور فرمایئے محمد بن یوسف فریابی نے جن کو ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری ص ۵۱۹ میں لکھا ہے: **"من کبار شیوخ البخاری و ثقة الجمهور"**

"بخاری کے بڑے شیوخ میں سے ہیں اور جمہور نے ان کی توثیق فرمائی ہے۔"

ان کے متعلق اسی مقدمہ فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے:

"قال العجلی ثقة وقد اخطا فی مائة و خمسين حديثا و ذكر له ابن معين حديثا اخطا فيه فقال هذا باطل"

"عجلی نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں اور انہوں نے ایک سو پچاس حدیثوں میں غلطی کی ہے ابن معین کے سامنے وہ حدیث بیان کی گئی جس میں انہوں نے غلطی کی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ باطل ہے۔"

اب ذرا بنظر انصاف غور کیا جائے کہ امام صاحب کی طرف تو پچاس یا کم احادیث کی خطا کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی ثابت نہیں اور امام بخاری کے شیخ کی نسبت ڈیڑھ سو روایتوں میں غلطی کرنا حافظ ابن حجر کی معتبر کتاب سے ثابت ہوتا ہے۔ باوجود اس کے جمہور نے نہ ان کو غیر ثقہ کہا اور نہ بخاری نے ان کو غیر ثقہ سمجھا اور نہ ان کی حدیث چھوڑی اور نہ ان کے حق میں سکتوا عن حدیثہ لکھا اور نہ محدثین نے بخاری کے اصح الکتب ہونے سے انکار کیا۔ پس کیا وجہ ہے کہ بخاری کے استاد ڈیڑھ سو غلطیاں کرنے سے غیر ثقہ و سئی الحافظہ نہ کہے جائیں اور امام ابوحنیفہ خواہ مخواہ غیر ثقہ و سئی الحافظہ بتائے جائیں۔ کیا انصاف و دیانت اسی کا نام ہے۔ یہ محض ضد و حسد نہیں تو اور کیا ہے۔

"نعم ما قال ابن المبارك فلعنه ربنا اعداد رمل على من رد قول ابو حنيفة"

"ابن مبارک نے کیا عمدہ فرمایا، ہمارے پروردگار کی بے شمار لعنتیں ہوں اس شخص پر

جوامام ابوحنیفہ کے قول کورد کرے۔"

سادسًا: ابن جوزی کے خیالات کوخود ان کے خاندان کے واقف سند، انصاف پسند شخص نے رد کردیا ہے تنویر الصحیفہ میں ہے:

"اما ابن الجوزی فقد تابع الخطیب وقد عجب سبطه منه حیث قال فی مرأة الزمان ولیس العجب من الخطیب فانه طعن فی جماعة من العلماء وانما العجب من الجد کیف سالك اسلوبه وجاء بما هو اعظم"

"رہے ابن جوزی تو انہوں نے خطیب کی پیروی کی ہے اور ان کے نواسے نے اس پر بہت تعجب کیا چنانچہ مرأة الزمان میں فرماتے ہیں، خطیب پر تعجب نہیں ہے وہ جماعت علماء میں مطعون ہیں، تعجب تو نانا جان پر ہے کہ انہوں نے خطیب کا راستہ کیوں اختیار کیا اور ان سے بھی بڑھ گئے۔"

"قال فی المیزان ص ۱۰ فی ترجمة ابان بن زید وقد اورده ابن العلامة ابو الفرج بن الجوزی فی الضعفاء ولم یذکر فیه اقوال من وثقه وهذا من عیوب کتابه یسر والجرح ویسکت عن التوثیق"

"میزان ص ۱۰ میں فرماتے ہیں اور ایسے ہی ابان بن زید کے ترجمہ میں بھی آیا ہے کہ علامہ ابوالفرج جوزی نے ابان بن زید کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے اور ان کی توثیق کرنے والوں کا بالکل تذکرہ نہیں کیا یہ ان کی کتاب کا بہت بڑا عیب ہے کہ جرح کو بہت اچھی طرح بیان کرتے ہیں اور توثیق کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے۔"

تنبیہ:

جارحین کی فہرست میں علی بن المدینی، ابوبکر بن ابوداؤد اور ابوحفص عمر بن علی کا نام لکھا گیا ہے۔ ہم نے ابن جوزی کے جواب میں ایسی تقریر لکھ دی ہے کہ ان حضرات کی جرح کا جواب بھی معلوم ہو گیا ہے۔ لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

نوٹ:

ابن جوزی کی کتاب المنتظم ہندوستان میں نایاب ہے، پٹنہ وغیرہ کے مشہور کتب خانوں میں بھی یہ کتاب موجود نہیں ہے اور نہ کسی دوسری کتاب میں یہ روایتیں پائی جاتی ہیں۔ البتہ درایہ تخریج ہدایہ کے حاشیہ پر سے بحوالہ منتظم یہ روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ بہرحال اصل کتاب اور ان روایتوں کی سند کا کچھ پتہ نہیں۔ لہٰذا ان روایات سے استدلال کرنا غلط اور محض غلط ہوگا۔ تفتیش اور جستجو سے معلوم ہوا کہ کتاب المنتظم جامع از ہر قاہرہ اور مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں موجود ہے۔ (محمد اسماعیل سنبھلی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ (۱)

اعتراض و جواب نمبر ۸:

(۸) خطیب بغدادی: خطیب بغدادی کی کوئی خاص عبارت ایسی نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ امام صاحب کے متعلق خود ان کا خیال کیا ہے؟ وہ تو بحیثیت ایک مورخ کے مختلف روایات واقوال کو اپنی کتاب میں جمع کر دیتے ہیں۔ علاوہ بریں جو روایتیں تاریخ خطیب سے نقل کی جاتی ہیں ان کی صحت بھی ثابت نہیں ہے۔

ابن جزلہ حکیم بغدادی نے مختصر تاریخ خطیب میں امام ابوحنیفہ کی خوب مدح وثنا کی ہے اور خطیب بغدادی کو نہایت درجہ کا متعصب اور نا انصاف بتلایا ہے۔

خطیب بغدادی نے فقط امام ابوحنیفہ کی رد وقدح پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کی شان میں بھی رطب ویابس روایات نقل کی ہیں۔

پس جس طرح سے حضرت امام احمد وغیرہ حضرات کے بارے میں خطیب کا قول غیر معتبر اور مدفوع تصور کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ کے بارے میں نامعتبر اور غلط خیال کرنا چاہیے۔

(۱) یہ اس زمانہ کی بات ہے جب یہ مضمون لکھا گیا تھا۔ یعنی تقریباً آج سے ۳۹ سال قبل۔ اب المنتظم شائع ہو چکی ہے۔ (سید مشتاق علی شاد)

نوٹ:

تاریخ بغداد (قلمی) (۱) مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (محمد اسماعیل غفرلہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ)

اعتراض نمبر ۹:

(۹) حافظ ابن عبدالبر: معترضین کی طرف سے تمہید شرح مؤطا ص ۲۷۲ ج ۲ سے یہ عبارت نقل کی جاتی ہے:

"لم یسندہ غیر ابی حنیفۃ وھو سئی الحفظ عند اھل الحدیث"

جواب:

اولاً: حافظ ابن عبدالبر نے نہایت صراحت کے ساتھ اپنی کتاب "العلم" میں امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل ائمہ فن رجال، جیسے یحییٰ بن معین، شعبہ، حافظ موصلی ازدی اور علی بن المدینی وغیرہم سے نقل کی ہے اور جارحین کو مفرط اور متجاوز الحد قرار دیا ہے۔

کتاب العلم ص ۱۹۲ میں ہے:

"قال ابو عمر افرط اصحاب الحدیث فی ذم ابی حنیفۃ وتجاوز والحد فی ذالک" وایضاً ص ۱۹۴

"ابوعمر نے فرمایا کہ اہل حدیث نے امام ابوحنیفہ کی برائی میں بہت مبالغہ سے کام لیا اور حد سے تجاوز کر گئے۔"

"الذین رووا عن ابی حنیفۃ ووثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ"

"جنہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی اور ان کی توثیق وتعریف کی ان کی تعداد کلام کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔"

---

(۱) تاریخ بغداد اب طبع ہو چکی ہے۔ (مشتاق)

ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان ص ۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الحافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بعد کلام ذکرہ واھل الفقہ لا یلتفتون من طعن علیہ ولا یصدقون بشیء من السوء ینسب الیہ"

''حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ کلام کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ فقہاء امام صاحب پر طعن کرنے والوں کی طرف بالکل التفات نہیں کرتے اور ان کی جانب منسوب کی جانے والی کسی برائی کی تصدیق نہیں کرتے۔''

اب کہ خود ابن عبدالبر کی تصریح سے امام صاحب کی توثیق ثابت ہے تو اب سمجھنا چاہئے کہ "ھو سیئ الحفظ عند اھل الحدیث" "اہل حدیث کے نزدیک ان کا حافظہ خراب تھا۔"

سے کیا مراد ہے، کیا کل اہل حدیث مراد ہیں؟ یا بعض؟ کل تو مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود لکھ چکے ہیں:

"والذین وثقوہ اثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ"

''امام صاحب کی توثیق و تعریف کرنے والے کلام کرنے والوں سے زیادہ ہیں۔''

پس لامحالہ بعض مراد ہیں پھر وہ بعض بھی بہت تھوڑے سے ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر کے کلام سے نتیجہ صاف یہ نکلا:

"ھو سیئ الحفظ عند قل اھل الحدیث الذین ھم مفرطون ومتجاوزون عن الحد فیہ ذمہ وغیر مصدقین عند اھل الفقہ فی نسبۃ السوء الیہ"

''کہ امام صاحب بعض ان اہل حدیث کے نزدیک سیئ الحفظ تھے جو امام صاحب کی برائی میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں اور جو فقہاء کے نزدیک امام صاحب کی طرف برائی کی نسبت کرنے میں بالکل جھوٹے ہیں''

اب مقام غور ہے کہ کیا اس جرح سے امام ابوحنیفہ ﷫ سیئ الحفظ ہو سکتے ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں، بلکہ حسب تحریر حافظ ابن عبدالبر خود جارح مفرط اور متجاوز عن الحد کہے

جائیں گے۔

ثانیاً: بخاری کے ثقہ راوی ایوب بن سلیمان کو حافظ ابن عبدالبر نے ضعیف لکھا ہے۔ مگر محدثین نے اسے افراط قرار دیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۳۵۴) اور صحاح کے راوی زہیر بن محمد کو بھی ابن عبدالبر نے ضعیف بتلایا ہے۔ مگر محدثین نے افراط پر محمول کیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۳۶۸)

غور کیا جائے بخاری کے راویوں پر ابن عبدالبر کی جرح افراط پر محمول کی جاتی ہے تو امام ابوحنیفہ کے حق میں کیوں نہ محمول ہوگی۔

ثالثاً: تمہید شرح موطا حافظ ابن عبدالبر کی اوائل تالیفات میں سے ہے اور کتاب جامع البیان العلم بعد تصنیف ہے۔ چنانچہ مختصر جامع بیان العلم ص ۲۰۲ میں ہے:

"واوضحنا فی کتاب التمهيد" "اور ہم کتاب التمہید میں وضاحت کر چکے تھا"

پس پہلی تحریر پچھلی تحریر (جس میں امام صاحب کی توثیق کی گئی ہے) کے معارض نہیں ہوسکتی۔

اعتراض وجواب نمبر ۱۰:

(۱۰) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام صاحب کی توثیق کی ہے اور تقریب التہذیب، وتہذیب التہذیب میں کوئی کلمہ تضعیف کا نہیں لکھا اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں کتابیں خاص فن رجال کی ہیں جس کا موضوع بجز تنقید رجال کے اور کچھ نہیں۔

پس ابن حجر کی طرف تضعیف کا انتساب قابل بحث ہے۔ باقی درایہ تخریج ہدایہ میں جو حافظ بن حجر نے بیہقی اور دار قطنی کی تضعیف نقل کی ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ حکایت نہیں ہے تب بھی اس میں شک نہیں کہ وہ جرح مبہم ہے اور اصول میں مذکور ہے کہ تعدیل وجرح جب دونوں مبہم ہوں تو تعدیل مقدم ہوگی۔ خود حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ الفکر میں اسی اصول کو لیا ہے۔

پس اصول کے مطابق یہی کہنا ہوگا کہ ابن حجر کی تعدیل ان کی جرح پر مقدم ہوگی۔
بنا بریں یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ ابن حجر نے ابو حنیفہ کو ضعیف اور سئی الحافظہ کہا ہے۔ جیسا معترضین کا خیال فاسد ہے۔ دیکھو حافظ ابن حجر نے خود لسان المیزان کے دیباچہ میں لکھا ہے:

"فوجه قولهم ان الجرح لا يقبل الا مفسرا هو فيمن اختلف فيه بوثيقه و تجريحه"

"پس ان کے قول جرح جب تک مفسر نہ ہو قابل قبول نہیں، ان کی توجیہ یہ ہے کہ یہ ان حضرات کے بارے میں ہے جن کی توثیق و تجریح میں اختلاف ہو۔"

اعتراض نمبر ۱۱:

(۱۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کوئی بھی عربی عبارت کسی بھی معتبر کتاب سے حضرت امام اعظم کی پیش نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا حضرت امام احمد بن حنبل کی جانب تضعیف اور سئی الحفظ کی نسبت کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور بحوالہ مختصر تاریخ خطیب جو عبارت نقل کی جاتی ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ سے روایت نہیں لینی چاہیے۔

جواب:

اولاً: بر تقدیر ثبوت عبارت یہ جرح مبہم ہے۔

ثانیاً: حسب تصریح ابن حجر کی شافعی خطیب بغدادی نے جو قدح میں امام ابو حنیفہ کی باتیں نقل کی ہیں وہ غیر معتبر اور ضعیف الاسناد ہیں۔ (خیرات حسان ص ۷۶)

پس معترضین کو چاہیے کہ اس روایت کی سند نقل کر کے اس کی صحت بھی ثابت کریں۔

ثالثاً: حسب قاعدہ معترضین جب کہ امام احمد خود مجروح ہیں تو ان کی جرح امام صاحب کے حق میں معتبر نہیں ہو سکتی۔ تنویر الصحیفہ میں خطیب نے امام احمد پر جرح کی روایات کو نقل کیا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:

(۱۲) قاضی ابو یحییٰ زکریا، الفیہ عراقی کے حاشیہ ص ۳۵ سے نہ کہ اصل کتاب سے فتح

الباقی کی یہ عبارت نقل کی جاتی ہے۔ (فتح الباقی مدینہ منورہ کے کتب خانہ شیخ الاسلام میں موجود ہے)

"فیکون قادحا کما فسد اللذھبی وابن عبدالبر وابن عدی ونسائی والدار قطنی فی ابی حنیفة انه ضعیف من قبل حفظه"

"پس وہ قادح ہوگا امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہ ان کا حافظہ کمزور تھا جیسا کہ ذہبی، ابن عبدالبر، ابن عدی، نسائی اور دار قطنی نے تفسیر فرمائی۔"

جواب:

قاضی ابویحیٰ زکریا متاخرین سے ہیں۔ انہوں نے ۸۹۲ھ میں فتح الباقی تصنیف کی ہے۔ بعض حضرات نے ان کو ابن ہمام اور ابن حجر کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی وفات ۹۲۸ھ میں ہوئی ہے۔ یہ کوئی امام فن نہیں ہیں بلکہ محض مین سے ناقل ہیں۔ اب یہ امر قابل تحقیق ہے کہ انہوں نے جو فتح الباقی میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ فیکون قادحا الخ نفس الامر کے مطابق ہے یا نہیں؟ حقیقت الامر یہ ہے کہ یہ اجتہادی قول ان کا مسامحہ سے خالی نہیں۔ کیوں کہ امام ذہبی سے امام صاحب کی توثیق بخوبی ثابت ہے چہ جائیکہ جرح مفسر اور ابن عدی اور دار قطنی سے بھی جرح مفسر منقول نہیں، ہاں رہے نسائی سو وہ متعصب اور متشدد ہیں۔

"کما بیناہ مدللا" "جیسا کہ ہم مدلل بیان کر چکے ہیں۔"

پس ان کی جرح کس قدر قادح ہوگی اور حافظ ابن عبدالبر خود امام صاحب کے معدل اور موثق ہیں اور تمہید میں جو لکھا ہے کہ ثنی الحفظ عند اہل الحدیث ہم نے ان ہی کے کلام سے ثابت کر دیا ہے کہ اہل حدیث سے بعض اہل حدیث مفرط اور متجاوز عن الحد مراد ہیں۔

پس یہ جرح بھی قادح نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ صاحب فتح الباقی نے کمال تحقیق سے کام نہیں لیا اور بغیر تعمق نظر کے امام ابوحنیفہ کو مجروح لکھ دیا ہے۔

ثالثاً: اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ مان لیں کہ حسب قول صاحب فتح الباقی ان

لوگوں سے جرح مفسر ثابت ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کی عدالت، وثاقت، امانت اور جلالت شان ائمہ سلف صالحین اور ائمہ فن سے ثابت ہو، اس کے حق میں جرح مفسر بھی قابل قبول نہیں ہوتی۔ دیکھو سبکی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے حق میں اگر ہزاروں طریقے سے جرح مفسر بیان کی جائے ہم ہرگز نہیں مانیں گے، فرماتے ہیں:

"ولا يقبل قوله (ابن معين) في الشافعي ولو فسره وأتى بألف إيضاح لقيام القاطع انه غير محقق بالنسبة اليه" (الطبقات الشافعية ص ۱۹۷)

"اور ابن معین کا قول امام شافعی کے بارے میں قابل قبول نہیں، چاہے ہزاروں طریقے سے مفسر ہو، اس لیے کہ عدم ثبوت پر دلیل قاطع قائم ہو چکی ہے۔"

پس ثابت ہوا کہ صاحب فتح الباقی کا قول خلاف تحقیق اور غیر ثابت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳:

(۱۳) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب مصفیٰ شرح مؤطا سے ایک مضمون نقل کر کے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مولانا دہلوی نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف اور سئی الحفظ قرار دیا ہے۔

جواب:

حضرت شاہ صاحب کی طرف تضعیف کا انتساب محض غلط اور فریب ہے۔ ملاحظہ فرمایئے مصفیٰ شرح مؤطا کی عبارت یہ ہے:

"بالجملہ ایں چہار امامان کہ عالم را علم ایشاں احاطہ کردہ است امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد ایں دو امام متاخر شاگرد امام ابوحنیفہ و امام مالک بودند و مستفید ان از علم او و عصر تبع تابعین بودند مگر ابوحنیفہ و امام مالک آں یک شخصے کہ روساء محدثین مثل احمد و بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی یک حدیث از وے در کتاب ہائے خود روایت نہ کردہ اند و رسم روایت حدیث از وے بطریق ثقات جاری نہ شد و آں دیگر شخصے ست کہ اہل نقل اتفاق دارند برآنکہ چوں حدیث روایت او ثابت شد بدرجہ اعلیٰ صحت رسید"

"حاصل کلام یہ ہے کہ عظیم المرتبت امام کہ ان کے علم نے تمام عالم کا احاطہ کر لیا ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد۔ یہ بعد کے دو امام، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے شاگرد اور ان کے علوم سے فیض یاب ہونے والے ہیں۔ اور تبع تابعین کے دور کے صرف امام ابوحنیفہ اور امام مالک ہیں۔ وہ امام کہ جن سے رؤس المحدثین، مثلاً احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے اپنی کتابوں میں ایک روایت بھی نقل نہیں کی ہے اور ثقات کی طرح روایت حدیث کا طریقہ ان سے جاری نہ ہوا اور دوسرے امام وہ ہیں جن پر اہل نقل کا اتفاق ہے کہ جو حدیث ان سے ثابت ہے وہ صحت کے بلند ترین مقام تک پہنچ گئی ہے۔"

شاہ صاحب کی عبارت میں دو مضمون قابل غور اور لائق توجہ ہیں۔ ایک یہ کہ امام ابوحنیفہ سے رؤس محدثین نے ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ معتبر راویوں سے ان کی روایت جاری نہیں ہوئی۔

اول مضمون اگر صحیح بھی ہو "وعندی فیہ نظر کما استعرفہ"

"میرے نزدیک یہ قابل غور ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔"

تو اس سے امام ابوحنیفہ ؒ کی تضعیف ہرگز لازم نہیں آتی۔ ہزاروں ثقہ راوی ہیں کہ بعض نے ان سے روایت کی ہے اور بعض نے نہیں کی ہے۔ کسی ایک کی ترک روایت سے تضعیف کا اثبات محض ایک غلط خیال ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی اور اگر دوسرا مضمون صحیح مان لیا جائے تو اس سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایت معتبر واسطہ سے جاری نہیں ہوئی۔ نہ یہ کہ خود وہ ضعیف تھے۔ دیکھیے صدہا سنن و مسانید و معاجم ہیں جن کے مؤلف خود ثقہ ہیں مگر مثل مؤطا کے ان کی حدیثیں معتبر واسطہ سے مروی نہیں تو کیا اس وجہ سے وہ ضعیف کہے جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔

مسند امام شافعی، مسند امام احمد، مسند ابویعلی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن دارمی، معجم طبرانی، صغیر و کبیر وغیرہا کو دیکھو طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی کتابیں ہیں۔ ان میں ضعاف

روایتیں بھری ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان کے مؤلفین غیر ثقہ نہیں سمجھے جاتے۔ در حقیقت شاہ صاحب کی عبارت سے غلط مضمون اخذ کیا گیا ہے ورنہ مولانا دہلوی کی عبارت سے ہرگز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی۔

ثانیاً: تقریب وتہذیب التہذیب اور خلاصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نسائی و ترمذی کے راوی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔

پس یہ دعویٰ کہ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت نہیں کی سرے سے غلط ہے۔

تنبیہ:

واضح ہو کہ مصفیٰ کی ترتیب وتہذیب حضرت شاہ صاحب نے خود نہیں کی تھی بلکہ مسودات غیر مرتب چھوڑ کر مولانا نے رحلت فرمائی۔ وفات کے پانچ چھ ماہ بعد آپ کے تلمیذ خاص مولانا محمد عاشق صاحب نے اس کو مرتب کیا ہے جیسا کہ اس امر کو خود مولوی صاحب موصوف نے کتاب کے آخر میں لکھ دیا ہے۔

لہٰذا یہ مضمون کہ اصحاب صحاح ستہ نے امام صاحب سے روایت نہیں کی اگرچہ مصفیٰ میں موجود ہے چونکہ معنیً غلط ہے ہمارا احسن ظن یہ ہے کہ مولانا دہلوی کے قلم سے نہ نکلا ہوگا شاید مرتب کتاب سے غلطی ہوگئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ثالثاً: مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب فیوض الحرمین ص ۴۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

"عرفنی رسول الله ﷺ ان المذهب الحنفی طریقة انیقة هی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابه"

"مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایسا عمدہ طریقہ ہے جو سنت معروفہ سے بہت موافق ہے جس کو امام بخاری وغیرہ کے زمانہ میں وضاحت کے ساتھ جمع کیا گیا۔"

مقام غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مولانا ممدوح کو یوں تلقین فرمائی کہ مذہب حنفیہ

میں ایسا عمدہ طریقہ ہے جو سنت معروفہ کے ساتھ موافق تر ہے۔ باوجود اس کے مولانا ممدوح امام صاحب کو متروک الحدیث کیوں فرمائیں گے۔ کھینچ تان کر جس قدر جرحیں امام ہمام ابو حنیفہ پر نقل کی جاتی ہیں ان کا تفصیلی جواب ہم لکھ چکے ہیں۔

باقی ان کے علاوہ مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، وکیع بن الجراح، عمرو الناقد ابن القطان، ابو اسحاق الفرازی، طاؤس، زہری، ہشام بن عروہ، جلال الدین سیوطی اور عبد الرؤف مناوی کے نام فہرست میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ کے سئی الحفظ اور ضعیف کہنے والوں کی تعداد بڑھائی جاتی ہے۔ یہ بجز اظہار حسد اور مغالطہ دہی کے اور کچھ نہیں ہے۔

اب ہم معترضین کے چند مشہور اقوال نقل کر کے ان کا بھی رد کرتے ہیں تا کہ معترضین کی عبارت تعصب اور حسد امام صاحب کے ساتھ ظاہر ہو جائے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

کہا جاتا ہے کہ ابوداؤد ص ۳۵ ج ۲ میں ہے:

"قال ابو علی سمعت ابا داؤد یقول لیس بحدیث اهل الکوفة نور"

"ابو علی نے فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے سنا کہ وہ فرماتے تھے اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں ہے۔"

جواب:

اس عبارت سے نہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تضعیف ثابت ہوتی ہے اور نہ کسی کوفی کی۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام احمد ایک خاص حدیث عن الاعمش الی غیر ابیہ جو بواسطہ ابو عثمان مروی ہے۔ اس میں سماع کی تصریح ہے کیوں کہ یہ حدیث بلفظ حدثنی مروی ہے اور کوفہ کے لوگوں نے اس حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کی ہے۔ امام احمد اسی کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں کی یعنی کوفیوں کی یہ حدیث عن حدیث السماع روشن اور واضح نہیں ہے بھلا اس عبارت کو جرح سے کیا تعلق ہے؟

ثانیاً: اگر اس خیال کو صحیح فرض کر لیا جائے تو پھر اس عبارت سے تمام اہل کوفہ کی

تضعیف ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بخاری، مسلم، مسند احمد، سنن اربعہ، دارقطنی، مسند شافعی اور موطا امام مالک میں کوئی ہزار راوی کوفی ہیں جیسا کہ اسماء الرجال سے ثابت ہے۔ پس تمام کتابیں حدیث کی حسب خیال معترضین ردی اور ضعیف ٹھہریں گے۔

ثالثاً: اگر معترضین کے نزدیک اہل کوفہ کے سب کے سب ضعیف ہیں تو امام احمد نے اہل کوفہ کی بعض اسانید کو اصح الاسانید کیوں فرمایا ملاحظہ ہو۔ تدریب الراوی ص ۳۳۔

"قال عبد الله بن احمد عن ابیه لیس بالکوفة اصح من هذا الاسناد یحیی بن سعید القطان عن سفیان الثوری عن سلیمان التیمی عن الحارث بن سوید عن علی رضی اللہ عنہ"

"عبداللہ بن احمد نے اپنے والد کا قول نقل فرمایا ہے کہ اسناد اہل کوفہ میں یہ سند سب سے زیادہ صحیح ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان نے روایت کیا کہ سفیان ثوری سے، انہوں نے سلیمان تیمی سے، انہوں نے حارث بن سوید سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے"

رابعاً: حدیث نبوی سے امام ابوحنیفہ اور اویس قرنی کی تعریف ثابت ہے حالانکہ یہ لوگ کوفی تھے۔ چنانچہ حافظ سیوطی تبییض الصحیفہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"قد بشر صلی اللہ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفة فی الحدیث الذی اخرجه ابو نعیم فی الحلیة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناوله رجال من ابناء فارس فهذا اصل صحیح یعتمد علیه فی البشارة والفضیلة"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کے لیے اس حدیث میں بشارت سنائی ہے جس کو ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر بھی ہوگا تو اس کو فارس کے بعض لوگ حاصل کرلیں گے۔ یہ بشارت وفضیلت کے معاملہ میں بہت صحیح اصل ہے اور قابل اعتماد ہے۔"

اور سیوطی کے شاگرد محمد بن یوسف دمشقی شافعی نے لکھا ہے:

"وما جزم به شيخنا من ان ابا حنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس مبلغه احد"

''ہمارے شیخ نے جو اس حدیث سے امام ابوحنیفہ کو مراد لیا ہے وہ بلاشبہ بالکل صحیح ظاہر ہے اس لیے کہ ابناء فارس میں امام ابوحنیفہ کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچا''

اور حافظ ابن حجر شافعی خیرات حسان ص ۱۶ میں لکھتے ہیں:

"ومما يصح الاستدلال به على عظم شان ابي حنيفة ؒ ما روى عنه ﷺ قال ترفع زينة الدنيا سنة خمسين و مائة"

''وہ روایت جس سے امام ابوحنیفہ کی عظمت شان پر استدلال کیا جا سکتا ہے، وہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی زینت ایک سو پچاس سال تک بلند ہوتی رہے گی۔''

اب حضرت اویس قرنی کی مدح میں روایت ملاحظہ ہو ''الفیہ'' میں ہے:

"والقرني اولياء اهل الكوفة" ''حضرت اویس قرنی کوفہ کے ولی تھے''

سخاوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وصوب المصنف القائلين باويس بحديث عمر ؓ سمعت رسول الله ﷺ يقول ان خير التابعين رجل يقال له اويس"

''حدیث عمر ؓ کی وجہ سے قائلین اویس کی مصنف نے تصدیق کی ہے۔ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تابعین میں بہترین شخص وہ ہیں جن کا نام اویس ہے۔''

اور خود امام احمد نے بھی اپنی مسند میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے۔

اب بنظر انصاف دیکھا جائے کہ خود امام احمد اپنی مسند میں حدیث نبوی ﷺ سے بعض اہل کوفہ کی مدح و تعریف ثابت کر رہے ہیں تو پھر وہ تمام اہل کوفہ کو ضعیف اور غیر معتبر کیونکر کہیں گے۔ ایسے اعتراضات سے شرم کرنی چاہیے کسی نے خوب کہا ہے:

رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

اعتراض نمبر ۱۵:

کہا جاتا ہے کہ تدریب الراوی میں ص ۳۳ پر ہے:

"قال المالك اذا خرج الحديث من الحجاز انقطع نخاعه"

"امام مالک نے فرمایا کہ حدیث جب حجاز سے نکل جاتی ہے تو اس کا مغز منقطع ہو جاتا ہے۔"

اعتراض نمبر ۱۶:

اور امام شافعی کا قول ہے:

"اذا لم يوجد للحديث من الحجاز اصل ذهب نخاعه"

"جب کسی حدیث کا ثبوت حجاز سے نہ ملے تو اس کا مغز جاتا رہتا ہے۔"

اعتراض نمبر ۱۷:

اور طاؤس نے کہا ہے:

"از حدثك العراقي مائة حديث فاطرح تسعة و تسعين و كن من الباقي في شك"

"اگر تجھ سے کوئی عراقی سو حدیثیں بیان کرے تو اس میں سے ننانوے حدیثوں کو پھینک دے اور ایک میں مشکوک رہ"

اعتراض نمبر ۱۸:

اور زہری نے کہا ہے:

"ان في حديث اهل الكوفة زغلا كثيرا"

"اور اہل کوفہ کی حدیث میں بہت دھوکہ ہے۔"

اعتراض نمبر ۱۹:

اور خطیب نے کہا ہے:

"ان رواياتهم كثيرة الزغل قليلة السلامة من العلل"

''اہل کوفہ کی روایتیں دھوکے سے بھری ہوتی ہیں اور کمزوری سے بہت کم محفوظ ہوتی تھیں۔''

جواب:

ان پانچ اعتراضات کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں:

ان اقوال سے نہ ابو حنیفہ کی تضعیف ثابت ہوتی ہے اور نہ کسی عراقی اور نہ کوفی کی اور نہ باقاعدہ اصول یہ جرح کے اقوال ہیں۔ خاص خاص مواقع پر خاص وجوہ کی بنا پر ان حضرات نے یہ باتیں لکھی ہیں۔

اگر حسب خیال معترض یہ جرح کے کلمات ہیں تو دنیا سے حدیث کا نام مٹ جائے گا۔ کیوں کہ حسب قول امام مالک و امام شافعی ہر حدیث کی اصل مکہ مدینہ سے ملنی چاہیے اور حسب قول زہری عراقی یعنی بصری و کوفی اور بغدادی وغیرہم کی روایات فی صدی ایک ہی قابل اعتبار ہوگی اور حسب قول ہشام بن عروہ عراقی کی فی ہزار نوسو نوے احادیث متروک اور دس احادیث محتمل الصحۃ ہوں گی کمافی تدریب الراوی

"وقال هشام بن عروة اذا حدثك العراقى بالف حديث فالق تسع مائة و تسعين و كن من الباقى فى شك"

''ہشام بن عروہ نے کہا کہ اگر تجھ سے کوئی عراقی ایک ہزار حدیثیں بیان کرے تو ان میں نوسو نوے کو ترک کر دے اور دس حدیثوں میں مشکوک رہ۔''

اب معترضین اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر احادیث کی جانچ کریں جتنی کتابیں احادیث کی موجود ہیں۔ مثلاً بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دار قطنی، موطا امام مالک اور سنن دارمی وغیرہا میں سے خاص حجاز کی روایات انتخاب کریں اور سب روایات چھوڑ دیں۔ پھر حجاز کی روایتوں میں اگر کوئی راوی بصری، کوفی، بغدادی ہو تو اس کو چھوڑ دیں۔

پھر ان احادیث میں اگر کوئی ایسا راوی ہو کہ اس پر کسی قسم کی جرح کسی سے منقول ہو تو اس کو بھی چھوڑ دیں۔ اس کے بعد دیکھیں کہ ان کے ہاتھ میں کتنی حدیثیں صحیح باقی رہتی

ہیں؟

ہمارے خیال میں نماز روزہ کی احادیث بھی ان کے پاس باقی نہ رہیں گی تو پھر اہل حدیث کا لقب بھی کذب صریح اور غلط ہوگا۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عراق میں ہزاروں صحابہ موجود تھے۔

"کما قال ابن الھمام لان الصحابۃ انتشرت فی البلاد خصوصًا العراق"

"ابن ہمام نے فرمایا کہ صحابہ مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے تھے خصوصاً عراق میں۔"

"قال العجلی فی تاریخہ نزل الکوفۃ الف و خمسن مائۃ من الصحابۃ"

"عجلی نے اپنی تاریخ میں فرمایا ہے کہ کوفہ میں پندرہ سو صحابہ قیام پذیر ہو گئے تھے۔"

انصاف کرنا چاہیے کہ جس جگہ ڈیڑھ ہزار صحابہ موجود ہوں اور شب و روز قال اللہ و قال الرسول کا ذکر ہو وہاں کے لوگ حدیث سے ناواقف کیونکر ہو سکتے ہیں اور ان کی روایت محض عراقی و کوفی ہونے کی وجہ سے کیوں متروک ہوگی؟

اعتراض نمبر ۲۰:

کہا جاتا ہے کہ قیام اللیل ص ۱۲۳ میں ہے:

"قال ابن المبارک کان ابو حنیفۃ یتیما فی الحدیث"

"ابن المبارک نے کہا امام ابو حنیفہ حدیث میں یتیم تھے۔"

جواب:

یہ کوئی کلمہ جرح کا نہیں ہے اور نہ امام صاحب کی اس سے تضعیف ثابت ہوتی ہے کیوں کہ یتیم کے معنی محاورہ میں یکتا اور بے نظیر کے بھی آتے ہیں۔

صحاح ص ۳۳۹ ج ۲ میں ہے:

"و کل شیء مفرد بغیر نظیرہ فھو یتیم فقال درۃ یتیمۃ"

"ہر وہ چیز جس کا ثانی نہ ہو وہ یتیم کہلاتی ہے اس لیے درِ یتیم کہا جاتا ہے۔"

"قال الاصمعی الیتیم الرملۃ المنفردۃ قال و کل منفرد و منفردۃ عند

العرب يتيم و يتيمة"
''اصمعی نے کہا: یتیم ریت کے ایک اکیلے ذرہ کو کہتے ہیں اور کہا ہر اکیلی چیز کو یتیم کہا جاتا ہے۔''
پس عبداللہ بن مبارک کے قول کا یہ مطلب ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں یکتا اور بے نظیر تھے چنانچہ اس کی تائید خود ابن مبارک کے دوسرے قول سے ہوتی ہے۔
مناقب کردری ص ۲۲۹ ج ا میں ہے:
"عن المبارك قال اغلب على الناس بالحفظ والفقه والصيانة والديانة وشدة الورع"
''ابن مبارک نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حافظہ، فقہ، علم، پرہیزگاری اور دیانت اور تقویٰ میں سب لوگوں پر غالب تھے۔''
عبداللہ بن مبارک امام صاحب کے شاگرد تھے۔ انہوں نے حضرت امام اعظم کی بہت زیادہ تعریفیں کی ہیں۔ مناقب موفق ابن احمد کی ص ۵۱ ج ۲ میں ہے۔ سوید بن نصر کہتے ہیں:
"سمعت ابن المبارك يقول لا تقولوا رأى ابى حنيفة ولكن قولوا تفسير الحديث"
''ابن مبارک فرماتے تھے یہ نہ کہو کہ یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث تفسیر ہے۔''
"وايضًا فيه قال المحروم من لم يكن له حظ من ابى حنيفة"
''نیز فرمایا جس نے امام صاحب سے کچھ حاصل نہیں کیا وہ محروم ہے۔''
"وايضًا قال عبد الله بن المبارك هاتوا فى العلماء مثل ابى حنيفة و الا دعونا ولا تعذبونا"
''عبداللہ بن مبارک نے فرمایا تمام علماء میں امام ابوحنیفہ جیسا کوئی عالم پیش کرو ورنہ ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں نہ ستاؤ۔''

"وايضا قال عليكم بالاثر ولابد للاثر من ابي حنيفة، يعرف به تاويل الاحاديث ومعناه"

''نیز فرمایا: تمہارے اوپر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کے لیے امام ابو حنیفہ کا قول ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور معنی معلوم ہو جائیں گے۔''

اور بہت سے اقوال عبداللہ بن مبارک کے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں شائع اور کتابوں میں مذکور ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ معترض نے جو عبداللہ بن مبارک کو جارح امام صاحب سمجھا ہے یہ محض نفس پرستی اور غلط فہمی ہے۔

ثانیا: بر تقدیر تسلیم ممکن ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے یہ کلمہ اس وقت فرمایا ہو جب امام صاحب علم کلام کی طرف زیادہ مائل تھے اور علم حدیث وفقہ کا زیادہ اشغال نہ رہا ہو۔ اور امام صاحب کی تعریفیں اور ان کی تعدیل وتوثیق جو عبداللہ بن مبارک نے کی ہے وہ اس وقت کی ہوں جب کہ امام صاحب محدث وفقیہ ہو چکے تھے۔ لہٰذا عبداللہ بن مبارک کے دونوں قول صحیح ہو سکتے ہیں اور امام صاحب پر کوئی حرف بھی نہیں آتا۔

اعتراض نمبر ۲۱:

کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کو حدیث میں چنداں دخل نہ تھا۔ کل سترہ حدیثیں جانتے تھے۔ تاریخ ابن خلدون میں ہے فابو حنيفة يقال بلغت روايته الى سبع عشرة حديثا.

جواب:

ابن خلدون نے کسی مجہول شخص کا قول نقل کیا ہے جو غلط اور بدیہی البطلان ہے۔ جیسا کہ تعبیر لفظ یقال ضعف مقولہ پر دال ہے۔ اور اسی جگہ صراحتہ یہ بھی مذکور ہے۔

"وقد تقول بعض المتعصبين ان منهم من كان قليل بضاعة في الحديث ولا سبيل هذا المعتقد في كبار الائمة لان الشريعة انما

تو خذ من الکتاب والسنۃ۔ الخ"

درحقیقت امام صاحب کو ہزاروں احادیث اور ہزاروں آثار صحابہ معلوم تھے۔ مگر آپ نے چونکہ اشرف علم فقہ کو زیادہ اپنایا۔ اس میں انہوں نے تدوین فرمائی اور وہ مقنن اور مدون تھے اس لیے فقیہ مشہور ہوئے اور چونکہ محدث الفاظ حدیث کا ماہر ہوتا ہے اور فقیہ معانی احادیث کو زیادہ جانتا ہے۔ اور استنباط مسائل کرتا ہے اس لیے اس کا مرتبہ زیادہ ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے باب غسل میت میں لکھا ہے "اور یہی فقہاء نے فرمایا اور وہ حدیث کے معانی کو زیادہ جانتے ہیں" امام صاحب کو امام ذہبی نے حفاظ حدیث اور محدثین کے طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے۔ جس طرح بہت سے صحابہ وتابعین اور محدثین حدیث کو نقل حدیث بہت کم بیان کرتے تھے۔ بلکہ نقل مسئلہ بیان کرتے تھے۔ اس طرح امام صاحب نے بھی احادیث کو نقل حدیث بیان نہیں کیا۔ البتہ مسائل مستنبط من الاحادیث کو بکثرت بیان کیا ہے۔ دوسرے قلیل الروایت ہونا قلیل العلم پر ہرگز دال نہیں۔ دیکھیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق نواب صدیق حسن خاں صاحب تقصار میں لکھتے ہیں کہ:

"ہشت حدیث از وے مروی است"

"ان سے صرف آٹھ حدیثیں مروی ہیں"

اعتراض نمبر ۲۲:

کہا جاتا ہے کہ امام صاحب حدیث صحیح پر قیاس کو مقدم کر دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے محدثین ائمہ فن نے ان کو امام اصحاب الرائے لکھا ہے۔

جواب:

اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ حدیث کو بالائے طاق رکھ کر محض قیاس سے کام لیتے تھے تو یہ محض غلط ہے۔ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین کا مصداق کامل بنایا تھا اس لیے آپ کتاب و سنت کے معانی ومطالب کے سمجھنے میں عقل وقیاس کو بہت زیادہ دخل دیتے تھے اور ہر

اسالیب اچھی طرح دیکھ لیتے تھے۔ دین کے بارے میں عقلاء زمانہ کے امام تھے۔
علماء لغت نے ان کی تعریف میں امام اصحاب الرائے لکھا ہے۔
آپ کے احسن الرائے ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں ہے۔ بڑے بڑے نقاد رجال نے آپ کی رائے کی تعریف کی ہے۔ علامہ ذہبی نے اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اور دوسرے علماء نے اپنی تالیفات میں یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے:

"سمعت یحیی بن سعید القطان یقول لانکذب علی اللہ ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ"

"یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہرگز جھوٹ نہیں بولوں گا حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر ہم نے کسی کی رائے نہیں دیکھی۔"

اعتراض نمبر۲۳:

قلت عربیت: مخالفین نے امام ہمام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کو عربی بہت کم آتی تھی۔ چنانچہ اس میں ابن خلکان کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ جب ابوعمرو نحوی نے امام صاحب سے پوچھا کہ کیا قتل بالمثقل پر قصاص ہے۔ تب امام صاحب نے فرمایا "لا ولو رماہ بابا قبیس" کہنا چاہیے تھا "بابی قبیس بالجر ذکر بابا قبیس بالنصب.

جواب:

غور فرمایئے کہ عراق کوفہ کا مرکز رہا ہے بڑے بڑے تمام نحوی وہیں ہوئے ہیں۔ ہزارہا صحابہ وہاں وارد ہوئے جو فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کا نشو ونما ان کی تربیت و تعلیم سب اسی ماحول میں ہوئی۔ بڑے بڑے نحو و لغت کے ائمہ خود امام صاحب کے تلامذہ میں تھے۔ پھر نہ معلوم کس طرح امام صاحب کی قلت عربیت کو منسوب کر دیا گیا۔

درحقیقت امام صاحب عربیت کے بھی پیشوا اور امام تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابو سعید سیرافی، ابو علی فارسی اور ابن جنی جیسے ماہرین عربیت نے باب الایمان میں امام

صاحب کے الفاظ کی شرح کے لیے کتابیں تالیف فرمائی ہیں اور لطیف عربیہ پر آپ کی وسعت نظر اور وفور اطلاع پر اظہار تعجب کیا ہے۔

امام ابوبکر رازی نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار حضرت امام شافعی کے مقابلے میں زیادہ لطیف اور فصیح ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جودت شعر بغیر بلاغت کے ممکن نہیں۔ (مناقب کردری ج ص ۹)

امام صاحب پر قلت عربیت کا اعتراض کرنے والوں نے آپ کی طرف جو کلمہ لوضربہ با با قبیس منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ بابی قبیس بالجر ہونا چاہیے تھا اور امام صاحب نے با با قبیس بالنصب کہا جو قاعدہ کے بالکل خلاف ہے۔ کیوں کہ با حروف جارہ میں سے ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمہ امام صاحب سے کسی کتاب میں قابل اعتماد سند سے ثابت نہیں اور بالفرض ثابت بھی ہو تو بعض قبائل عرب کی وجہ سے کوفیوں کی لغت میں اب کا استعمال جب غیر ضمیر متکلم کی طرف ہو تو تمام احوال میں الف کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی قبیل سے یہ مشہور شعر بھی ہے:

ان اباھا وابا اباھا

قد بلغا فی المجد غایتاھا

بے شک اس کے والد اور دادا دونوں

بزرگوں کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گئے

ظاہر ہے کہ امام صاحب بھی کوفی تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی لغت بھی یہی ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ انہوں نے انت ابا جہل فرمایا نیز ابا قبیس اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے۔ اور ابوسعید سیرافی نے کہا کہ یہاں امام صاحب کی مراد یہی ہو سکتی ہے نہ کہ جبل ابی قبیس جیسا کہ معترضین نے سمجھا ہے۔

(ماخوذ تقلید ائمہ اور مقام امام ابوحنیفہ)

اجوبة اللطيفه

عن بعض ردود

ابن ابی شیبة علیٰ ابی حنیفةؒ

مصنف

حضرت مولانا سید احمد حسن سنبھلیؒ

ناشر

بھیرجی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

برادرانِ اسلام! ملتِ حنیف کی تکمیل کا اعلان آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور اس کی تحسین خلافتِ راشدہ کے ذریعہ ہوئی اور اس کی تدوین ائمہ اربعہ نے فرمائی۔ تدوین میں اولیت کا سہرا اور باب ہونے کا شرف حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کو نصیب ہوا۔ اسی لیے آپ ابوحنیفہ کہلائے۔ باقی ائمہ آپ کے خوشہ چین ہے۔ خیر القرون میں ہی آپ کی فقہ کو شہرت عام بقائے دوام کی دولت ملی۔ آپ کے مقلدین نے فتوحات کے ذریعہ اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع تر بنایا۔ ساری دنیا میں قرآن وحدیث اور اسلامی احکام آپ کے مقلدین ہی ذریعے پہنچے۔ آپ کے فقہی مسائل میں اختلاف بھی کیا گیا اس سلسلہ میں حافظ ابوبکر بن شیبہ کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ کا ایک باب بھی پیش کیا جاتا ہے۔ اس باب میں ۱۲۵ مسائل درج ہیں۔

(۱) جن میں سے نصف کے قریب تقریباً ۶۵ وہ مسائل ہیں جن میں دونوں طرف احادیث ہیں۔ امام صاحب نے ایک حدیث کو راجح قرار دیا تو حافظ صاحب نے دوسری کو۔ یہ ظاہر ہے کہ امام اعظم نہ صرف فقیہ بلکہ فقہا کے باب ہیں۔ اور حافظ صاحب کو کسی اہل فن نے طبقاتِ فقہاء میں ذکر نہیں فرمایا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ خوش وخرم رکھے اس بندہ کو جس نے میری بات (حدیث) سنی اور خوب یاد کی پھر وہ بات ان لوگوں کو سنائی جنہوں نے (براہ راست مجھ سے) نہیں سنی تھی۔ کیوں کہ بسا اوقات خود حامل فقہ کو فقاہت حاصل نہیں ہوتی۔ اور بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حامل فقہ اعلیٰ درجہ کا فقیہ نہیں ہوتا اور وہ اس طریقہ سے اس کو پہنچا دے گا جو فقیہ تر ہوگا (داری ج ۱ ص ۷۵)

اس حدیث سے رہنمائی ملی کہ جب فقیہ اور محدث میں اختلاف ہو تو فقیہ تر کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔ چنانچہ امت میں تواتر اور توارث سے امام صاحب کی

کلیہ جاری رہی۔ حافظ صاحب کی تنقید کسی نے نہ کی۔

باقی تقریباً ساٹھ مسائل کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱ تقریباً بارہ مسائل وہ ہیں جن میں امام صاحب کی دلیل قرآن کی آیت ہے اور حافظ صاحب نے مقابلہ میں خبر واحد پیش فرمائی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ جو حدیث کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ میری طرف سے نہیں۔

(دار قطنی ج ۲ ص ۲۰۸، مصباح الجنہ ج ۲ ص ۲۱)

۲ ... حافظ صاحب نے تقریباً ۱۲ مسائل ایسے لکھے ہیں جن میں امام صاحب کے حق سنت مشہورہ ہے اور حافظ صاحب کے پاس خبر واحد اور آنحضرت ﷺ کا فیصلہ ہے کہ اگر حدیث میری سنت کے خلاف ہو تو وہ میری طرف سے نہیں۔ (ایضاً)

۳...... تقریباً بارہ مسائل میں امام صاحب اور حافظ صاحب میں اختلاف فہم ہے امام اعمش فرماتے ہیں کہ فقہا طبیب ہیں اور حفاظ پنساری۔ امام ترمذی فرماتے ہیں فقہا معانی حدیث کے زیادہ عالم ہیں۔

۴...... تقریباً بارہ مسائل وہ لکھے ہیں جو امام صاحب سے ثابت ہی نہیں بلکہ بعض میں متداول کتب فقہ میں ان کے خلاف درج ہے حافظ صاحب نے ان مسائل کا کوئی حوالہ یا سند بیان نہیں فرمائی۔

۵...... تقریباً بارہ مسائل وہ ہیں جو کتب فقہ حنفی میں درج تو ہیں لیکن غیر مفتی بہا ہیں۔ ان کے غیر مفتی بہا ہونے کی مختلف وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یا امام صاحب سے قوی ثبوت نہیں یا حالات زمانہ کے بدلنے سے دوسرے قول پر فتویٰ دیا گیا یا ضعف دلیل کی وجہ سے اسے غیر مفتی بہ قرار دیا گیا۔

اگر بفرض محال ہم یہ بھی مان لیں کہ ان بارہ مسائل میں امام صاحب کی دلیل کمزور ہے اور آپ سے خطا ہوئی ہے تو بھی امام صاحب کا صواب خطا کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ عنایہ شرح ہدایہ میں امام صاحب کے مسائل کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار درج ہے۔ تو گویا تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مسائل میں صواب کے بعد ایک مسئلہ میں

خطا ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر مجتہد صواب کو پہنچے تو دو اجر اگر خطا ہو جائے تو ایک اجر ضرور ملتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

معلوم ہوا کہ اگر مجتہد معصوم نہیں لیکن اس پر طعن بھی نہیں ہو سکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مجتہد کو اجر عطا فرما رہے ہیں اور مقلدین پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان کے ہاں ان مسائل پر عمل نہیں، کیوں کہ غیر مفتی بہا ہیں۔

یہ حافظ صاحب کے اعتراضات کا مختصر حال تھا اسی لیے حافظ صاحب کے سال وفات ۲۳۵ھ سے ۱۳۳۵ھ تک تقریباً گیارہ سو سال تک حنفیت ہی دنیا بھر میں معمول بہ رہی کسی ایک حنفی کے دل میں بھی شک پیدا نہ ہوا اور حافظ صاحب کا یہ باب گوشہ گمنامی میں پڑا رہا۔

لیکن، علامہ صالحی، علامہ عبدالقادر قرشی، شیخ قاسم بن قطلو بغا، شیخ زاہد کوثری نے ان اعتراضات کے تفصیلی جوابات تحریر فرمائے۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت قائم ہوئی تو ذہنی آوارگی، مادر پدر آزادی دین بیزاری اور دینی بے راہ روی کی تاریک آندھیاں چلیں جنہوں نے غیر مقلدیت کا روپ دھار لیا تو انہوں نے حافظ صاحب کی کتاب کے بارہ میں عجیب متضاد انداز اختیار کیا اس کتاب سے احادیث رسول اللہ ﷺ پیش کی جائیں تو ماننے سے صاف انکار کر دیتے ہیں کہ یہ طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اس کی احادیث غیر معتبر ہیں۔ یہ کتاب رطب و یابس کا مجموعہ ہے اس کتاب سے صحابہ علیہم، تابعین رحمہم اللہ کے ارشادات پیش کیے جائیں تو یہ کہہ کر ٹال جاتے ہیں کہ یہ صحابہ علیہم و تابعین رحمہم اللہ (معاذ اللہ) خلاف حدیث رسول ﷺ عمل کرتے تھے۔ لیکن اس کتاب کے جس باب میں امام صاحب پر اعتراضات ہیں، اس باب کو وحی آسمانی سمجھتے ہیں۔

امام صاحب پر حافظ نے جو اعتراضات کیے ہیں وہ ان اعتراضات کے مقابلہ میں بہت کم ہیں جو دیگر اکابر پر کیے گئے۔ مثلاً بقول علامہ سیوطی صحیح بخاری میں کل احادیث ۲۵۱۳ ہیں جن میں سے ۲۲۰ پر امام دار قطنی نے اعتراض کیا ہے۔ گویا ہر بارہویں

حدیث قابل اعتراض ہے۔ امام ابوحاتم نے تاریخ بخاری کے بارہ میں ۷۷۰ راویوں کے بارہ میں امام بخاری کی خطایان فرمائی ہیں ایسے علمی مناقشات کو عوام میں لاکر امام بخاری کی عظمت کے بارہ میں شبہات پیدا کرنا جس طرح کوئی دینی خدمت نہیں ہے۔ ایسے ہی غیر متعلق بہا اور غیر معمول بہا اقوال پر اعتراض کر کے فقہ کے خلاف وساوس پیدا کرنا بھی کوئی دینی خدمت نہیں ہے۔

ان ۱۲۵ مسائل میں کتاب الطہارات ۱۲، کتاب الصلوٰۃ ۳۳، کتاب الصوم ۸، کتاب الحج ۸، کتاب النکاح ۹، کتاب البیوع ۱۷، کتاب السیر ۲، کتاب الحدود ۸، کتاب القصاص ۵، کتاب الشہادات ۲، کتاب الکراہیۃ ۸، اور مسائل منثورہ ۱۰ ہیں۔ مسئلہ رفع الیدین اور قرأت خلف الامام جن پر غیر مقلدین آج کل بہت شور مچاتے ہیں۔ ان کو حافظ صاحب نے خلاف حدیث مسائل میں ذکر نہیں کیا۔

بعض حضرات کا یہ خیال بھی ہے کہ یہ باب حافظ صاحب کا نہیں ہے کسی نے بعد میں ان کی کتاب میں شامل کر دیا ہے کیوں کہ جن مسائل کو حافظ صاحب نے خلاف حدیث کہا ہے ان میں سے اکثر مسائل کی احادیث خود مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہیں۔ حافظ صاحب کا حافظہ اتنا کمزور نہ تھا کہ وہ خود حدیث لکھتے پھر اس مسئلہ کو خلاف حدیث فرماتے۔ نیز حافظ صاحب کی کتاب ابواب فقہیہ کی ترتیب سے مرتب ہے جب کہ یہ باب نہایت غیر مرتب اور بے ترتیب ہے۔ غیر مقلدین کو امام اعظم سے اس قدر دشمنی ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے اس باب کو شائع کرنے کے لیے اس کی تلاش میں سینکڑوں میل کا سفر کر کے اسے لائے اور صرف اسی باب کو ہندوستان میں شائع کیا۔ حالانکہ ان کا فرض تھا کہ جب حنفی بار بار ان کا جواب دے چکے ہیں تو اب ان کا جواب الجواب لکھتے۔

سابقہ جوابات چونکہ عربی زبان میں تھے اور غیر مقلدین نے وہ اعتراضات اردو زبان میں شائع کیے تاکہ اردو خواں حضرات کے دل میں وسوسے پیدا کر کے ان کو فقہ سے بیزار کیا جائے۔ اس لیے حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب سنبھلی رحمہ اللہ نے

اردو میں جوابات تحریر فرمائے۔ یہ رسالہ عرصہ سے نایاب تھا۔ عزیزم سید مشتاق علی شاہ مالک فاروقی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ گوجرانوالہ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس گوہر شب تاب کو شائع فرمایا تا کہ لوگ وساوس کا شکار ہونے سے بچیں اور فقہ حنفی کی روشنی میں سنت رسول ﷺ پر عمل اور اس کے احیاء کے لیے کوشش کریں۔ سید مشتاق علی شاہ صاحب میں احیاء سنت اور عظمت اسلاف کا جو جذبہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ مزید برکت عطا فرمائیں۔

محمد امین صفدر اوکاڑوی

۱۹۸۸/۱۱/۳۰ء

تقریظ دل پذیر

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر نے ان اوراق کو دیکھا تحقیق و
انصاف وادب سے مملو پایا فجزی اللہ تعالیٰ مولفہا
ہدی بہ اللہ تعالیٰ الفرقۃ التی الفت لہا و انا العبد
الحقیر اشرف علی عفی عنہ الصغیر والکبیر
والیوم سلخ ذی الحجۃ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین و آلہٖ واخوانہ من النبیین والملئکۃ المعصومین اما بعد

خادم کتاب اللہ تعالیٰ وسنت رسول اللہ ﷺ سید احمد حسن سنبھلی حال مقیم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر اہل اسلام کی خدمت میں عارض مدعا ہے کہ اس زمانہ میں جو آزادی پھیلی ہے اور اس کا جو برا اثر ہوا ہے حاجت بیان نہیں گویا کہ ہر شخص کا جدا مذہب ہے اور ہر شخص کی مستقل رائے ہے نہ بحکم وکنتم ستسئل من قلب لی اللہ ائمہ متقدمین کا خیال ہے اور نہ بحکم من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب علمائے متاخرین کا ادب پاس ہے چنانچہ حضرتی ولی اللہ المشتکی احمد ہر سر مطلب شعبان ۱۳۳۳ھ میں ایک رسالہ مسمیٰ بکتاب الرد علی ابی حنیفۃ من المصنف لابی بکر بن ابی شیبۃ نظر سے گزرا جس میں مقتدائے آفاق خادم سنت سید الابرار الاخیار مصداق خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم

امام الائمہ حضرت نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ پر اعتراضات کا ہجوم کیا گیا ہے اور تفریق جماعت مسلمین کے لیے اس زمانہ میں اس کو مع ترجمہ شائع کیا ہے حالانکہ حضرت حافظ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کی غرض جن کی طرف یہ رسالہ منسوب ہے یہ ہرگز نہ تھی جو اس زمانہ کے مقلدین نے ان کی اشاعت میں مقصود رکھی ہے۔ بلکہ انہوں نے تو سادہ طور پر اظہار حق کے لیے جو ان کے نزدیک راجح تھا بیان کر دیا ہے گو اس راجح کا فی الواقع وعند غیر المصرح راجح ہونا مسلم ہونا اور نیز حضرت حافظ رحمہ اللہ کا اس اظہار میں خطا ونسیان سے بری رہنا ضرور نہیں۔ چنانچہ اس رسالہ میں جو لغزشیں واقع ہوئی ہیں ان کی تحقیق سے ناظرین پر اہم واقعی اور حقانیت امام الائمہ ابو حنیفہ کی بخوبی روشن ہو جاوے گی۔ پس بنظر رفاہ عام و اظہار حق احقر نے حسب ارشاد قطب الاقطاب مجدد امت حکیم ملت. مرشدی ومولائی

حافظ حاجی قاری مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم اس رسالہ کے جواب کا قصد کیا ہے اور بالفعل بوجہ عدیم الفرصتی اس رسالہ کے دس سوالوں کا جواب بطور نمونہ ہدیہ ناظرین منصفین ہے اور باقی سوالات کا جواب احیاء السنن (۱) میں دیا جاوے گا جو کہ ایک مطول رسالہ احکام ثابتہ بالحدیث میں تحریر کیا جارہا ہے۔ اس وقت ناظرین بحکم مشتے نمونہ از خروارے اسی پر کفایت فرماویں واللہ المستعان حق تعالی اس رسالہ کو مقبول اور نافع فرماویں۔ واضح رہے کہ فی زمانہ جو طریق مناظرہ کا ہے وہ حقیقت میں مکابرہ ہے احقر اس سے قطع نظر کر کے باتباع سلف صالحین اس رسالہ میں طریق مناظرہ صحابہ علیہم وتابعین رحمہم سے کام لے گا اور چونکہ احقر کو زیادہ مشغولی خدمت حدیث شریف میں رہتی ہے اور حضرات محدثین متقنین اور حفاظ ناقدین کے علوم مبارکہ سے مستفید ہوتا رہتا ہوں اس لیے ان حضرات کے ساتھ احقر کو خاص محبت ہے بحکم جبلت القلوب علی حب من احسن الیها وبغض من اساء الیها (۲)

اور ان کے ساتھ خاص ادب ملحوظ رکھتا ہوں۔ بحکم من لم یشکر الناس لم یشکر الله لیکن اسی طرح اور اسی اعتبار سے حضرات حکمائے ملت فقہائے امت سے بھی یہی تعلق ہے لہذا اس رسالہ میں نہایت انصاف وادب ہر دو فریق ملحوظ رکھوں گا مجھے محض دافعت فتنہ اور مسلمانوں کی جماعت کو تفریق سے بچانا مقصود ہے نہ کہ نفسانیت سے دینہ کا غبار نکالنا اعاذنا اللہ تعالی منہا ناظرین بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اصل رسالہ میں جس ترتیب سے اعتراضات ہیں وہی ترتیب جوابات میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ نیز اصل رسالہ کی عبارت پہلے بقدر ضرورت اس رسالہ میں درج کی جاوے گی

---

(۱) اعلاء السنن سے پہلے اس کا نام احیاء السنن تجویز ہوا تھا۔ یہاں پر اس کا ذکر ہو رہا ہے اس سے مراد اعلاء السنن ہے جو ۲۲ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

(۲) رواہ العلامہ ولی اللہ مرفوعا بسند صحیح ۱۲ منہ ۲ رواہ الشاہ ولی اللہ مرفوعا بسند صحیح ورواہ الامام احمد والترمذی ایضا۔

پھر جواب کی تقریر کی جاوے گی اور اس رسالہ میں حضرت امام حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ کی خطاب حافظ صاحب اور امام ابو حنیفہ کو بلقب امام صاحب یاد کیا جاوے گا۔

اہل کتاب پر حدِ رجم کا نفاذ

(۱) ان النبی ﷺ رجم یھودیا و یھودیۃ ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک یہودی اور یہودن کو سنگسار کیا۔ اس حدیث کی روایت کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں وذکر ان ابا حنیفۃ قال لیس علیھما رجم ترجمہ: اور کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے یہودی اور یہودن سنگسار نہ کیے جاویں۔ یہ اعتراض ہے حافظ صاحب کا کہ حدیث میں تو یہود و یہودن کا سنگسار ہونا وارد ہے اور امام ابو حنیفہ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے تو امام صاحب نے حدیث کی مخالفت کی۔ جواب بطور تمہید پہلے یہ سمجھ لینا ضرور ہے کہ محض اتباع الفاظ سے کامیابی نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ تمام اور جمیع احادیث واردہ فی الباب و قواعد شرعیہ کلیہ ملحوظ نظر نہ ہوں۔ اسی لیے حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔ "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" یعنی جس کے ساتھ حق تعالیٰ کو بھلائی کرنا منظور ہوتا ہے اس کو دین کا فہم (فقاہت) عنایت فرماتے ہیں۔ اب اصل مطلب بیان کیا جاتا ہے سو غور سے سنئے کہ اس باب میں چند احادیث وارد ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... "روی الامام اسحٰق بن راھویہ (شیخ البخاری) اخبرنا عبد العزیز بن محمد (الدراوردی شیخ الامام الشافعی) ثنا عبد اللہ عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن انتھی قال اسحاق رفعہ مرۃ فقال عن رسول اللہ ﷺ و وقفہ مرۃ انتھی (زیلعی ج۲ ص۸۹)

اس حدیث شریف کی رجال بخاری شریف کے رجال ہیں اور سند صحیح ہے جیسا کہ دار قطنی نے اس کو موقوفاً صحیح کہا ہے کما فی الزیلعی ایضاً لیکن قواعد اصول حدیث کے موافق یہ حدیث مرفوعاً بھی صحیح ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے "فی فتح القدیر قال فی

العنایۃ ولفظ اسحق کما تراہ لیس فیہ رجوع و انما ذکر عن الراوی انہ مرۃ رفعہ و مرۃ اخرجہ مخرج الفتوی فلم یرفعہ ولا شک ان مثلہ بعد صحۃ الطریق الیہ محکوم برفعہ علی ما ھو المختار فی علم الحدیث من انہ اذا تعارض الرفع والوقف حکم بالرفع اھ ص۳۳ ج۲ مصری(۱)

اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں جب اختلاف ہو اور سند میں ضعف نہ ہو تو اس حدیث کے مرفوع ہونے کو ترجیح دی جاتی ہے اور یہی قول مختار ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مبرہن ہو چکا ہے۔ "وقال النووی نحوہ رھی لمشھورۃ وفی الزیلعی عن ابن القطان واذا رفعہ الثقۃ لم یضرہ وقف من وقفہ ص۸۱ ج۲ و فی الزیلعی بعد نقل حدیث اسحق ھذا وھذا لفظ اسحق بن راھویہ فی مسندہ کما تراہ لیس فیہ رجوع وانما احال التردد علی الراوی فی رفعہ وقفہ اھ ص۸۲ ج۲۔

یہ گفتگو تو حدیث کی اسناد کے متعلق تھی جس سے بحمد اللہ تعالیٰ حدیث کا مرفوع صحیح متصل ہونا ثابت ہو گیا اب اس کا حاصل ترجمہ ملاحظہ فرمایئے سو وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مشرک محصن نہیں ہے اور رجم میں احصان کا مشروط ہونا حدیث مشہور سے ثابت ہے اور حدیث مشہور سے زیادت علی الکتاب ہو سکتی ہے کما حقق فی موضعہ ولا یخفی علی العالم اور وہ حدیث یہ ہے "عن عثمان انہ اشرف علیھم یوم الدار فقال انشدکم باللہ اتعلمون ان رسول اللہ قال لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلث زنا بعد احصان

---

(۱) جواب عن قول الدار قطنی لم یرفعہ غیر اسحق بن راھویہ و یقال انہ رجع عن ذلک والصواب انہ موقوف وھذا لقول نقلہ فی فتح القدیر والزیلعی ۱۲ منہ.

وارتداد بعد اسلام وقتل نفس بغير حق قالوا اللهم نعم فسلام تقتلوا في الحديث اخرجه الترمذي في الفتن والنسائي في تحريم الدم وابن ماجة في الحدود وقال الترمذي حديث حسن ورواه بسند السنن احمد في مسنده والحاكم في المستدرك وقال حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه اخرجه في الحدود وروى الشافعي في مسنده نحوه ومن طريقه البيهقي وروى البزار نحو لفظ الشافعي وقال قد روى هذا الحديث عن عثمان من غير هذا الوجه و روى ابوداؤد عن عائشة مرفوعا نحوه وروى الائمة الستة عن عبدالله بن مسعود مرفوعا لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدى ثلث الثيب الزاني والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة انتهى محصلاً ما في الزيلعي ص۹۷ ج۲۔ یہ حدیث بطرق کثیرۃ روایت کی گئی ہے اور کثرت طرق سے درجہ شہرت کو پہنچ گئی ہے۔

قال المحقق ابن الهمام في فتح القدير ما محصله ان الحديث مشهور قطعي الثبوت بالتظافر والقبول ص۱۳۱ج۵۔

ان احادیث سے حلت دم مسلم کے اسباب میں سے ایک سبب زنا بعد الاحصان مذکور ہے پس رجم میں احصان کا مشروط ہونا لازم ہوا۔ اور اس سزا میں درمیان مسلم اور کافر کے شرعاً کوئی تفریق نہیں کی گئی لہٰذا عموم باقی رہے گا اور نیل الاوطار میں ہے:

"وقد بالغ ابن عبد البر فنقل الاتفاق على ان شرط الاحصان الموجب للرجم هو الاسلام وتعقب بان الشافعي واحمد لا يشترطان ذلك"

(ص۹ ج۷)

حاصل ترجمہ کا یہ ہے کہ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر نے رجم میں اسلام کی مشروط ہونے پر اتفاق واجماع نقل کیا ہے لیکن امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک رجم میں اسلام شرط نہیں اس لیے نقل اتفاق بھی غیر صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اتفاق سے مراد اکثر امت کا

قال ہے دو اماموں کا خلاف گویا کالعدم ہے اور اس قول سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ
امام صاحب کا مذہب اس مسئلہ میں امت کے اکثر مذہب کے موافق ہے اگر کہا
جائے کہ قول نبوی ﷺ سے رجم مسلم میں احصان کا مشروط ہونا معلوم ہوا اور فعل
نبوی ﷺ سے کافر کا مرجوم ہونا ثابت ہوا لہٰذا مجموعہ سے یہ ثابت ہوا کہ رجم مسلم میں
احصان شرط ہے اور کافر محصن نہیں لیکن رجم کا اہل ہے تو اس قول کا پہلا جواب یہ ہے کہ
... سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ ذمی اور مسلم کا معاملات کے باب میں ایک
حکم ہے اور جہاں کوئی حکم خاص ہے وہاں صریح دلیل بھی ہے اور وہ حکم خاص اس کلیہ
سے مستثنیٰ ہے لہٰذا اس کلیہ کو بغیر دلیل قوی محض احتمالی بنا پر نہیں ترک کیا جا سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قول مقدم ہوتا ہے فعل پر جیسا کہ اصول میں یہ قاعدہ مبرہن
ہو چکا ہے یہاں بھی اس قاعدہ کی بنا پر فعل مرجوح قرار دیا جاوے گا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اور شریعت نے اس کا
اہتمام کیا ہے کہ جب تک نہایت اعلیٰ درجہ کا ثبوت بہم نہ پہنچے اس وقت تک حد نہ قائم
کی جاوے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تقلیل اقامت حدود مقصود ہے جس میں بندوں پر
نہایت شفقت اور بقائے عالم ملحوظ رکھا گیا ہے اور احادیث ذیل میں مدافعت حدود کا
امر بھی وارد ہوا ہے۔ "فی الجامع الصغیر مرفوعا و موقوفا و مرسلاً بسند
حسن ادرؤا الحدود بالشبهات واقيلوا الكرام عثراتهم الا في حد من
حدود الله تعالى والمرسل والموقوف صدره ومرفوع كله (ص١٢
ج١) وفيه ايضا بسند صحيح ادرؤا الحدود عن المسلمين ما
استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبيله فان الامام لان
يخطئ في العفو خير من ان يخطئ في العقوبة (ص١٢ ج١) وفي النيل
بسند صحيح موقوفا عن عمر رضی اللہ عنہ ادرؤا الحدود بالشبهات.

(ص١٩ ج٧)

چوتھا جواب یہ ہے کہ احصان کی حاجت سوائے رجم کے اور جگہ ہے نہیں پھر مشرک

سے احصان کی نفی کے کیا معنی پس معلوم ہوا ہے کہ رجم کی نفی کے لیے احصان کی نفی مشرک سے کی گئی ہے۔ غرض اس وقت تک امام کی دلیل کا بیان تھا اور بخوبی ثابت ہو گیا کہ رجم میں احصان شرط ہے اور احصان مشرک اور کافر میں متحقق نہیں ہو سکتا، کفار کا رجم بھی جائز نہیں اور گو حدیث میں مشرک کا لفظ ہے لیکن مطلق کافر بھی اسی میں داخل ہے "وهو ظاهر ولعدم القائل بالفصل كما قد عمم لفظ المشركين غير المشركين من الكفار ايضا في قوله تعالى ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا الآية هو مشهور" اب حافظ صاحب نے اس حدیث کو نہایت اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور ائمہ ستہ نے مختصراً او مطولاً اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "ففي الزيلعي اخرجه الائمة الستة عن ابن عمر رضي الله عنه مختصرا و مطولا ان اليهود جاؤا الى النبي ﷺ فذكروا ان رجلا منهم وامراة زنيا فقال لهم رسول الله ﷺ ما تجدون في التوراة في شان الزنا فقالوا نفضحهم ويجلدون فقال عبدالله بن سلام رضي الله عنه كذبتم ان فيها الرجم فاتوا بالتوراة فنشروها فجعل احدهم يده على آية الرجم ثم جعل يقرا ما قبلها و مابعدها فقال له عبدالله بن سلام ارفع يدك فرفعها فاذا فيها آية الرجم فقالوا صدق يا محمد فيها آية الرجم فامر بهما رسول الله ﷺ فرجما اه (ص ۸۴ ج ۲)

سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک یہودی اور یہودن کے زنا کا قصہ بیان کیا تھا اور اقامت حکم کی درخواست کی تھی سو آپ نے ان سے تورات کا حکم دریافت فرمایا انہوں نے اصلی حکم پوشیدہ رکھا اور اس جگہ اور حکم بیان کر دیا لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی نے جو تورات کے بہت بڑے عالم تھے تورات کا اصلی حکم تورات میں ہی دکھلا دیا اور ان (یہود) لوگوں نے بھی اس کی تصدیق کی پس جناب سرور عالم ﷺ نے اس حکم کے موافق رجم کا حکم دیا اور وہ دونوں زانی سنگسار کیے گئے۔ حاصل یہ حدیث صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ حکم موافق

... دیا گیا تھا اور ابتدائے اسلام میں جناب رسول کریم ﷺ اہل کتاب کے
... موافقت پسند فرمایا کرتے تھے ایسے امور میں کہ جن کے احکام آپ کی
... میں وارد نہ ہوئے تھے پھر جب اسلام کی ترقی ہوئی تو آپ ان کی مخالفت پسند
... تھے چنانچہ فتح الباری میں ہے: "وقد کان ﷺ یحب موافقة اهل
الکتاب فیما لم یؤمر فیه بشیء ولا سیما اذا کان فیما یخالف فیه اهل
الاوثان فلما فتحت مکة واشتهر امر الاسلام اذا کان فیما یخالف فیه
اهل الاوثان فلما فتحت مکة واشتهر امر الاسلام احب مخالفة اهل
الکتاب ایضا کما ثبت فی الصحیح (ص ۲۱۲، ۲۱۳ ج۶)
... اس موافقت اہل کتاب کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں اول یہ کہ اس میں تالیف
... اہل کتاب کی مطلوب تھی جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا تو اس کی حاجت نہ رہی
... یہ کہ تورات وانجیل کتب سابقہ منزلہ من اللہ تعالیٰ تھیں اس لیے جب تک کوئی
... کتاب نازل نہ ہو کلاً یا بعضاً یا کوئی وحی جدید نہ آوے اس وقت تک ان پر
... کتاب اللہ پر عمل کرنا تھا۔ پس آپ اس وجہ سے ان امور میں ان کی موافقت
... تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر جب اسلام کو ترقی ہوئی اور احکام اسلام نازل
... یہ بھی ایک فرد ہے ترقی اسلام کی تو آپ کو اس موافقت کی حاجت نہ رہی اس
... کتاب یعنی قرآن مجید یا مطلق وحی پر عمل فرمانے لگے جس کو مخالفت اہل
... سے تعبیر کیا گیا ہے اور زیلعی کے اسی صفحہ مذکورہ میں ابوداؤد سے جس میں ایک
... مجہول ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے جس میں یہ بھی ہے "حین
قدم رسول الله ﷺ المدینة" جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قصہ ابتدائے قدوم
... مدینہ منورہ میں واقع ہوا تھا اور یہ قول تائید کے لیے کافی ہے کیوں کہ سند
... مجہول کا ہونا ضعف سند کا باعث ہے اور ضعاف سے تائید کا ہونا مسلم ہے اس
... اس سے اقل درجہ احتمال تو ثابت ہو ہی جاوے گا جو خصم کے عدم استدلال کے
... کافی ہے نیز امام صاحب کے استدلال میں جو حدیث مسند اسحٰق بن راہویہ سے

نقل کی گئی ہے وہ آپ کے اس فعل کی جو ابتدائے قدوم مدینہ میں واقع ہوا تھا تا
کیوں کہ یہ آپ کی شریعت کا حکم ہے اور وہ تورات کا حکم تھا اور آپ کی شریعت ا
شرائع سابقہ ہے اور زیلعی میں بروایت مرجوحہ صحیح ابن حبان جو نقل کیا ہے کہ
النبی ﷺ رجم یہودیین قد احصنا" یعنی حضور ﷺ نے دو یہودیوں کو سنگ
سار فرمایا جو محصن تھے۔

تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود کفر و شرک کے ان میں احصان کی صفت
سو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس کی سند کا مفصل حال معلوم نہیں اور صحاح کی حدیث
میں یہ زیادت نہیں ہے دوسرے اگر صحیح بھی ہو تو یہ جواب ہے کہ قبل ورود حدیث ا
کفار و مشرکین میں بھی صفت احصان شرعاً معتبر تھی اور بعد ورود حدیث یہ اعتبار منسوخ
ہو گیا نیز احصان کے معنی بعض بعض نصوص میں بمعنی مطلق منکوح کے ہیں کما قال
تعالیٰ محصنین غیر مسافحین پس اس روایت میں یہ معنی ہوں گے اور اصل
حدیث میں یہ معنی ممکن نہیں کیوں کہ شرک اور نکاح میں تنافی نہیں الحمد للہ حمداً کثیراً
امام صاحب کا مذہب بدلیل قوی ثابت ہو گیا اور حافظ صاحب کے اعتراض کا جواب
بھی خوب محقق ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ امام صاحب کے موافق اکثر امت
محمدیہ ﷺ ہے۔

اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا حکم

۲۔ ان النبی ﷺ قال لا یصلی فی اعطان الابل ترجمہ: نبی ﷺ نے
فرمایا کہ اونٹوں کی نشست گاہوں میں نماز نہ پڑھی جاوے۔ اس حدیث کو ترمذی نے
ان لفظوں سے روایت کیا ہے "لا تصلوا فی اعطان الابل ثم قال حسن
صحیح" یہ حافظ صاحب کا دوسرا اعتراض ہے کہ حدیث میں "صلوٰۃ فی اعطان
الابل" سے نہی وارد ہوئی ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ
حافظ صاحب اس مضمون کی چند احادیث تحریر فرما کر لکھتے ہیں "وذکر ان ابا حنیفۃ
قال لا باس بذلک"

جواب یہ ہے کہ حافظ صاحب نے امام صاحب کا مذہب غلط نقل فرمایا کیوں کہ امام صاحب کے نزدیک بھی اعطان الابل میں نماز مکروہ ہے اور خبر واحد سے کراہت ہی ثابت ہو سکتی ہے حرمت کے لیے دلیل قطعی درکار ہے اور وہ یہاں معدوم ہے چنانچہ منیۃ المستملی میں یہ کراہت مذکور ہے "وتکرہ الصلوٰۃ فی طریق العامۃ وفی معاطن الابل الخ" ۳۴۹ یہ ہے مذہب امام صاحب کا، حافظ صاحب کو چاہیے تھا کہ امام صاحب کے مذہب کی سند بیان فرماتے پھر اعتراض کرتے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ امام صاحب نے لا باس ہی فرمایا تو اس لفظ سے حرمت کی نفی مقصود ہے نہ کہ کراہت کی۔

مالِ غنیمت میں گھڑسوار کا حصہ

۳ "عن النبی ﷺ انہ قسم للفرس سھمین وللرجال سھمًا" نبی ﷺ نے گھوڑے کے دو حصے دیے اور سوار کا ایک حصہ یہ حدیث صحاح میں ہے مالی کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا ان لفظوں سے مروی ہے: "جعل للفرس سھمین ولصاحبہ سھمًا کما فی الزیلعی (ص۱۳۲ ج۲)" اس حدیث کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں "وذکر ان ابا حنیفۃ قال سھم للفرس وسھم لصاحبہ" یعنی کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے فرمایا ایک حصہ گھوڑے کا دیا جاوے اور ایک حصہ سوار کا یہ تیسرا اعتراض ہے۔ سو اول امام صاحب کی دلیل نقل کی جاتی ہے پھر اس معارضہ بین الحدیثین کو رفع کیا جاوے گا اور حافظ صاحب کے اعتراض کا جواب دیا جاوے گا۔

حدثنا عبداللہ بن محمد بن اسحٰق المروزی ومحمد بن علی بن ابی رزمۃ قال حدثنا احمد بن عبدالجبار حدثنا یونس بن بکیر عن عبدالرحمٰن بن امین عن ابن عمر ؓ ان النبی ﷺ کان تقسم للفارس سھمین وللرجل سھمًا رواہ الدار قطنی فی کتاب المؤتلف والمختلف (فتح القدیر ص۲۳۶ ج۵) حدثنا محمد بن عیسٰی نا

مجمع بن یعقوب بن مجمع بن یزید الانصاری قال سمعت ابی یعقوب بن المجمع یذکر عن عمه عبدالرحمن بن یزید الانصاری عن عمه مجمع بن جاریة الانصاری قال وکان احد القراء الذین قرؤا القرآن قال شهدنا الحدیبیة الی ان قال فقسمها رسول الله ﷺ علی ثمانیة عشر سهمًا وکان الجیش الفا وخمس مائة فیهم ثلث مائة فارس فاعطی الفارس سهمین واعطی الرجل سهمًا

(رواه ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹ مجتبائی دهلی)"

پہلی حدیث کے رجال کا حال مندرجہ ذیل ہے عبداللہ بن اسحٰق المروزی کو تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ نسائی نے عمل الیوم واللیلہ میں ان سے روایت کی ہے اور ان کے باب میں جرح و تعدیل کسی سے نقل نہیں کی اور اس حدیث میں دار قطنی نے ان سے روایت کی ہے پس دو شخصوں نے جب ان سے روایت کی تو جہالت مرتفع ہو گئی سو یہ معروف شمار ہوں گے جیسا کہ قاعدہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے اور محمد بن علی بن ابی رواد باوجود تتبع کے مجھے نہیں ملے اور ان کی حاجت بھی نہیں اس لیے کہ عبداللہ بن محمد نافی ہیں نیز باوجود ان کا حال معلوم نہ ہونے کے یہ ثقہ ہیں باقاعدہ ابن حبان اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مجہول شخص سے ثقہ راوی ہو اور اس شخص نے بھی ثقہ سے روایت کی ہو اور حدیث منکر نہ ہو تو وہ مجہول شخص بھی ثقہ سمجھا جاتا ہے۔ "**کما نقله النیموی فی التعلیق الحسن عن الحافظ السیوطی فی تدریب الراوی**" سو چونکہ دار قطنی جو ان سے راوی ہیں وہ ثقہ ہیں اور احمد بن عبدالجبار بھی جن سے یہ روایت کرتے ہیں ثقہ ہیں علی اختلاف فیہ پس یہ بھی ثقہ ہوئے اور حدیث منکر نہیں ہے کیوں کہ اس کے بعد احقر جو حدیث ذکر کرے گا وہ اس کی متابع ہو سکتی ہے اور احمد بن عبدالجبار کو تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے اور بعضوں سے توثیق اور بعضوں سے جرح نقل کی ہے اور ایسا اختلاف مضر نہیں "**کما حققناه فی احیاء السنن ولا یخفی ذلک علی من له نظر وسیع فی**

الحدیث واصولہ" اور یونس بن بکیر کو بھی تہذیب التہذیب میں بطریق مذکور
ذکر کیا ہے بعض نے ان کو ثقہ کہا ہے اور بعض نے ان میں کلام کیا ہے اور
بن امین کو "لسان المیزان" میں عبدالرحمٰن بن یامین کے عنوان سے نقل کیا
کہا ہے کہ ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے اور یہ تابعی ہیں اور ان کے باپ کا نام
تحقیق دارقطنی امین ہے نہ کہ یامین اور بعض سے جرح بھی نقل کی ہے اور معلوم ہو
لہ یہ جرح غیر معتبر ہے (فائدہ) جاننا چاہیے کہ اگر اس اختلاف فی الجرح
یل کا اعتبار کیا جاوے تو خود بخاری و مسلم اور ان کے رواۃ بھی سالم نہ رہیں گے
حدیث الا ماشاء اللہ قابل عمل نہ رہے گی۔ اس کا اعتبار اسی وجہ سے محدثین
نے نہیں کیا سو سلامتی اسی میں ہے کہ ایک محقق ثقہ محدث نے جس کی توثیق کر
وہ ثقہ ہے ہاں مختلف فیہ سند سے کوئی متفق علیہ سند معارض ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو تب
مجروح سند مقدم کی جاوے گی۔ وَهُوَ ظَاهِرٌ یہاں تک بحمد اللہ تعالیٰ اس سند
حال کا ثقات ہونا اور سند کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا اب ترجمہ کیا جاتا ہے کہ
مقبول ﷺ نے پیادہ کو ایک حصہ اور گھوڑے سوار کو دو حصے مرحمت فرمائے
امام صاحب کا مذہب ہے دوسری حدیث کے رجال کا حال سنیے محمد بن عیسیٰ ثقہ
بخاری و مسلم نے ان سے روایت کی ہے اور گو ان میں بعض نے کلام کیا ہے کما
التہذیب لیکن حسب قاعدہ بالا و اختلاف غیر معتبر ہے ورنہ بخاری و مسلم کی
بھی مجروح ہوں گی حالانکہ یہ دونوں کتابیں اصح کتب حدیث ہیں اور مجمع بن
کو ابن القطان نے ثقہ کہا ہے کما فی الزیلعی ج ۲ ص ۱۲۵۔ علوی اور
ابن القطان نے مجہول کہہ کر ان کو حدیث کی علت ٹھہرایا ہے اور عبارت ان کی
میں یہ ہے "وعلة هذا الحديث الجهل بحال يعقوب بن
مجمع ولا يعرف روى عنه غير ابنه" لیکن تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ
ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ علم جہل پر مقدم ہے پس ابن
کا قول مقدم ہوگا جیسا کہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے اور عبارت تہذیب

لنجلۂ بعب کی یہ ہے "وعنه (اے روی عنه) ابنه مجمع وابن ابن ابنه ابراهيم بن اسمعيل بن مجمع و عبدالعزيز بن عبيد بن صهيب ذكره ابن حبان في الثقات" (ج۱۱ ص۲۹۵ مطبوع حیدر آباد)

اور عبدالرحمٰن بن یزید کو ابن القطان نے رواۃ بخاری سے کہا ہے کما فی الزیلعی فی الصحیفہ المذکورۃ پس اس سند کے بھی رجال ثقات ہیں علی اختلاف فی بعضہم اور سند ثالث یہ ہے وہو غیر معتبر اور اس حدیث میں وہی مضمون ہے جو حدیث گزشتہ میں بیان ہوا پس احادیث دلیل ہیں امام صاحب کے مذہب کی اس مسئلہ میں۔ اب رہا اس حدیث کا جواب جس کو حافظ صاحب نے نقل کیا ہے سو یہ امر واجب ہے کہ تا بمقدور کسی حدیث کو متروک نہ کیا جاوے اور تطبیق بین الاحادیث کی جاوے پس یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک تنفیل پر محمول ہے اور اس حمل کی تائید حضرت سلمہ بن الاکوع کے قصہ سے ہوتی ہے کہ ان کو جناب رسول اللہ ﷺ نے باوجود پیادہ ہونے کے دو حصے مرحمت فرمائے تھے اور یہ قصہ صحیح مسلم میں ہے حالانکہ استحقاق ان کا ایک حصہ کا تھا سو یہ تخصیص تھی ان کی جیسا کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے اور وہ فی الزیلعی ج۲ ص۱۲۷۔ اور جن احادیث سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے اور وہ اصل استحقاق پر محمول ہیں اور یہ طریق ہے تطبیق وتفہیم احادیث کا جس کا کوئی منصف انکار نہیں کر سکتا۔

دشمن کے علاقے میں قرآن پاک لے کر جانا

(۴) "ان النبی ﷺ نهى ان يسافر بالقرآن الى ارض العدو مخافة ان يناله العدو" ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا دشمنوں کے ملک (یعنی دارالحرب) میں قرآن لے جانے سے کہ کہیں ایسا نہ ہو دشمن کے ہاتھ لگ جاوے (اور وہ اس کی بے تعظیمی کریں) اس روایت کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں (اور اس میں حدیث کی مخالفت ہے) اس حدیث کو مشکوٰۃ میں مسلم سے ان الفاظ سے نقل کیا ہے: "لا تسافروا بالقرآن فاني لا آمن ان يناله العدو"

جواب یہ ہے کہ امام صاحب کے مذہب میں اس باب میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر مسلمانوں کا لشکر عظیم ہو اور اس امر سے امن ہو کہ قرآن مجید کفار کے ہاتھ لگے تب تو وہاں لے جانا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے کمافی الہدایہ اور خبر واحد سے کراہت ہی ثابت ہوتی ہے اور خود حدیث میں نہی کی تعلیل مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم معلل ہے بعلت عدم امن کے ساتھ پس امام صاحب نے حدیث کی عین موافقت فرمائی ہے۔

اولاد میں سے بعض کو زیادہ عطیہ دینا

(د) اس باب میں حافظ صاحب نے جس قدر احادیث نقل کی ہیں ان سب کا یہ حاصل ہے کہ اولاد کو جب کچھ دیا جاوے تو برابر دینا چاہیے اور واضح ہو کہ اس مسئلہ میں احادیث متعددہ صحاح میں وارد ہیں اور امر بالتسویہ سند صحیح سے ثابت ہے اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا ہے عدم تسویہ بین الاولاد میں مضائقہ نہیں۔

جواب یہ ہے کہ امام صاحب کے مذہب میں اس باب میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر دینے والے کا قصد اضرار کا ہو تب تو مکروہ ہے ورنہ جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ معطی اپنے مال کا مالک ہے اور ابھی تک وہ مال اس کی ملک میں ہے پس قاعدہ کلیہ شرعیہ اس امر کا مقتضی ہے کہ وہ جس کو چاہے دے لیکن بلا عذر اولاد میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا چونکہ ان کی دل شکنی کا باعث ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ تسویہ کو اختیار کرے اور تسویہ کا جو امر وارد ہوا ہے وہ استحباب پر محمول ہے اور اس مسئلہ میں امام صاحب متفرد نہیں ہیں جمہور امت کا یہ مذہب ہے کہ تسویہ مستحب اور اگر بعض کو بعض پر ترجیح دے تو یہ ہبہ صحیح ہے اور مکروہ ہے یعنی خلاف مستحب ہے چنانچہ قاضی محقق شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں "وذهب الجمهور الى ان التسوية مستحبة فان فضل بعضا صح وكره وحملوا الامر على الندب وكذالك حملوا النهى الثابت فى رواية المسلم بلفظ ايسرك ان يكونوا لك فى البر سواء قال بلى

قال فلا اذن علی التنزیہ لما اطال الکلام فیہ" اور اگر جائز اور صحیح نہ ہوتا تو آپ یہ الفاظ نہ فرماتے جو ابن حبان اور نسائی کی روایت میں ہیں کما فی المنیل اور یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں۔(1)

اور وہ لفظ یہ ہیں "فاشهد علی هذا غیری" یعنی تم کسی اور شخص کو اس ہبہ پر گواہ کر لو ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گو خود آپ نے گواہی نہیں فرمائی مگر دوسرے کے لیے اجازت مرحمت فرما دی پس معلوم ہوا کہ جائز تو تھا اسی لیے دوسرے کو اجازت دی ورنہ معصیت کی اجازت کیسے دی جا سکتی تھی مگر چونکہ خلاف اولیٰ تھا اس لیے آپ نے خود اس سے اجتناب فرمایا جیسا بعض جنائز پر آپ خود نماز کسی مصلحت سے نہ پڑھتے تھے مگر دوسروں کو اجازت دے دیتے تھے ایسا ہی یہاں سمجھئے بس بحمد اللہ امام صاحب کا مذہب بدلیل قوی ثابت ہو گیا اور جمہور امت آپ کے موافق ہیں نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ مال مرحمت فرمایا تھا چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے اور دوسری اولاد کو شریک کرنا ان سے ثابت نہیں اور محض احتمال غیر ناشی عن دلیل ایسے امور میں معتبر نہیں اور طحاوی نے روایت کیا ہے "عن عمر رضی اللہ عنہ انه نحل ابنه عاصما دون سائر ولده"

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ عاصم کو عطیہ مرحمت فرمایا اور دیگر اولاد کو اس میں شریک نہ فرمایا ان اکابر خلفاء کے فعل سے بھی یہ ضرور معلوم

---

(1) اس لیے کہ صحیح ابن حبان میں جس قدر احادیث ہیں ان کو علامہ سیوطی نے صحیح فرمایا ہے کما فی خطبہ کنز العمال اور زہر الربیٰ میں علامہ موصوف نے امام نسائی سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک مجتبیٰ یعنی سنن مشہور نسائی میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس قاعدہ سے وہ احادیث مستثنیٰ ہیں جن پر کتب مذکورہ میں ابن حبان اور نسائی نے خود کلام کیا ہے۔ (ابن حبان کے متعلق علامہ سیوطی کی یہ بات صحیح نہیں۔ مشتاق)

ہوا کہ حدیث مرفوع اطلاق پر محمول نہیں اور حضرت ابوبکر ؓ کے فعل سے تو یہ امر اظہر ہے کہ ترجیح بعض اولاد کو بعض پر بغیر کسی عذر کے جائز ہے اس لیے کہ وہاں تو کوئی وجہ ترجیح کی معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہ ؓ ازواج مطہرات میں تھیں ان کے ضروری خرچ کا انتظام کافی وافی تھا پس ان کو ایسی احتیاج نہیں تھی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر ؓ کو ترجیح کی حاجت ہوتی سو یہ دونوں فعل خلفاء ؓ کے امام صاحب کے مذہب کے مؤید ہیں۔

مدبر غلام کو بیچنا

(۶) حدثنا ابن عيينة عن عمرو سمع جابرا ؓ يقول دبر رجل من الانصار غلاما له ولم يكن له مال غيره فباعه النبي ﷺ فاشتراه النحام عبدا قبطيا مات لعام الاول في امارة ابن الزبير ؓ

ترجمہ: حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا تھا اور اس کے پاس اس غلام کے سوا اور کچھ مال نہ تھا سو نبی ﷺ نے اس کو فروخت فرما دیا اور اس کو نحام نے خرید لیا وہ غلام قبطی تھا جو امارت ابن زبیر ؓ کے پہلے سال مر گیا

اس حدیث کی روایت کے بعد حافظ صاحب نے حسب عادت اعتراض فرمایا کہ "ذكر ان ابا حنيفة قال لا يباع" یعنی کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں مدبر کی بیع نہ کی جاوے اس حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور تصحیح و تحسین کی ہے لیکن الفاظ میں کچھ تفاوت ہے اور معنی متحد ہیں البتہ اس میں آقا کی موت کا ذکر ہے مگر اس کا تخطئہ نیشاپوری نے کیا ہے۔ کمافی الزیلعی (ج ۳ ص ۶۲) اور نیز ترمذی کی روایت میں بجائے النحام کے نعیم بن النحام ہے اور صحیحین میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔ اب احقر پہلے امام صاحب کا استدلال عدم جواز بیع مدبر پر ذکر کرتا ہے۔ پھر حافظ صاحب کے اعتراض کا جواب عرض کرے گا حضرت ابن عمر ؓ سے بسند صحیح ابن القطان نے موقوفاً نقل کیا ہے "المدبر لا يباع ولا يوهب و هو حر من ثلث المال" ترجمہ: اس کا یہ ہے کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے

تہائی مال میں سے (یعنی وصیت کے حکم میں ہے) اور بعض رواۃ نے اس حدیث کو مرفوع بھی کہا ہے لیکن نقاد نے اس سند کی تضعیف کی ہے کمافی الزیلعی (ج ۲ ص ۶۲) اور قول صحابی خصوصاً مالا یدرک بالرای حنیفہ کے نزدیک حجت ہے پس عدم جواز بیع کی دلیل تو یہ حدیث ہے اب رہا جواب اعتراض مذکور کا سو طرق حدیث میں نظر کر لے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیع رقبہ نہ تھی بلکہ بیع خدمت تھی یعنی اجارہ اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز ہے حیات مولی میں اور یہاں ایسا ہی ہوا تھا۔ چنانچہ اوپر روایت بعد الموت کا تحقق نقل ہو چکا ہے کمافی الزیلعی (ج ۲ ص ۶۲) اور قطنی کی روایت جس کو ابن القطان نے مرسل صحیح کہا ہے (۱)

کما فی الزیلعی (ج ۲ ص ۶۳) اس کی دلیل ہے اور وہ روایت یہ ہے "عن ابی جعفر قال باع رسول اللہ ﷺ خدمة المدبرة كذا فی الدار القطنی ج ۲ ص ۴۸۲" ترجمہ یہ ہے کہ بیع کی رسول اللہ ﷺ نے کنیزک مدبرہ کی خدمت یعنی اس پر عقد اجارہ فرمایا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ بیع بیع خدمت تھی بیع رقبہ نہ تھی پس دونوں حدیثوں میں بے تکلف تطبیق ہوگئی اگر یہ شبہ ہو کہ بعض روایات میں تصریح ہے کہ یہ بیع قرض کے سبب تھی اور وہ روایت یہ ہے "وكان محتاجا وكان عليه دين فباعه بثمان مائة درهم وقال اقض بها دينك كما فی الزيلعی (ج ۲ ص ۶۲)

تو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بیع قرض کی وجہ سے تھی اس لیے کہ ایسی صورت میں تو غلام اپنی قیمت ادا کرنا کسب کر کے جس کو استسعاء کہتے ہیں لازم ہے چنانچہ زیلعی میں اس کی دلیل یہ حدیث لکھی ہے "يدل عليه ما اخرجه عبدالرزاق فی مصنفه

---

(۱) مراسیل، حنفیہ اور جمہور متقدمین کے ہاں حجت ہیں اور اس سند میں بعض کا کلام کرنا جیسا کہ زیلعی میں ہے غیر معتبر ہے اس لیے کہ اختلاف قتل نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔

عن زياد الاعرج عن النبى ﷺ فى رجل اعتق عبده عند الموت وترك دينا وليس له مال قال يستسعى العبد فى قيمة الثمن ثم اخرج عن على نحوه سواء والاول مرسل يشهده هذا الموقوف (ج۲ ص۶۲)"

اب رہا اس حدیث میں قرض کا ذکر ہونا تو اس میں دو احتمال ہیں: اول یہ ان صاحب کو شاید معلوم نہ ہو کہ تدبیر کے بعد بھی بیع خدمت جائز ہے اور اس وجہ سے انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا ہو اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ہے اپنا قرض اس کی بیع سے ادا کر دو اور خود ہی حضور نے بیع فرما دی تا کہ آپ کا فعل اول علی جواز بیع ہو اور دوسرا یہ احتمال ہے کہ تبرعا مالک نے یہ نیت کی ہو کہ اس غلام سے اب کوئی خدمت میں مضائقہ نہیں پس اس وجہ سے وہ غلام قرض کی وجہ سے اجارہ پر دیا گیا ہو اور بیع خدمت مطلقا ہمارے نزدیک حیات مولی میں جائز ہے خواہ حاجت ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے بحمد اللہ تعالی بہت اچھی طرح حافظ صاحب کا اعتراض دفع ہو گیا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حنیفہ کا احادیث پر کس اہتمام سے عمل ہے کہ کسی حدیث کو متروک نہیں کرتے سب پر عمل کرتے ہیں "الا اذا لم يمكن التطبيق ممكنا فيرجع بعضه على بعض بحسب القواعد"

مردے پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا

(۱۰) اس اعتراض میں حافظ صاحب نے مختلف احادیث دال علی جواز تکرار صلوٰۃ جنازہ روایت کی ہیں۔ جن میں بعض کی دلالت مقصود پر ظاہر ہے اور بعض کی محتمل ہے استدلال ہو نہیں سکتا سو جن احادیث کی دلالت واضح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تکرار حضور سرور عالم ﷺ سے ثابت ہے وہاں اس کی وجہ بھی ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کی نماز کی برکت سے قبر کی ظلمت یقیناً دفع ہو جاتی تھی۔ چنانچہ بخاری ومسلم نے روایت کی ہے "عن ابى هريرة ﷺ ان النبى ﷺ صلى على قبر امرأة او رجل كان يقم المسجد ثم قال ان هذه القبور مملوءة على اهلها ظلمة وانى انورها بصلوتى عليهم كما فى

الزیلعی (ج۱ ص ۲۶۷)

اور یہ برکت کسی دوسرے میں متیقن اور ثابت نہیں پس تکرار صلوٰۃ جنازہ خصوصاً نبی کریم ﷺ میں سے ہے نیز بسند صحیح یہ اگر اکثر صحابہ علیہم سے بھی عمل بعد آپ کے وفات کے ثابت ہو جاتا ہے تب بھی عموم کا قائل ہونا ممکن تھا لیکن ثابت ہی نہیں۔

ہدی کے جانور کو زخم لگانا

(۸) ان النبی ﷺ اشعر فی الایمن وسلت الدم بیدہ ترجمہ: آپ نے داہنی طرف (ہدی کے) پاچھ دیا اور خون اپنے ہاتھ سے پونچھا۔ اس حدیث کا حاصل بخاری میں مختلف روایات سے (ج۱ ص ۲۲۹) میں مروی ہے اس روایت کے بعد حافظ صاحب نے فرمایا ہے کہا جاتا ہے ابوحنیفہ نے کہا پاچھ لگانا مثلہ ہے (اور مثلہ شرعاً ممنوع اور حرام ہے)

جواب اس کا یہ ہے کہ اصل اشعار یعنی پاچھ لگانے کو امام صاحب مکروہ نہیں کہتے اور نہ اس کی سنیت کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس اشعار کو مکروہ فرماتے ہیں جو ایسے طور پر کیا جاوے جس سے جانور کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہو خصوصاً حجاز میں تو عام لوگ اس باب میں احتیاط نہیں کرتے اس لیے امام صاحب نے عام لوگوں کو اس طریق پر اشعار ممانعت فرمائی ہے اور اگر باقاعدہ اشعار کیا جاوے تو سنت ہے، چہ جائیکہ مکروہ ہو اور یہ محصل ہے عینی شرح بخاری وطحاوی کا حاشیہ بخاری سے۔

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا

(۹) عن ہلال بن یساف قال اخذ بیدی ہلال بن ابی الجعد فاوقفنی علی الشیخ بالرقۃ فقال لہ وابصۃ بن معبد قال صلی رجل خلف الصف وحدہ فامرہ النبی ﷺ ان یعید" ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبد فرماتے ہیں ایک آدمی نے صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے ابوحنیفہ نے کہا"

صورت میں نماز صحیح ہو جاوے گی۔ یعنی حدیث میں اعادہ صلوٰۃ کا امر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فاسد ہو گئی تھی اسی لیے تو اعادہ کا حکم دیا گیا اور امام صاحب اس کے خلاف فرماتے ہیں پس امام صاحب کا قول حدیث شریف کے خلاف ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے بھی بالمعنی روایت کیا ہے اور تحسین کی ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے کہ خلف صف تنہا کھڑا ہونا خلاف سنت ہے اور دلیل اس کی صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے جو نیل الاوطار سے نقل کی جاتی ہے: "عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ انہ انتھی الی النبی ﷺ و ھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی ﷺ فقال زادك اللہ حرصا ولا تعد" ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ (صحابی) سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ تک پہنچے جب کہ آپ رکوع میں تھے پھر انہوں نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کر لیا اس کے بعد حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا (کہ میں نے ایسا کیا تھا) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تمہاری حرص بڑھاوے (کہ نیک کاموں میں سبقت کیا کرو) لیکن پھر ایسا نہ کرنا۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا اور وقت معرض بیان میں حکم میں بیان کے ہے پس معلوم ہوا کہ نماز صحیح ہو گئی تھی اور حدیث سابق میں اعادہ کا امر ہے لہٰذا علماء نے دونوں حدیثوں میں اس طرح مطابقت کی ہے کہ حدیث اول کو استحباب پر محمول کیا ہے اور حدیث ثانی کو جواز و صحت صلوٰۃ پر اور یہ تطبیق بے تکلف ہے اور یہی امام صاحب کا مذہب ہے۔

حمل کا انکار کرنے پر لعان کرنا

(۱۰) حدثنا عبدۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ (ای ابن مسعود) ان النبی ﷺ لاعن بین رجل امراۃ وقال عسی ان تجئ بہ اسود جعدا فجاءت بہ اسود جعدا"

نبی ﷺ نے ایک میاں بی بی میں لعان کرایا اور فرمایا قریب ہے تو کالا گھونگر والے بالوں والا بچہ جنے گی سو وہ ویسا ہی جنی۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے اعتراض فرمایا

کہ کہا جاتا ہے ابو حنیفہ حمل کے انکار سے لعان نہیں تجویز فرماتے۔

اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں اور جواب حدیث کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو حمل کا وجود بذریعہ وحی کے متیقن ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا ار قریب ہے تو اس صفت کا بچہ جنے گی جیسا کہ ظاہر ہے اور دوسرے شخص کو اس کا علم یقینی حاصل نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ حمل نہ ہو کوئی مرض ہو اور لعان کے الفاظ نہایت شدید ہیں پس اس میں احتیاط ضروری ہے۔ اس لیے امام صاحب نے اس حدیث کو استدلال کے لیے کافی نہیں سمجھا۔ اس جواب میں کچھ مضمون طحاوی کا جوہر نقی (ج ۲ ص ۱۲۸) سے منقول ہے اور کچھ احقر کا بڑھایا ہوا ہے۔

الحمد للہ العلی الوہاب کہ رسالہ ہذا آج بوقت چاشت ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ یوم جمعہ تمام ہو گیا۔ الراقم احمد حسن عفی عنہ۔

كشف الغمة بسراج الامة

از

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری

سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

ناشر

پیرجی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

FREE
PALESTINE

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله نحمده و نشکره و الصلوٰة و السلام علی رسوله و صفیه

محمد صلی الله علیه وسلم واٰله وصحبه واتباعه اجمعین اما بعد

احقر زمن سید مہدی حسن بن سید محمد کاظم حسن قادری حنفی شاہ جہاں پوری غفرلہ
ولوالدیہ ولمشائخہ ارباب انصاف کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ یہ چند اوراق آپ
کے پیش نظر ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی ہو اس کی اصلاح فرمائیں۔ اور اگر صحیح ہوں
تو دعاء مغفرت سے یاد فرمائیں۔ ایک رسالہ جس کا نام "الجرح علی ابی حنیفة"
ہے دیکھنے میں آیا جس میں سوائے بدزبانی اور بدتہذیبی کے اور کوئی علمی تحقیق
نہیں۔ گو باتیں وہی ہیں جن کا جواب بارہا ہو چکا ہے مگر ہر ایک کا طرز اور رنگ جدا
ہے اس لیے اس کے چند اقوال مع جوابوں کے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جس
سے غیر مقلدین زمانہ کا تعصب اور ہٹ دھرمی اور امام ابوحنیفہ کیساتھ جو ان کو قلبی
عداوت ہے اس کا اندازہ ہوگا۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان کو سلف صالحین کے
ساتھ کہاں تک محبت ہے۔ چونکہ میرے پاس چند روز تک رسالہ مذکورہ رہا اس لیے
چند اقوال کے میں نے جواب لکھے ہیں ان کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں وما توفیقی الا
باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولی ونعم النصیر.

اعتراض نمبر ا:

آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام صاحب کو کمزور الحفظ کہا ہے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱۔۱۲)

جواب:

یہ قول محدثین پر محض افترا ہے صرف عوام کو دھوکہ میں ڈالنا اور گمراہ کرنا مقصود ہے مگر چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اپنے اوپر ہی وہ لوٹ کر آتی ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ تمام محدثین نے ان کو ضعیف کہا اور پھر ان ہی کی شاگردی بے واسطہ یا بواسطہ اختیار کی۔ اگر امام ابو حنیفہ کو ضعیف فی الحدیث مانا جائے تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہوا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف رسالہ کو اس کی خبر نہیں کہ تمام محدثین کے شیخ ابو حنیفہ ہی ہیں ورنہ یہ افترا پردازی سرزد نہ ہوتی۔

ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ وکیع بن الجراح ان کو کون نہیں جانتا کہ محدثین میں کس مرتبہ کے ہیں۔ صحاح ستہ میں ان کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ امام احمد، ابن مدینی، عبداللہ بن مبارک، اسحاق بن راہویہ، ابن معین، ابن ابی شیبہ، یحییٰ بن اکثم وغیرہ بڑے بڑے محدث فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ مگر خود وکیع بن الجراح امام ابو حنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ ابو حنیفہ سے حدیث پڑھی اور ان ہی کے قول پر فتوے دیتے تھے۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی نے تصریح کی ہے۔ اب امام بخاری کا سلسلہ حدیث بواسطہ احمد بن منیع عن وکیع امام ابو حنیفہ تک پہنچتا ہے کیوں کہ امام بخاری احمد بن منیع کے شاگرد اور احمد بن منیع وکیع بن الجراح کے شاگرد اور وکیع بن الجراح امام ابو حنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہٰذا ابو حنیفہ کے ضعیف ماننے سے یہ سلسلہ سند حدیث بھی ضعیف ہو گیا۔ بلکہ یہ تینوں بھی ضعیف ہو گئے اور ان کی روایت قابل اعتبار نہیں رہی۔

دوسرا سلسلہ: امام بخاری علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن المدینی وکیع بن الجراح

شاگرد اور وکیع بن الجراح امام ابوحنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہٰذا یہ سلسلہ بھی امام ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کے ضعیف ہو گیا۔ بلکہ یہ تینوں صاحب بھی ضعیف ہو گئے۔ فافہم

تیسرا سلسلہ امام بخاری اور امام مسلم مکی بن ابراہیم کے شاگرد اور مکی بن ابراہیم امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

چوتھا سلسلہ سنن ابوداؤد اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد فضل بن دکین ابونعیم کے شاگرد اور حافظ ابونعیم فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

پانچواں سلسلہ امام ترمذی امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری حافظ ذہلی کے شاگرد اور امام ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

چھٹا سلسلہ امام بیہقی دار قطنی اور حاکم صاحب مستدرک کے شاگرد اور حاکم اور دار قطنی ابو احمد حاکم کے شاگرد اور ابو احمد ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری حافظ ذہلی کے شاگرد اور حافظ ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

ساتواں سلسلہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی امام محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگرد اور امام محمد امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ اور خود امام ابویوسف بھی ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

آٹھواں سلسلہ طبرانی اور ابن عدی ابوعوانہ کے شاگرد اور ابوعوانہ مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہیں۔ اور مکی بن ابراہیم جو بخاری و مسلم کے استاذ ہیں ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

نواں سلسلہ ابویعلیٰ موصلی صاحب مسند یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

دسواں سلسلہ ابن خزیمہ صاحب صحیح اسحاق بن راہویہ کے شاگرد ہیں اور اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری اور امام احمد اور امام دارمی اور حافظ ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد ہیں اور فضل بن دکین امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

ناظرین کے سامنے یہ دس سلسلے محدثین کی سند کے پیش کیے ہیں جن میں دنیا کے تمام محدث جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ ضعیف ہیں تو یہ محدثین بھی ضعیف ہیں اور ان کے سلسلے روایت کے بھی ضعیف ہیں۔ موقع ہے اور اور سلاسل پیش کروں گا۔ جن سے معلوم ہوگا کہ سب ہی محدث امام ابوحنیفہ کے بواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔ اب چند اقوال محدثین کے امام ابوحنیفہ کے بارہ میں لیں کہ ان حضرات کا امام صاحب کے بارے میں کیا خیال تھا اور ان کو کس پایہ کا سمجھتے تھے۔

(۱) علامہ صفی الدین خزرجی خلاصہ تہذیب کے صفحہ ۴۰۲ میں فرماتے ہیں:

"النعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفة امام العراق فقیه الامة عن عطاء و نافع والاعرج وطائفة وعنه ابنه حماد و زفر وابو یوسف ومحمد وطائفة وثقه ابن معین الخ"

کہ نعمان بن ثابت فارسی الاصل ہیں ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے عراق کے امام اور امت محمدیہ ﷺ کے فقیہ ہیں۔ فن حدیث کو عطاء اور نافع اور اعرج اور ایک گروہ محدثین سے حاصل کیا ہے۔ اور ابوحنیفہ سے ان کے صاحبزادہ امام حماد اور امام زفر اور امام ابویوسف اور امام محمد اور ایک جماعت محدثین نے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ اس عبارت سے چند باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اول امام ابوحنیفہ کی امامت فی العلم ثابت ہوئی جو علوم شرعیہ مختلفہ کو مستلزم ہے ورنہ بے علم امام فی الدین نہیں ہوسکتا۔ دوسرے فقاہت جس کو دین کی سمجھ کہا جاتا ہے جس کو ابن عباس ؓ کے واسطے آنحضرت ﷺ نے بایں لفظ اللهم فقهه في الدين دعا کی ہے۔ صاحب خلاصہ کہتے ہیں کہ امت کے فقیہ تھے یعنی امت میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ امام ابوحنیفہ کو تھی۔ جس کی وجہ سے فقیہ الامت کہلائے اور بعد صحابہ کے فليفقه في الدين کے فرد اکمل تھے۔ تیسرے آپ کے استاذ نافع اور عطا اور اعرج اور ایک گروہ محدثین کا تھا۔ یہاں سے وہ قول مؤلف رسالہ کا کہ ابوحنیفہ کے لائق

تھا اور اعمش تھے بالکل صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ چوتھے امام الجرح والتعدیل یحییٰ ابن معین نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی شاید مؤلف رسالہ کے نزدیک ابن معین محدث نہ تھے اسی بنا پر فرمایا کہ جس قدر محدث گزرے سب نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے اور اتو کر بیان میں سرڈال کر شرمانا چاہیے اور آخرت کو سنوارنا چاہیے کیوں کہ جھوٹ سے آخرت برباد ہوتی ہے۔

(۲) اور حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں یحییٰ بن معین کا قول بروایت محمد ابن سعد اور صالح بن محمد اسدی کے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے

"قال محمد بن سعد سمعت یحیی بن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظه وقال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث"

انتھی

کہ محمد بن سعد کہتے ہیں یحییٰ بن معین کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ وہی حدیثیں بیان کرتے تھے جن کو وہ یاد رکھتے تھے اور جو احادیث یاد نہ ہوتیں انہیں بیان نہ کرتے تھے اور صالح بن محمد اسدی ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابن معین نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے۔ اس ابن معین کے قول سے امام صاحب کے ورع اور احتیاط پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ غایت احتیاط وتقویٰ کی وجہ سے وہی احادیث بیان وروایت کیا کرتے تھے جو آپ کے اعلیٰ درجہ کی یاد ہوتی تھیں۔ اگر ذرا بھی شبہ ہوتا تو اس کو نہ بیان کرتے تھے تاکہ حدیث رسول میں کذب کا شائبہ بھی نہ ہو اور وعید احد الکاذبین میں داخل نہ ہو جائیں۔ تدبر۔

(۳) نقاد فن رجال امام ذہبی نے "تذہیب التہذیب" میں یحییٰ بن معین کا قول ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

"قال صالح بن محمد جزرة وغیره سمعنا یحیی بن معین یقول ابو حنیفة ثقة فی الحدیث وروی احمد بن محمد بن محرز عن ابن معین

لا باس به" انتهی

صالح بن محمد جزرہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ اور احمد بن محمد بن محرز ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ابوحنیفہ لا باس بہ ہیں۔ اور کلمہ لا باس بہ ابن معین کی اصطلاح میں ثقہ کے مثل میں اور اس کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ علامہ ابن معین نے اپنی مختصر میں اس کی تصریح کی ہے جس کی عبارت یہ ہے "قال ابن معين اذا قلت لا باس به فهو ثقة" ابن معین فرماتے ہیں کہ جب میں کسی کے بارے میں لا باس بہ کہوں تو اس کے معنی ثقہ کے ہیں۔ علامہ ابن حجر وغیرہ نے بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں امام صاحب کے بارے میں ابن معین کا قول لا باس به نقل کیا ہے۔

(۳) حافظ ابوالحجاج مزی جو فن رجال کے امام مسلم الثبوت ہیں۔ تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں

"قال محمد بن سعد العوفي سمعت يحيى بن معين يقول كان ابو حنيفة ثقة في الحديث لا يحدث الا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظه وقال صالح بن محمد الاسدي عنه كان ابو حنيفة ثقة في الحديث" انتهى

شاید یہ خیال ہو کہ ابن معین کے علاوہ اور کسی نے امام ابوحنیفہ کی توثیق نہ کی ہو تو اس کے متعلق سنیئے۔ حافظ ابن شافعی کی اپنی کتاب خیرات الحسان کی اڑتیسویں فصل میں فرماتے ہیں:

"وقد قال الامام علي بن المديني ابو حنيفة روى عنه الثوري وابن المبارك وحماد بن زيد وهشام و وكيع وعباد بن العوام وجعفر بن العوام و جعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به" انتهى

علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر بن عون

حدیث کی روایت کی ہے وہ ثقہ لا باس بہ تھے۔ یہ ابن مدینی وہی بخاری کے استاذ ہیں ان کے بارے میں بخاری نے یہ فرمایا ہے کہ "ما استصغرت نفسی الا عندہ" میں نے اپنے آپ کو سوائے علی بن مدینی کے اور کسی کے سامنے چھوٹا نہیں سمجھا۔ اس کو "تقریب" میں حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے۔ نیز ان ہی کے بارے میں "تقریب" میں یہ بھی ہے "ثقة ثبت امام اعلم اهل عصره بالحديث وعلله" پس یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ہی کی توثیق ایسی ہے گویا تمام محدثین نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کر دی کیوں کہ یہ دونوں جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ شاید مولف رسالہ کے نزدیک علی بن مدینی بھی محدث نہیں کیوں کہ انہوں نے ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے۔ افسوس ہے اس تعصب و عداوت پر۔ یہاں اتنے پر ہی کفایت کرتا ہوں آگے اقوال اور نقول بھی ان شاء اللہ پیش کروں گا جن سے مولف رسالہ کا جھوٹ معلوم ہوگا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔

اعتراض نمبر۲:

اور لطف یہ کہ امام صاحب ضعیف (الجرح علی ابی حنیفہ ص۱۱-۱۲)

جواب:

ناظرین نے ابھی معلوم کر لیا ہے کہ امام صاحب ثقہ فی الحدیث ہیں جس کو ابن معین اور ابن مدینی اور محمد بن سعد اور صالح بن محمد اسدی اور احمد بن محمد بن محرز اور ابوالحجاج مزی اور حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر العسقلانی اور حافظ ابن حجر مکی اور صفی الدین خزرجی نے تسلیم کر لیا ہے کیوں کہ ان حضرات نے ابن معین اور ابن مدینی کے قول کو نقل کر کے کسی قسم کی جرح نہیں کی اور اس پر سکوت کیا تو ضرور ہی ماننا پڑے گا کہ ان حضرات کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا ثقہ ہونا مسلم ہے اور اگر امام ذہبی کی عبارت میں جو اوپر مذکور ہو چکی ہے لفظ غیرہ اور سمعنا پر نظر غائر ڈالی جائے تو کم از کم دو فرد معدلین ابوحنیفہ میں اور بڑھ جائیں گے۔

مولف رسالہ نے امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو مضعفین امام میں شمار کیا

ہے۔ حالانکہ امام ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں امام صاحب کے متعلق کوئی ایسا لفظ بیان نہیں کیا جس سے وہم تضعیف بھی ہو اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں کوئی ایسا لفظ بیان نہیں کیا جس سے تضعیف ثابت ہوتی ہو حالانکہ تقریب وہ کتاب ہے جس میں اعدل قول نقل کرنے کا حافظ ابن حجر نے وعدہ کیا ہے اگر امام صاحب ان کے نزدیک ضعیف ہوتے تو ضرور تضعیف کرتے لہٰذا ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی پر محض افترا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے۔ امام صاحب اور ان کی تضعیف ثابت ہو۔ العیاذ باللہ دونہ خرط القتاد۔ ذرا تعصب کے پردہ کو اٹھا کر چشم بصیرت سے دیکھیے۔

اعتراض نمبر۳:

ان کے استاد ضعیف۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱-۱۲)

جواب:

جب چیونٹی کے پر جمتے ہیں تو اس کی کم بختی آتی ہے۔ مولف رسالہ یہ فرمائیں کہ عطاء، نافع، اعرج وغیرہم جو امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں یہ ضعیف ہیں۔ اگر یہی انصاف اور حق ہے تو صحاح کی احادیث کی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھیے کیوں کہ یہ صحاح کے راوی ہیں جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں یاد آیا استاد سے مولف رسالہ کی مراد حماد بن ابی سلیمان ہیں کیوں کہ ان ہی کو امام صاحب کے استادوں میں مولف نے شمار کیا ہے تو ان کے متعلق سنیے:

"حماد بن ابی سلیمان اخرج له الائمة الستة ابو اسمٰعیل الاشعری الکوفی احد ائمة الفقهاء سمع انس بن مالك و تفقه بابراهیم النخعی روی عنه سفیان وابو حنیفة وخلق تکلم فیه للارجاء ولولا ذکر ابن عدی له فی کامله لما اوردته قال ابن عدی حماد کثیر الروایة له غرائب وهو متماسك لابأس به وقال ابن معین وغیره ثقة مختصرًا.

(میزان ج۱ ص۲۷۹)

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں حماد بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ
ان کی احادیث کی تخریج ائمہ ستہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے
کی ہے۔ ان کی کنیت ابو اسماعیل اشعری کوفی ہے۔ ائمہ فقہاء میں سے ایک امام یہ بھی
ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے اور فن فقہ ابراہیم نخعی سے حاصل کیا ہے۔
سفیان ثوری اور شعبہ اور ابوحنیفہ اور ایک گروہ محدثین کا فن حدیث میں ان کا شاگرد
ہے۔ ارجاء کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔ اگر ابن عدی اپنی کامل میں ان کو نہ ذکر
کرتے تو میں بھی اپنی کتاب میزان میں ان کو نہ بیان کرتا کیوں کہ ثقہ ہیں۔ (لما
ذکرته انه ثقة) ابن عدی کہتے ہیں کہ حماد کثیر الروایہ ہیں۔ ہاں کچھ ان کے غرائب
بھی ہیں۔ متماسک الحدیث اور لاباس بہ ہیں۔ اور ابن معین وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا
ہے۔ متماسک اور لاباس بہ توثیق کے الفاظ ہیں۔ لاباس بہ صدوق کے قائم مقام
ہے۔ چنانچہ ذہبی نے مقدمہ میزان میں تصریح کی ہے۔ دیکھو میزان کے صفحہ ۳ کو۔
ناظرین جناب اب تو معلوم ہوا کہ حماد بن ابی سلیمان جو ابوحنیفہ کے شیخ ہیں ثقہ ہیں۔
اگر یہ نقول موجود نہ بھی ہوتیں تو بھی ان کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش
نہ تھی۔ کیوں کہ یہ بخاری مسلم کے راوی ہیں۔ جو صحیحین کے نام سے مشہور ہیں خصوصاً
غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو اہل حدیث اور محمدی کہتے ہیں دم زدن کا چارہ نہیں
کیوں کہ صحیحین کی روایات پر ان کا ایمان اور ان کی صحت ان کے نزدیک کالوحی
المنزل من اللہ ہے۔

ناظرین یہ ہے ان کی دیانت داری اور یہ ہے ان کا تعصب کہ ابوحنیفہ کی عداوت کی
وجہ سے یہ خیال نہ رہا کہ اگر حماد کو ہم ضعیف کہیں گے تو بخاری مسلم کی روایات پر اس
کا کیا اثر پڑے گا۔ یہ عجب نہیں تو اور کیا ہے ارجاء کے معنی کے متعلق کہیں آگے چل کر
عرض کروں گا کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس کے کیا معنی اور کتنی قسمیں ہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

ان کے استاذ الاستاذ ضعیف۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱-۱۲)

جواب:

حماد کے اعتبار سے جو صاحب میزان نے بیان کیا ہے۔ امام صاحب کے استاذ الاستاذ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں جو صحابی ہیں۔ ضعیف ہونے میں تو یہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے ورنہ ابھی قیامت قائم ہو جائے گی۔ کیوں کہ صحابہ تمام عدول ہیں ان میں کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن مولف رسالہ کی اس سے مراد ابراہیم نخعی ہیں کیوں کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ یہ بھی ہیں چنانچہ عبارت میزان سے ظاہر ہے ان کے متعلق ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ محدثین کا کیا خیال ہے۔

حافظ میزان الاعتدال صفحہ ۳۱ میں فرماتے ہیں

"قلت واستقر الامر علی ان ابراهيم حجة"

میں کہتا ہوں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعی حجت ہیں یعنی ان کی روایات احادیث کا اعتبار ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ بہت بسط کے ساتھ لکھا ہے اور بہت زور کے ساتھ ان کی توثیق ثابت کی ہے۔ اگر وہ نہ ملے تو تعلیق مجد اور مسند امام اعظم ہی ملاحظہ فرمالیں۔ حقیقت حال روشن ہو جائے گی۔

تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ابراهيم بن يزيد بن قيس بن الاسود النخعي ابو عمران الكوفي الفقيه ثقة الا انه يرسل كثيرا من الخامسة مات سنة ست و تسعين وهو ابن خمسين او نحوها"

کہ ابراہیم فقیہ اور ثقہ ہیں اکثر احادیث مرسل بیان کرتے ہیں۔ کہیے اب تو ضعیف ہونا ان کا باطل ہو گیا۔

تہذیب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

"مفتي اهل الكوفة كان رجلا صالحًا فقيهًا قال الاعمش كان خيرا في الحديث وقال الشعبي ما ترك احدا اعلم منه وقال ابو سعيد العلائي هو مكثر من الارسال وجماعة من الائمة صححوا مراسيله"

ابراہیم نخعی اہل کوفہ کے مفتی اور صالح فقیہ تھے۔ اعمش کہتے ہیں حدیث میں صراف تھے۔ شعبی نے کہا کہ اپنے بعد انہوں نے اپنے آپ سے کسی کو زیادہ عالم نہیں چھوڑا۔ ائمہ کی ایک جماعت نے ان کے مراسیل کی تصحیح کی ہے۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھنا ثابت ہے۔ حضرت زید بن ارقم وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ چنانچہ میزان اور تہذیب التہذیب وغیرہ میں مصرح ہے پس تابعی ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابراہیم ثقہ، صالح، خیرتی الحدیث حجت ہیں۔ صحاح کے راوی ہیں۔ اگر ضعیف ہوں تو بزعم مولف تو صحاح ستہ کی روایات سے امان اٹھ جائے گا۔ خصوصا صحیح بخاری سے جس پر تقریباً ایمان والقان ہے۔

اعتراض نمبر۵:

ان کے بیٹے ضعیف ان کے پوتے ضعیف۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱-۱۲)

جواب:

ناظرین نے امام ابوحنیفہ اور حماد بن ابی سلیمان اور ابراہیم بن یزید نخعی کے بارے میں تو توثیق معلوم کر لی اور مولف رسالہ کا تعصب معلوم کر لیا کہ کہاں تک سچائی سے کام لیا ہے۔ اب امام صاحب کے بیٹے اور پوتے کے متعلق سنیے۔ حافظ ذہبی نے میزان میں ابن عدی کے قول کو نقل کرنے کے بعد خطیب کا قول نقل کیا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

"قال الخطيب حدث عن عمر بن ذر ومالك بن مغول وابن ابى ذئب وطائفة وعنه سهل بن عثمان العسكرى وعبدالمومن بن على الرازى وجماعة ولى قضاء الرصافة وهو من كبار الفقهاء قال محمد بن عبدالله الانصارى ما ولى القضاء من لدن عمر الى اليوم اعلم من اسماعيل بن حماد قيل ولا الحسن البصرى قال ولا الحسن"

(ص ۱۰۵)

خطیب کہتے ہیں کہ امام صاحب کے پوتے اسماعیل نے فن حدیث کو عمر بن ذر اور

مالک بن مغول اور ابن ابی ذئب اور ایک جماعت محدثین سے حاصل کیا ہے۔ اور ان سے سہل بن عثمان عسکری اور عبدالمومن بن علی رازی اور ایک جماعت محدثین نے روایت حدیث کی ہے۔ شہر رصافہ کے قاضی اور فقہائے کبار میں سے ایک بڑے فقیہ تھے اور محمد بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ عمر کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک اسماعیل بن حماد سے زیادہ عالم کوئی نہیں ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ حسن بصری بھی ایسے نہیں تھے؟ تو جواب دیا کہ حسن بصری بھی ان کے علم کو نہیں پہنچتے تھے اور ان کے برابر کے علم میں نہ تھے۔

یہ تو پوتے کی حالت تھی اب بیٹے کو لیجیے:

"وبعض المتعصبين ضعفوا حمادا من قبل حفظه كما ضعفوا ابا الامام لكن الصواب هو القول لا يعرف له وجه في قلة الضبط والحفظ وطعن المتعصب غير مقبول" (تنسيق النظام ص ١٢)

اور بعض متعصبین نے حفظ کے اعتبار سے حماد بن ابی حنیفہ کو ضعیف کہا ہے جس طرح امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔ مگر سچی اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ ثقہ تھے اور قلت ضبط اور حافظہ کا کوئی سبب ان میں نہیں پایا جاتا تھا اور متعصب شخص کی جرح اور اس کا طعن مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔ آگے چل کر ان کے متعلق اور بھی بیان آئے گا یہاں صرف اتنا بتلانا مقصود ہے کہ محض تعصب کی بنا پر جو شخص بھی امام ابوحنیفہ سے تعلق رکھتا ہے اس کو ضعیف اور مجروح کہا جاتا ہے۔ کون سا ایسا محدث ہے جس میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ حتی کہ امام بخاری اور امام مالک اور امام شافعی وغیرہ بھی نہیں بچے۔ اگر یہ لوگ ضعیف ہیں تو پھر ابوحنیفہ اور ان کے بیٹے اور پوتے اور استاد اور استاذ الاستاذ کا ضعیف ہونا بجا درست ہے ورنہ جو جواب وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ وجہ فرق ضروری ہے۔ یہ علمی میدان ہے علمی تحقیق ہونی چاہیے بکواس اور بدتہذیبی سے قابلیت اور لیاقت نہیں ثابت ہوتی مگر اصل بات یہ ہے کہ

نہ خنجر اٹھے ہے نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

جس نے الجرح علی اصول فقہ کا جواب الصارم المسلول دیکھا ہوگا وہ میرے اس قول کی تصدیق اچھی طرح کر سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

ان کے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد ضعیف الی قولہ پھر کیا ایسوں کو حدیث کا علم ہو گا۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱-۱۲)

جواب:

بے شک سچ ہے۔ ع جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی تم سے سیکھ جائے۔

ابتدا میں میں عرض کر چکا ہوں کہ محدثین کا سلسلہ حدیث امام ابو حنیفہ تک پہنچتا ہے اور سب اسی سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں اس سے نکل نہیں سکتے۔ اگر یہ سب ضعیف ہیں تو جملہ محدثین ضعیف اور ان کا سلسلہ حدیث ضعیف ہے۔ ظاہر ہے کہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی امام محمد کے شاگرد اور امام محمد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ لہٰذا امام احمد اور امام شافعی بھی ضعیف ہیں۔ کیوں کہ بقول مولف رسالہ امام محمد اور امام ابو یوسف ضعیف ہیں۔ العیاذ باللہ اور تعجب تر یہ امر ہے کہ امام احمد بن حنبل خود امام ابو یوسف کے شاگرد بلا واسطہ بھی ہیں اور ان کی شرط یہ ہے کہ سوائے ثقہ راوی کے اور کسی سے روایت ہی نہیں کرتے اور جب امام ابو یوسف ضعیف ہیں تو امام احمد کے ضعیف ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ یہ امام ابو یوسف جو ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں وہی امام ابو یوسف ہیں جن کو امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے اور جن کے شاگرد یحییٰ بن معین اور امام احمد اور علی بن الجعد اور بشر بن الولید اور امام محمد وغیرہ ہیں۔ ان حضرات نے فن حدیث امام ابو یوسف سے حاصل کیا۔ چنانچہ ماہرین فن رجال سے مخفی نہیں۔ امام ابو یوسف کے بارے میں یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ ابو یوسف صاحب حدیث اور عامل سنت ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حدیث میں

امام ابو یوسف منصف تھے۔ یحییٰ بن معین کا ایک اور قول ہے کہ اصحاب الرائے میں امام ابو یوسف سے زیادہ کوئی دوسرا حدیث بیان کرنے والا نہیں۔ حیاۃ الاسلام میں ہے کہ امام ابو یوسف کو بیس ہزار منسوخ حدیثیں یاد تھیں۔ ناسخ احادیث کا کیا کہنا مگر ہائے ابو حنیفہ کی شاگردی کہ اس کی وجہ سے امام ابو یوسف جیسا حافظ حدیث اور استاذوں کا استاذ بھی ضعیف ہونے سے نہ بچا بلکہ سب کو ضعیف بنا دیا۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

حافظ ابو نعیم اور ابو یعلی اور ابو القاسم بغوی شاگرد فن حدیث میں بشر بن الولید کے ہیں اور بشر بن الولید امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ دوسرا سلسلہ امام ترمذی اور ابن خزیمہ امام مسلم کے شاگرد اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد اسد بن عمرو قاضی کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ثقہ تھے۔ اور امام احمد نے فرمایا صدوق صالح الحدیث تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں لم تحوف لانہ له ہے۔ کفری کہتے ہیں کہ ان کے ثقہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ان سے روایت کی ہے لہٰذا یہ دلیل امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے کی ہے کیوں کہ جس طرح امام احمد امام ابو یوسف کے شاگرد کے شاگرد ہیں اسی طرح امام ابو یوسف کے بھی شاگرد ہیں۔

ہاتھ لا اے یار کیوں کیسی کہی

تیسرا سلسلہ امام ترمذی بخاری کے شاگرد اور امام بخاری احمد بن منیع بغوی کے شاگرد اور احمد بن منیع اسد بن عمرو کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں لہٰذا تینوں سلسلے بقول مولف رسالہ ضعیف ہوئے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

چوتھا سلسلہ امام بیہقی دار قطنی اور ابو عبداللہ حاکم کے شاگرد ہیں اور یہ دونوں ابو احمد حاکم کے شاگرد اور ابو احمد ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور

... بخاری علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن الازہر کے شاگرد اور بشر
قاضی امام ابو یوسف کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔

... اس سلسلہ دار قطنی بغوی کے شاگرد اور بغوی علی بن مدینی کے اور علی بن مدینی
... اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

... سلسلہ حاکم ابن حبان کے شاگرد اور ابن حبان ابو یعلی کے شاگرد اور ابو یعلی علی
... مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن الازہر کے شاگرد اور بشر قاضی ابو یوسف
... شاگرد ہیں۔

... اس سلسلہ ابو داؤد صاحب سنن علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر کے
... امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

... اس سلسلہ حدیث امام بخاری اور امام ترمذی اور ابو داؤد اور ابن خزیمہ اور
... یہ پانچوں حافظ ذہلی کے شاگرد اور ذہلی بشر کے شاگرد اور بشر قاضی ابو یوسف
... شاگرد ہیں۔

... اس سلسلہ حدیث امام بخاری شاگرد علی بن الجعد کے ہیں اور علی بن الجعد امام
ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

... اس سلسلہ ابن مردویہ ابو محمد عبد اللہ کے شاگرد اور ابو محمد ابو یعلی کے شاگرد ابو یعلی
... یحییٰ بن معین کے شاگرد ہیں اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری اور ابو داؤد اور ابن
ابی شیبہ اور ابو زرعہ اور ابن ابی الدنیا اور ابو القاسم بغوی اور خود ابو یعلی موصلی علی بن
الجعد کے شاگرد اور علی بن الجعد قاضی امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

... کے طور پر دس سلسلے ہدیہ ناظرین کیے ہیں۔ تاکہ مولف رسالہ کی ہرزہ سرائی
ظاہر ہو جائے کہ ان کو علم حدیث کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر قاضی ابو یوسف علم حدیث سے
... نہ تھے تو یہ بڑے بڑے محدث فن حدیث میں کیوں ان کے شاگرد ہوئے اور
... ایسوں سے علم حدیث حاصل کیا جن کو کچھ بھی نہ آتا تھا۔ اور پھر خود ضعیف بھی
... ۔ اسی کو کہا جاتا ہے کہ جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے۔

الحمد للہ کہ ابھی اتنی قدرت ہے کہ اور بھی سلسلے بیان کرسکتا ہوں کہ اور جہاں ضرورت ہوگی بیان کروں گا مگر یہاں پر اتنے پر کفایت کریے اور اب امام محمد کی طرف رجوع کریے اور غور فرمایئے کہ ان کو بھی حدیث کا علم تھا یا نہیں۔ اگر چہ وہ شخص جس نے امام محمد صاحب کی تصنیفات دیکھی ہوں جو تقریباً نوسو نانوے چھوٹی بڑی حدیث وغیرہ وغیرہ میں ہیں۔ امام محمد کے تبحر علمی اور حدیث دانی سے اچھی طرح واقف ہوگا مگر مولف رسالہ جیسے حضرات کی بصیرت کے واسطے یہاں پر ذکر کرتا ہوں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ ہوکر حق ظاہر ہوجائے۔ ان کے حدیث میں معتبر ہونے کے واسطے یہاں پر صرف ایک قول علی بن مدینی کا نقل کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجر لسان المیزان میں عبداللہ بن علی بن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ میرے والد علی بن مدینی فرماتے تھے کہ محمد بن الحسن الشیبانی حدیث میں صدوق تھے۔ یہ علی بن مدینی وہی شخص ہیں جن کے سامنے امام بخاری جیسے شخص نے سر تسلیم خم کردیا تھا۔ اور کتب رجال میں تصریح ہے کہ لفظ صدوق الفاظ توثیق میں سے ہے لہٰذا یہ کہنا کہ امام محمد ضعیف ہیں باطل ہوگیا۔

اب سنیے امام محمد کی پیدائش ۱۳۵ھ میں اور ۱۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ امام محمد نے علم حدیث امام ابویوسف اور امام مالک اور امام اوزاعی، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، عمرو بن دینار، مالک بن مغول، ربیعہ بن صالح اور بکیر وغیرہ محدثین سے حاصل کیا۔ خاص کر امام مالک سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنیں اور یاد کیں۔ تقریباً تین سال امام مالک کی خدمت میں رہے اپنے زمانہ میں بغداد میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ امام محمد صاحب سے امام شافعی اور ابوسلیمان جوزجانی، ہشام الرازی، علی بن مسلم الطوسی، ابوعبیدہ قاسم بن سلام، خلف بن ایوب، ابوحفص کبیر، یحییٰ بن اکثم، موسیٰ بن نصیر رازی، محمد بن سماعہ، معلی بن منصور، ابراہیم بن رستم، عیسیٰ بن ابان، محمد بن مقاتل، شداد بن حکیم، علی بن معبد وغیرہ محدثین نے حدیث پڑھی۔ اگر امام محمد کو فن حدیث میں بقول مولف رسالہ کچھ قابلیت نہ تھی تو یہ محدث کیوں ان کے شاگرد ہوئے اور کیوں ان سے

امام سے روایت کیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی علم حدیث سے واقف نہ تھے۔ تو ایک ضعیف غیر عالم حدیث امام محمد سے حدیث کو پڑھا اور ان کے حلقہ درس میں داخل ہو کر ان کی شاگردی کی وجہ سے اپنے آپ کو بدلگایا۔ سبحان اللہ و انا الیہ راجعون۔

تفصیل اس کے متعلق آگے آ رہی ہیں ناظرین منتظر رہیں۔ یہاں پر چند سلسلوں کو ملاحظہ فرمائیں:

سلسلہ اول امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، ابن ابی الدنیا یہ پانچوں امام احمد کے شاگرد اور امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی روایت حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں۔

دوسرا سلسلہ علی بن مدینی اور بخاری دونوں معلی بن منصور کے شاگرد اور معلی بن منصور امام محمد کے شاگرد ہیں۔

تیسرا سلسلہ ابن مردویہ ابوالقاسم طبرانی کے شاگرد اور طبرانی امام طحاوی کے شاگرد اور امام طحاوی یونس بن عبدالاعلیٰ کے شاگرد اور یونس علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد فن حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں۔

چوتھا سلسلہ ابوعوانہ ابن عدی کے شاگرد اور ابن عدی ابویعلیٰ کے شاگرد اور ابویعلیٰ یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد کے شاگرد ہیں۔

پانچواں سلسلہ ابن مردویہ اور حافظ ابونعیم ابوالشیخ اصفہانی کے شاگرد اور اصفہانی اور ابن حبان ابویعلیٰ کے شاگرد اور ابویعلیٰ یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد کے شاگرد ہیں۔

چھٹا سلسلہ ابوحاتم علی بن معبد کے شاگرد اور علی محمد کے شاگرد ہیں۔

ساتواں سلسلہ قاسم بن سلام علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد بن الحسن کے شاگرد ہیں۔

آٹھواں سلسلہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن ...
امام محمد کے شاگرد ہیں۔

دسواں سلسلہ امام بخاری اور امام ترمذی شاگرد یحییٰ بن اکثم کے اور یحییٰ ...
صاحب کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔

یہ دس سلسلے نمونہ ہدیہ ناظرین ہیں۔ غرض اس سلسلہ سے کوئی محدث بچ نہیں ...
اگر امام محمد ضعیف ہیں تو یہ سب بھی ضعیف ہیں۔ نیز علم حدیث سے یہ حضرات ...
نہیں۔ الحمد للہ پس ثابت ہوا کہ امام محمد نہ تو ضعیف ہیں اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ ...
حدیث کا علم نہیں تھا۔ ورنہ یہ بڑے بڑے محدث ان کے قیامت تک شاگرد نہ ہو ...
مولف رسالہ چشم بصیرت کھول کر غور سے دیکھیں کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں کہاں ...
حق بجانب ہے۔ گو مضمون طویل ہو گیا ہے مگر فائدہ سے خالی نہیں کیوں کہ طرز ...
اورنئی بات ہے جس کی اہل علم اور اہل انصاف ضرور داد دیں گے۔

اعتراض نمبر ۷:

پہلے ایک کلام مجمل سنو۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱-۱۲) قیام اللیل صفحہ ۱۲۳ میں ...
کہ

"حدثنی علی بن سعید النسوی قال سمعت احمد بن حنبل یقول:
هؤلاء اصحاب ابی حنیفة لیس لهم بصر بشیء من الحدیث ما هو ...
الجراۃ انتهی.

جواب:

اولاً بہت ہی تعجب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ تو امام صاحب کے احوال میں لکھا ہے ...
امام احمد کے قول کو شاگردان ابوحنیفہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں کہ ان کو حد...
دانی میں کچھ دخل نہیں۔ سبحان اللہ کیا اچھا کسی نے کہا ہے

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا
الا یا ایها الساقی ادر کاسا وناولها

امام ابوحنیفہ اگر اس قول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو امام ابوحنیفہ کی ذات پر اس سے کیا اثر پڑتا ہے۔ آپ نے شاید یہ آیت کریمہ نہیں پڑھی " لا تزروا وازرۃ وزر اخریٰ"
اس سے یہ لب لازم آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی فن حدیث میں بصارت نہیں رکھتے
اور امام ابوحنیفہ کا قول رواۃ کی جرح اور تعدیل میں اعتبار کیا جاتا تھا۔ اگر امام صاحب علم حدیث میں بصارت نہیں اور فن رجال حدیث سے واقف نہیں تو ان کے اقوال کا اعتبار جرحا و تعدیلا کیوں کیا جاتا تھا۔
الجواہر المنیفہ کی جلد ثانی کے صفحہ ۲۸ کو اس میں یہ عبارت حافظ ابن عبدالبر کی کتاب العلم سے منقول ہے

لم ار تضعیف زید نقل عن الامام قال المنذری ما علمت احدا ضعفہ الا ان ابن الجوزی نقل عن ابی حنیفۃ انہ مجہول و کذا قال ابن حزم و اطلقت یدل علی جہالتہ ان الحاکم لما اخرج ھذا الحدیث من طریق یحیی بن ابی کثیر عن عبداللہ بن یزید عن زید بن ابی عیاش عن سعد لم قال لم یخرجہ الشیخان لما خشیا من جہالۃ زید وقال الطبری فی تہذیب الآثار علل الخبر بان زیدا تفرد بہ وہو غیر معروف فی نقلۃ العلم فہذا ابن جریر والحاکم یدل کلامہما علی جہالتہ فکیف یقول المنذری ما علمت احدا ضعف زیدا الا ما ذکرہ ابن الجوزی الی آخرہ ولو سلم انفراد الامام فی تجہیلہ او تضعیفہ فاذا ذلک فان کلامہ مقبول فی الجرح والتعدیل اذا قالت حذام وقد عقد ابن عبد البر فی کتاب جامع العلم بابا فی ان کلام الامام یقبل فی الجرح والتعدیل فراجعہ"

زید کی تضعیف امام ابوحنیفہ سے منقول ہے۔ منذری کہتے ہیں مجھ کو علم نہیں کہ کسی نے زید کو ضعیف کہا۔ بجز اس قول کے کہ ابن جوزی نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ وہ مجہول ہیں اور اسی طرح ابن حزم نے کہا ہے۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ زید

کے مجہول ہونے پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حاکم نے یحییٰ بن ابی
طریق سے تخریج کی جو عبداللہ بن یزید سے اور زید ابی عیاش سے اور زید
روایت کرتے ہیں تو حاکم نے کہا شیخان نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی کیوں
دونوں نے جہالت زید کا خوف کیا اور امام طبری نے "تہذیب الآثار" میں
یہ حدیث تفرد زید کی وجہ سے معلول ہے اور ناقلین علم میں وہ غیر معروف
صاحب کتاب فرماتے ہیں پس ابن جریر اور حاکم کا کلام زید کے مجہول ہونے
ہے لہٰذا منذری کس طرح کہتے ہیں کہ سوائے ابوحنیفہ کے اور کسی نے زید کو ضعیف
کہا اور اگر زید کی تجہیل و تضعیف میں امام ابوحنیفہ کو متفرد ہی تسلیم کر لیا جائے جب
کچھ حرج نہیں کیوں کہ ان کا قول رواۃ کے جرح و تعدیل میں مقبول ہے۔ حافظ
عبدالبر نے اپنی کتاب "جامع العلم" میں اس امر کا ایک مستقل باب باندھا ہے
امام ابوحنیفہ کا قول جرح و تعدیل میں معتبر ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ لہٰذا اگر
ابوحنیفہ کو بصارت فی العلم الحدیث نہ ہوتی تو کیوں ان کا قول جرح و تعدیل میں معتبر
ہوتا۔ امام ترمذی نے خود "کتاب العلل" میں امام صاحب کا قول جرح و تعدیل کے
بارے میں نقل کیا ہے۔

چنانچہ جامع ترمذی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۳۳ میں یہ عبارت موجود ہے:

"حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو یحیٰی الحمانی قال سمعت ابا حنیفۃ یقول ما رایت اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح انتھی"

امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو یحییٰ حمانی نے بیان کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطا بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ امام ترمذی نے جابر کی جرح میں اس قول کو نقل کیا ہے۔ اس سے ہر منصف اس امر کو اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ فن رجال میں کس پایہ کے محدث تھے۔

حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایت ترمذی اور
... میں ہے۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ معاندین نے عداوت کی وجہ سے کتابوں میں
... اڑا دیا۔ اللہ تیری شان کے قربان۔
... دوسری عرض یہ ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں کی ہی کیا خصوصیت ہے اور ائمہ
... کے شاگرد بھی ایسے نکلیں گے کہ جن کو علم حدیث میں کچھ بھی بصارت نہیں۔ چنانچہ کتب
رجال کے دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ان کو گنانا تطویل لاطائل ہے۔
... سے اگر امام احمد کے قول سے کلیہ مراد ہے تو قطعاً غلط ہے کیوں کہ سینکڑوں
... امام صاحب کے فن حدیث کے امام اور شیوخ تسلیم کیے گئے ہیں۔ نمونۂ چند
... ین کے سامنے پیش کرتا ہوں ان سے اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ قول امام احمد کا
کہاں تک صحیح ہے۔ اول وکیع بن الجراح جو امام محدث حافظ عراق کوفی ہیں۔
"تذکرۃ الحفاظ ص ۲۸" میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حدیث
ابوحنیفہ سے پڑھی اور ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ "وبفتی بقول ابی
حنیفۃ" ان کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ وکیع سے بڑھ کر میں نے قوی
الحافظہ اور جامع علم کسی کو نہیں دیکھا۔ وکیع جیسا شخص میری نظر سے نہیں گزرا کہ وہ
... کے حافظ تھے اور فقیہ بھی تھے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وکیع سے افضل میں
نے کسی کو نہیں دیکھا وہ رات بھر نماز پڑھا کرتے اور دن کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور
ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے ان کے شاگرد امام احمد، عبداللہ بن مبارک، علی
بن المدینی، یحییٰ بن اکثم، اسحاق بن راہویہ، ابن ابی شیبہ، ابن معین، احمد بن منیع وغیرہ
محدث ہیں۔ یہ وہی وکیع ہیں جو ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ کیا ان کو فن حدیث میں
بصارت نہیں تھی۔ اور تعجب تر یہ ہے کہ باوجود بصارت نہ ہونے کے پھر امام احمد شاگرد
ان کے ہو گئے۔ مولف رسالہ امام احمد کی طرف سے جواب دیں۔
دوسرے یزید بن ہارون حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کہلاتے تھے۔ حافظ ذہبی "تذکرۃ
الحفاظ" میں فرماتے ہیں انہوں نے فن حدیث عاصم احول اور امام ابوحنیفہ اور یحییٰ

عثمان بن عاصم بن حصین اسدی کوفی ثقہ ثبت سنی ،،
السنۃ (تقریب)

ان کی نظیر صحیحین کے رواۃ میں نہیں ہے (نووی شرح مسلم) یہ کوفہ کے
کے نام میں نے پیش کیے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے حافظہ ثقاہت، ،
حدیث، فقاہت، اتقان کے جملہ محدثین قائل ہیں۔ یہ وہ ائمہ ہیں کہ جن سے
مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں
حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ وہ رواۃ حدیث ہیں جن میں کسی قسم کی خرابی
ثابت نہیں کرسکتا۔ یہ وہ محدثین ہیں جن کی حدیثیں اور راویوں کے اعتبار
مستند ہیں یہ وہ راوی ہیں کہ کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ کا مدار ان ہی
پر ہے۔ پس منہ اٹھا کر یہ کہہ دینا کہ تمام کوفہ والوں کی حدیث میں کدورت ہے
بالکل غلط ہے اور نہ خطیب اور صاحب تدریب کی یہ مراد ہے ورنہ یہ قول
عقلاً دونوں طرح غلط ہے۔ جس کی طرف ادنیٰ عقل والا توجہ نہیں کرسکتا۔
مبہم ہے جو مقبول نہیں چنانچہ گزر چکا۔ عوام کو دھوکہ میں ڈالنا مقصود ہے ورنہ
اس کا نام نہیں ہوتا کہ ابوحنیفہ کی عداوت میں جو جی میں آیا بک دیا اور اس کا
فرمایا کہ لکل فرعون موسیٰ مگر آپ کیا کریں۔

نیش عقرب نہ از پے کین ست
مقتضائے طبیعتش این ست

ناظرین! یہ ہے ان حضرات کا علمی سرمایہ اسی پر اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے
اور ظاہری ایمان یہ ہے۔

ما اهل حدیثم ودغارانه شناسیم

اعتراض نمبر ۹:

پس جب سب کے سب ایک ہی لاٹھی کے ہانکے ہیں تو امام ابوحنیفہ کیسے قوی الا
ہو سکتے ہیں۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۲)

... ابھی آپ کو دودھ اور پانی علیحدہ ہو کر معلوم ہو چکا ہے جس پر مؤلف کو بہت
... کی حقیقت سے پردہ اٹھ چکا ہے کہ یہ صرف دھوکہ ہے جس کرتوت پر ناز تھا
... علیحدہ ہو گیا ہے کوفہ والے اور عراق والے قوی حافظ اور امام ابو حنیفہ بھی
... ہیں نہیں تو حافظ ذہبی شافعی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا ذکر کیا اور
... الفاظ لی ہے مگر
... ات بزرگ تر عیب ست گل ست سعدی در چشم دشمناں خار ست
... بالفرض محال یہی تسلیم کر لیا جائے کہ کوفہ اور عراق والے ضعیف اور کمزور حافظہ
... تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ایسے ہی تھے حضرت من اس
... بھی نہیں عقلی تو کہا۔ ان دونوں میں ملازمت ثابت کرنا آپ کے ذمہ
... اثبات مدعا سے آپ کوسوں دور ہیں ودونہ خرط القتاد۔
... دونوں قول جو آپ نے تدریب سے نقل کیے ہیں قضیہ مہملہ ہے جو قوت جزئیہ
... پس ثبوت مدعا میں ناکافی ہیں اور اگر کلیہ مراد ہے تو بالکل غلط ہے جو ابھی
... چکا ہوں۔ اور ایک مختصر سی فہرست ناموں کی گنا چکا ہوں۔ اس خرابی کے ابطال
... قائم کرنا چاہیے مگر

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب

یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے مے خانہ کہتے ہیں

... نہیں جو چونے کھا جائیں۔ بلکہ یہ مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص ابو جہل اور
ابولہب کی عداوت میں مکہ کے تمام صحابہ وغیرہ کو برا کہنے لگے یا ایک مسلمان کوئی برا
کام کرے تو اس کی وجہ سے تمام برے ہو جائیں یا ایک نے کوئی حق بات کہی تو سب
سے عداوت رکھنی ضروری ہے۔ یہ عجب منطق ہے جس کو اہل حدیث زمانہ ہی سمجھ سکتے
ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۰:

اب ابوحنیفہ کی بابت خاص قول سنو۔ تخریج ہدایہ ابن حجر فاروقی فی حاشیہ صفحہ ۱۲

ہے۔

"قال صاحب المنتظم عن عبداللہ بن علی بن المدینی قال سال،

عن ابی حنیفۃ فضعفہ جدا انتہی"

یعنی علی بن مدینی کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ علی بن مدینی سے

ابوحنیفہ کا حال پوچھا تو انہوں نے نہایت ضعیف بتلایا۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص۱۲)

جواب:

ہوشیار اے چرخ ظالم ہوشیار دیکھ ہم نے آہ آتش بار کی

ناظرین یہ وہ عبارت ہے جس پر مولف رسالہ کو ناز ہے اسی عبارت کی وجہ سے حافظ

ابن حجر کو مضعفین امام ابوحنیفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر کی کتاب "تقریب

التہذیب" وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اقرب الی الصواب اور اعدل الا

قول لکھنے کی شرط کی ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہ کا ترجمہ لکھا ہے لیکن کوئی لفظ

عبارت میں ایسا نہیں ہے۔ جس سے امام ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کا وہم بھی ہو۔

وہ فرماتے ہیں:

"النعمان بن الثابت الکوفی ابوحنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس

ویقال مولی بنی تیم فقیہ مشہور من السادسۃ مات سنۃ خمسین

مائۃ علی الصحیح ولہ سبعون سنۃ روی لہ الترمذی والنسائی"

اگر امام ابوحنیفہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک ضعیف ہوتے یا ان کو ان کی

تضعیف کا علم صحیح طریق سے ہوتا تو ضرور تقریب میں اپنی شرط کے مطابق لکھتے

معلوم ہوتا ہے کہ یاروں کی گڑھی ہوئی بات ہے۔

یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے

... بہتان باندھا ہے نہ معلوم آپ کس جنون میں تھے جس وقت رسالہ
... کوئی کتاب اٹھا کر نہیں دیکھی ورنہ کبھی اس قسم کی بکواس سرزد

... حافظ ابن حجر نے خود "تهذيب التهذيب" میں یحییٰ بن معین سے امام
... توثیق نقل کی ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:

قال محمد بن سعد سمعت يحيى بن معين يقول كان ابو حنيفة ثقة
... لا يحدث بالحديث الا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظه وقال
... بن محمد الاسدى عن ابن معين كان ابو حنيفة ثقة فى الحديث-

... نے میدان صاف کر دیا ورنہ ضرور اس کو رد کرتے اور تضعیف ابن
... انہوں نے جرح کو رد کر دیا ہے جو بعض حاسدوں نے امام صاحب پر کی
... حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں جس کا نام "الهدى السارى" ہے فرماتے

... لم يقبل جرح الجارحين فى الامام ابى حنيفة حيث جرحه
بعضهم بكثرة القياس وبعضهم بقلة معرفة العربية وبعضهم بقلة
... الحديث فان هذا كله جرح بما لا يجرح الراوى"

... جب سے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہ کے حق میں مقبول نہیں ہے جن
... نے کثرت قیاس کی وجہ سے اور بعض نے قلت روایت حدیث کی وجہ سے ان پر
... کی ہے لیکن یہ ایسی جرح ہے جس سے راوی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا لہٰذا
... نہیں مردود ہے۔ حافظ کے اس قول نے تو ستم ڈھا دیا کہ امام ابوحنیفہ کو بالکل
... کہ جن لوگوں نے جرح کی ہے وہ مردود ہے۔ اگر حافظ ابن حجر کے نزدیک
... ہوتی تو اس کی اور تائید کرتے یہ نہ کہ اس جرح کو مردود کر دیتے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ حافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح وضعیف نہیں ان کو ضعفاء
میں شمار کرنا ان پر افترا اور بہتان باندھنا ہے۔

یوں تو ہر ایک کیا کرتا ہے دعویٰ حق کا
چھاچھ کو اپنی نہیں کوئی کھٹا
زر کو جس وقت کسوٹی پر کسا جائے گا
حال کھل جائے گا سب اس کے کھرے کھوٹے کا
لاکھ تانبے پہ ملمع کو چڑھائے کوئی

ناظرین نے حافظ ابن حجر کی تصریحات سے اچھی طرح معلوم کرلیا کہ امام ا
ان کے نزدیک ثقہ ہیں ضعیف نہیں۔ اسی طرح یحیٰی بن معین اور محمد بن سعد
بن محمد اسدی کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ لہٰذا مولف رسالہ کا یہ قول بالکل غلط ہے
آج تک جتنے محدث گزرے ہیں سب نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے کیوں
تو اس میں سے کم ہو گئے۔ تیسری عرض یہ ہے کہ یہ قول جو مولف رسالہ نے نقل
یہ حافظ ابن حجر کی کتاب درایہ میں جس کو تخریج احادیث ہدایہ سے تعبیر کیا ہے نہیں
بلکہ اس کے حاشیہ پر ہے۔ چنانچہ عبارت صاحب رسالہ سے ظاہر ہے۔ پس
حافظ ابن حجر کی طرف منسوب کر کے ان کو مضعفین امام میں شمار کرنا یہ ایک
اور افترا اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے

ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

اگر حافظ ابن حجر کی عبارت ہوتی تو درایہ میں بیان کرتے ہوئے ان کو کون مانع
افسوس ہے ایسی جہالت اور نادانی پر کہ عداوت کی وجہ سے کچھ بھی خیال نہ رہا کہ
کرتا ہوں اور وہم منہیہ کا بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ تمام کتاب میں کہیں پر بھی نہیں
اور نہ سلف کی یہ عادت تھی کہ منہیات لکھیں۔ حاشیہ پر عبارت کا ہونا پکار کر
کہ یہ کسی متعصب کی کرتوت ہے لہٰذا اس سے امام کے دامن ثقاہت پر کوئی داغ
پڑ سکتا۔ چوتھے صاحب المنتظم اور علی بن مدینی کے بیٹے عبداللہ کے درمیان
فاصلہ ہے زمانہ دراز کا بعد ہے سند میں انقطاع ہے یہ قول انہوں نے کس سے
کہاں سے نقل کیا جب تک بطریق سند صحیح متصل ثابت نہ ہو قابل اعتبار

... اور اس منقطع سند سے امام صاحب کے دامن عدالت پر کوئی آنچ نہیں آ
... یہ قول منقطع السند علی بن مدینی کے دوسرے قول کے منافی ہے جس
... نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ روایت
... ان کے شاگرد سفیان ثوری اور ابن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور
... بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر بن عون ہیں۔ اگر نقل کی ضرورت ہو
...

... ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان کے اڑتیسویں فصل میں فرماتے ہیں:

وقد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن
المبارك وحماد بن زید وهشام ووكيع وعباد بن العوام وجعفر بن
العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به انتهى"

... ابن حجر مکی اور علی بن مدینی کے نزدیک بھی امام ابوحنیفہ ثقہ ثابت ہو گئے۔ پہلے
... میں ان دو کو شمار کر کے چھ تسلیم کر لیں تاکہ جملہ محدثین سے کچھ اور کمی ہو
... اس قول کو "عقود الجواهر المنيفة" کے مقدمہ کے صفحہ ۸ میں بھی نقل کیا
... مؤلف رسالہ یا تو اس قول کو تسلیم کریں یا اس کی وجہ ترک بیان کریں یا اس کو
... اور اس کو چھوڑ دیں اور یا با قاعدہ تعارض دونوں کو چھوڑ دیں۔ اور یحییٰ بن
... وغیرہ کے قول پر عمل کریں کہ ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ جیسے صاحب منتظم جو ابن
... میں تساہل میں ضرب المثل ہیں۔ دیکھو امام سیوطی کی "تدریب الراوی" جس
... بہت حوالہ دیا کرتے ہیں لہٰذا جب تک پایہ ثبوت کو نہ پہنچ جائے اس وقت تک
... قابل اعتبار نہیں۔

قال ابن حجر فيه ای فی كتاب ابن الجوزی من الضرر ان يظن ما
ليس بموضوع موضوعا وعكس الضرر بمستدرك الحاكم فانه يظن
ما ليس بصحيح صحيحا قال تعين الاعتناء بانتقاد الكتابين فان
... تساهلهما اعدم الانتفاع بهما الا للعالم بالفن لانه ما من

حدیث الا و یمکن ان یکون قد وقع فیہ التساہل تدریب"

(السعی المشکور)

ادھر امام ابن الجوزی تشدد فی الجرح میں بھی مشہور ہیں۔ ایک معمولی امر پر بھی راوی کو مجروح کر دیتے ہیں لہٰذا ان کے قول کا اعتبار نہیں۔ خصوصاً امام صاحب کے بارے میں جب کہ ان کی توثیق کرنے والے ان سے بڑھ کر ہیں۔ سالم قول عبداللہ کا جس کو صاحب منتظم نے نقل کیا ہے۔

یحییٰ بن معین کے اس قول کے بالکل خلاف ہے جس کو ابن حجر مکی نے خیرات الحسان میں نقل کیا ہے:

"وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ ما سمعت احد ضعفہ"

ابن معین سے کسی نے امام صاحب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا ثقہ ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے ابوحنیفہ کی تضعیف کی ہو۔

کیا یحییٰ بن معین اور ابوحنیفہ کے درمیان قرنوں اور صدیوں کا فاصلہ ہے کہ ان کی تضعیف کی ان کو خبر نہ ہوتی اور ابن جوزی کو خبر ہو گئی تعجب ہے۔ اس کو خوب ذہن نشین کرنا چاہیے۔ ابن معین کے نزدیک کسی کی تضعیف ثابت نہیں اور اس بارے میں کوئی قول انہوں نے سنا یہ کلیہ ہے کیوں کہ نکرہ نفی کے تحت میں آ رہا ہے۔ لہٰذا اصلاً ضعف ثابت نہیں اور جس کسی نے تضعیف کی ہے اس کے قول کا اعتبار نہیں۔ اس کی بعینہ مثال قرآن شریف کے عدم ریب کی نفی کی سی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لاریب فیہ۔ اس قرآن میں شک ہے ہی نہیں۔ حالانکہ بہت کفار موجود تھے جو شک کرتے تھے لیکن ان کے شک و ریب کا خدا تعالیٰ نے اعتبار نہ کیا اور بالکلیہ اس کی نفی کر دی۔ اسی طرح یحییٰ بن معین کے قول کا حال ہے کہ کسی نے ضعیف کہا ہو لیکن وہ ایسے نہیں جس کا قول امام ابوحنیفہ جیسے شخص کے بارہ میں ملا ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی نے تضعیف ہی نہیں کی اور میں نے تو کسی معتبر شخص کی تضعیف کرتے سنا ہی نہیں۔ فافہم و تدبر فانہ دلیل.

...لی الدین خزرجی خلاصہ تہذیب میں فرماتے ہیں:

النعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفة امام العراق وفقیه الامة عن عطاء ونافع والاعرج وطائفة وعنه ابنه حماد و زفر وابو یوسف ومحمد وجماعة وثقه ابن معین" (ص۴۰۲)

اس سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک بھی ثقہ ہیں یہ ساتوں محدث ہیں۔

حافظ ابو الحجاج مزی یوں رقم طراز ہیں:

قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحیٰی بن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظه وقال صالح بن محمد الاسدی عنه کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث" (تهذیب الکمال)

یہ آٹھویں محدث ہیں جو تسلیم کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ ثقہ ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

"قال صالح بن محمد جزرة وغیره سمعنا یحیی بن معین یقول ابو حنیفة ثقة فی الحدیث وروی احمد بن محمد بن محرز عن ابن معین لا باس به انتهی" (تذهیب التهذیب)

یہ نویں محدث ہیں جو ثقاہت ابو حنیفہ کے قائل ہیں اور صالح بن محمد جزرہ دسویں اور احمد بن محمد بن محرز گیارہویں محدث ہیں جو توثیق کو نقل کرتے ہیں اور کم از کم ذہبی کے وغیرہ اور صالح کے لفظ سمعنا سے ایک دو اور سمجھنا چاہیے تو بارہ محدث ہو جاتے ہیں جو ثقاہت ابو حنیفہ کے قائل ہیں۔ آٹھویں چونکہ امام ابو حنیفہ کے بہت سے حاسد تھے۔ اس لیے ان کی طرف بہت سی ایسی باتیں منسوب کر دیا کرتے تھے جو ... کی صورت میں ہوتی تھیں۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ علی بن مدینی کے سامنے کسی حاسد نے کوئی جھوٹی بات کہہ دی ہو جس کی وجہ سے یہ قول ان سے صادر ہوا اور جب تحقیق ہوئی تو فرمادیا کہ ابو حنیفہ ثقة لاباس به ہیں۔

و پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ علی بن المدینی کے استاذ الاستاذ ہیں۔ اور شیخ

الشیخ ہیں۔ اس بنا پر اور بھی تحقیق کی ان کو ضرورت ہوئی ہوگی۔

ولا شك ايضا ان الاما اباحنيفة كان له حساد كثيرون في حيٰوته وبعد مماته الخ (خيرات الحسان)

تو جو لوگ آپ سے بغض وحسد رکھتے ہیں ان کا قول امام کے بارے میں ہرگز حجت نہیں ہوسکتا۔ دار قطنی، بیہقی، ابن عدی وغیرہ کو خاص تعصب امام سے تھا اس سے سخت سخت کے الفاظ ان سے شان امام میں سرزد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور معاف کرے آمین۔

اسی طرح حافظ ابن عبدالبر نے بھی جامع العلم میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے حاسد کثرت سے تھے جو امام پر افترا پردازی کیا کرتے تھے۔

"وكان ايضا مع هذا يحسد وينسب اليه ما ليس فيه ويختلق عليه ما لا يليق به" (عقود الجواهر ص١٠ وخيرات الحسان)

یہی وجہ تھی کہ نقادان فن حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی ابو الحجاج مزی، صفی الدین خزرجی، ابن حجر مکی، ابن عبدالبر مغربی وغیرہم نے ان جروح کی طرف قطعاً التفات نہیں کیا۔ بلکہ ان کے جوابات شافیہ دے کر ان کو رد کر دیا اور امام کی توثیق و امامت وغیرہ کے قائل ہو گئے۔ حافظ ابن عبدالبر تیرہویں شخص ہیں جو امام ابوحنیفہ کی ثقاہت کے قائل ہیں۔ علامہ محمد طاہر نے آپ کا ترجمہ بسط کے ساتھ لکھا ہے اس میں کوئی ایک لفظ نہیں ہے جس سے امام ابوحنیفہ کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہو۔ فرماتے ہیں:

"ولو ذهبنا الى شرح مناقبه لاطلنا الخطب ولم نصل الى الغرض منها فانه كان عالما عاملا عابدا ورعا تقيا اماما في علوم الشريعة وقد نسب اليه من الاقاويل ما يجل قدره عنها من خلق القران والقدر والارجاء وغير ذلك ولا حاجة الى ذكر قائلها والظاهر انه كان منزها عنا ويدل عليه ما يسر الله له من الذكر المنتشر في الآفاق وعلمه اطبق الارض والاخذ بمذهبه وفقهه فلو لم يكن لله سر خفي فيه لما جمع

...ر الاسلام او ما يقاربه على تقليده حتى عُبِدَ الله بفقهه وعمل برايه
...منا ما يقارب اربع مائة وخمسين سنة وفيه اول دليل على صحة
...جمع ابو جعفر الطحاوي وهو من اكبر الآخذين بمذهبه كتابا
...عقيدة ابي حنيفة وهي عقيدة اهل السنة وليس فيه بشيء مما
...اليه واصحابه واخبر بحاله ولقد ذكر ايضًا سبب قول من قال عنه
...ما حاجة لنا الى ذكره فان مثل ابي حنيفة ومحله في الاسلام لايحتاج
...صدار" مختصرًا

...خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اگر امام صاحب کے مناقب ہم بیان کرنا شروع کریں
...جائیں مگر اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیوں کہ ابوحنیفہ عالم، عامل، عابد،
...متقی، علوم شریعت کے امام تھے۔ بعض امور کی ان کی طرف نسبت کی گئی لیکن
...شان اور مرتبہ ان سے پاک دامنی میں بالاتر ہے۔ ان امور کے قائلین کے ذکر
...ہم کو حاجت نہیں یہ بات ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا دامن ان باتوں سے
...منزہ تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے ذکر خیر کو اطراف عالم
...پھیلا دیا۔ اور ان کے علم نے دنیا کو گھیر لیا۔ اطراف عالم میں ان کے مذہب وفقہ
...باب ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کو ان کے ساتھ کوئی تعلق رحمۃً وفضلاً نہ ہوتا جس کو ہم
...سمجھ سکتے تو آج نصف اہل اسلام یا اس کے قریب ان کی تقلید نہ کرتے حتی کہ ان
...سے جب سے خدا کی عبادت کی جانے لگی اور ہمارے زمانہ تک ان کے اقوال
...رہا ہے۔ جو تقریباً ساڑھے چار سو سال ہوتے ہیں۔ ان کے حق پر ہونے کی یہ
...دلیل ہے امام طحاوی نے جو ان کے مذہب کے پیروکاروں میں بڑے متبع ہیں
...کتاب لکھی ہے جس کا نام "عقیدہ ابی حنیفہ" رکھا ہے۔

اس میں امام اور ان کے شاگردوں کے عقائد واقوال وافعال بیان کیے ہیں۔ جو اہل
السنۃ والجماعت کے عقائد ہیں۔ اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو امام
صاحب اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کی جاتی ہے و نیز اقوال کے وجوہ بھی

بیان کیے ہیں جو امام کی طرف جھوٹے نسبت کیے گئے ہیں۔ ہم کو اس جگہ ان کے
کی ضرورت نہیں اس لیے کہ امام ابوحنیفہ جیسے شخص کا جو مرتبہ اسلام میں ہے اس کو
کرنے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں اس عبارت سے تمام امور کا جواب ہو گیا
نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ علامہ محمد طاہر چودھویں شخص ہیں جو امام ابوحنیفہ کی تعریف
کرتے ہیں اور ان کو اچھا سمجھتے ہیں۔ جو یہ خیال کرے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو
ضعیف کہا یا کسی قسم کی جرح کی ہے تو اس کا قول غلط اور بالکل غلط ہے۔

نویں چونکہ علی بن مدینی نے قول مذکور میں کوئی ضعف کی وجہ نہیں بیان کی اور ان
کے صاحبزادے اور صاحب المختلم نے کوئی سبب ضعف بیان کیا اس لیے یہ جرح
مجمل ہے جو چنداں قابل اعتبار و اعتماد نہیں۔ جرح مقبول اور راوی میں عیب پیدا
کرنے والی وہی ہوتی ہے جو مفسر ہو۔

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

"بعد ان يوثق الراوى من جهة المزكين قد يكون مبهمًا غير مفسر ومقتضى قواعد الاصول عند اهله انه لا يقبل الجرح الا مفسرًا" (شرح الامام باحاديث الاحكام) لا يقبل الجرح الا مفسرا مبين السبب" (نووی شرح مسلم) پس اس قول کا اعتبار نہیں۔

دسویں یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے روایت و توثیق کرنے والے اور ثنا خواں
ان حضرات سے زیادہ ہوں جو جرح کرنے والے ہیں تو جرح کرنے والے کا قول حد
اعتبار سے خارج ہے۔

"قال ابو عمرو يوسف بن عبد البر الذين رووا عن ابى حنيفة ووثقوه واثنوا عليه اكثر من الذين تكلموا فيه والذين تكلموا فيه من اهل الحديث اكثر ما عابوا عليه الاغراق فى الراى والقياس اى قد مر ان ذلك ليس بعيب"

(عقود الجواهر ص۱۰. وخيرات الحسان، فصل۲۸)

ن امام ابوحنیفہ ہیں کہ ان سے روایت حدیث کرنے والے اور ان کے ثنا
توثیق کے قائل جارحین سے زیادہ ہیں۔ لہٰذا ان کے مقابلہ میں بعض کے قول
نہیں۔

اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک بھی امام
کی توثیق کے جو محدث قائل ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا مؤلف رسالہ کا یہ
ان تک جتنے محدث گزرے ہیں سب نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے سراسر
افترا ہے۔ اور نقش برآب ہے۔

یہاں تک تو قول علی بن مدینی کے متعلق گفتگو تھی۔ اس جملہ تقریر سے تقریباً
رسالہ کی باتوں کا جواب ہو گیا۔ ہر ایک قول کو لے کر علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی
نہیں۔ لیکن پھر بھی اپنے نئے مہمان اور فخر زمانہ مؤلف رسالہ کی قابلیت کو
الزام کرنے کے واسطے اقوال نقل کر کے جوابات پیش کرتا ہوں۔ مثل ہے کہ
لے کو اس کے گھر تک پہنچا دینا چاہیے تاکہ مؤلف کے دل میں کوئی ہوس باقی نہ

اعتراض نمبر ۱۱:

بہت سے اقوال ہیں ہم بالتصریح ان کو کہاں تک لکھیں۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۳۔۱۴)

جواب:

دو قول آپ نے پیش کیے جن کی حقیقت یہاں تک معلوم ہوئی۔ کاش کہ آپ
بھی اقوال نقل کر دیتے تو دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں اور آپ کی
لیاقت عالم پر روشن ہو جاتی۔

سخن شناس نہ دلبر اخطا اینجاست

اعتراض نمبر ۱۲:

ہم ان محدثین کے نام مع کتب جنہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے

لکھ دیے ہیں لوسنو اور گنوا لیجئے (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۳-۱۴)

جواب

قاضی ار با ما نشیند بر فشاند دست را
محتسب گر مے خورد معذور دارد مست را

ناظرین مولف رسالہ نے ایک سو گیارہ نام گنائے ہیں جن پر ان کو بڑا فخر ہے۔ ان حضرات نے ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔ خیر ایں ہم غنیمت است۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ابو حنیفہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ہزاروں لاکھوں محدثین وعلماء ہر زمانہ میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف ایک سو گیارہ ایسے ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہے اور باقی سب ان کی امامت اور ثقاہت، ورع وغیرہ کے قائل ہیں۔ لہٰذا اگر ان حضرات کی جرح امام کے حق میں بالفرض ثابت ہو جائے تو ان ہزاروں کے مقابلہ میں جو ثقاہت کے قائل ہیں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اس سے امام صاحب کے دامن علو مرتبت پر کسی قسم کا دھبہ نہیں آ سکتا۔ دوسرے لطف بجب پر عجب اس لیے اور پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں مگر جھوٹ بولنے پر ان کو اتنی جرأت کیوں ہو جاتی ہے۔ اسوۂ رسول ﷺ کا تو تقاضا ہے ہی نہیں کہ کوئی شخص عامل بالحدیث ہو کر کذب وافترا پر کمر باندھ لے اور اس کو شرم کی لاج اور عاقبت کے انجام کی پرواہ نہ ہو حاشا وکلا۔

تو پھر مولف رسالہ نے ایسا کیوں کیا اور روز روشن میں عالم کی آنکھوں میں کیوں خاک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا اس کو خبر نہیں لکل فرعون موسیٰ۔

تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

مگر پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مخلوق خدا میں سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ دنیا کی ترکیب اسی پر واقع ہے ورنہ نظام عالم میں خرابی پیدا ہو۔

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اس لیے ایسے حضرات کی بھی ضرورت ہے کہ جھوٹ بول کر عوام کو بہکائیں مگر

دل ہمارا خوش:

دم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی کلام تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

اس لیے ہم تو مؤلف رسالہ کو دعا ہی دیتے رہیں گے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ چاند پر تھوکنے سے اپنے منہ پر تھوک پڑتا ہے۔ جس کو دنیا جانتی ہے۔ تیسرے ناظرین والف رسالہ نے اپنے رسالہ میں یہ قاعدہ برتا ہے کہ جس کسی نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ کا نام بھی لے لیا خواہ کہیں پر بھی ذکر کیا ہو۔ بس وہ امام کی تضعیف کرنے والوں میں سے ہے۔ یہی سمجھ کر مولف رسالہ نے ایک سو گیارہ نام شمار کیے ہیں۔ ایسی حرکتیں صرف مؤلف رسالہ سے ہی سرزد نہیں ہوئیں بلکہ ان کے ہم نوا اور دوسرے بھی ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔ تو الولد سر لابیہ سے ہونا ہی چاہیے والثمر ۃ تنمی عن الشجر ۃ کا مصداق بننا ہی ضروری ہے مگر

نہ خنجر اٹھے ہے نہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

جو امور آپ کے پہلوں کو نہ معلوم ہوئے وہ آپ نے پورے کیے

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

اب میں ناظرین کی ضیافت طبع کے واسطے نام ان حضرات کے جن کو مولف نے جارحین میں شمار کیا ہے۔ پیش کرتا ہوں۔ جن سے مؤلف رسالہ کی دیانت داری اور قابلیت معلوم ہو جائے گی اور حقانیت وسچائی کا روز روشن کی طرح اظہار ہو جائے گا۔

ایک ابوداؤد سجستانی صاحب سنن ہیں جن کو سخت ضعیف کہنے والوں میں سے مؤلف نے شمار کیا ہے مگر اس کی تغلیط حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں کردی ہے۔ ابوداؤد کا قول امام صاحب کے بارے میں یہ نقل کیا ہے "وقال ابو داؤد ان ابا حنیفۃ کان اماما" ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ شریعت کے امام تھے۔ اب ناظرین پر انصاف ہے کہ وہ تو امام کی تعریف کر رہے ہیں اور مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ انہوں نے سخت ضعیف کہا ہے۔

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کیسے کون سچا ہے ذہبی یا مؤلف رسالہ؟ ابوداؤد کے اس قول کو حافظ ابن عبدالبر ما!
نے بھی اپنی "کتاب العلم" میں نقل کیا ہے اور وہ بھی سند کے ساتھ فرماتے ہیں
"حدثنی عبداللہ بن محمد بن یوسف حدثنا ابن رحمون قال سمعت
محمد بن بکر بن داسہ یقول سمعت ابا داؤد سلیمان بن الاشعث
السجستانی یقول رحم مالکا کان امام رحم اللہ الشافعی کان اماما
رحم اللہ ابا حنیفۃ کان اماما" (عقود الجواہر ص۹)
اگر امام ہونے کے معنی ضعیف ہونے کے ہیں تو بے شک مولف کا قول صحیح ہے۔
ہر شخص جانتا ہے کہ مولف کا قول غلط ہے۔ دوسرے حافظ ابن حجر ہیں ان کے متعلق
باسبق میں، میں بیان کر چکا ہوں کہ حافظ نے "تہذیب التہذیب" اور "تقریب"
میں کہیں بھی امام کی تضعیف نہیں کی بلکہ مقدمہ فتح الباری میں تردید کر چکے ہیں۔
ان کے نزدیک امام ابوحنیفہ مسلم الثبوت ثقہ ہیں۔ چنانچہ تینوں کتابوں کی عبارت میں
نقل کر چکا ہوں۔ تیسرے علی بن المدینی ہیں جن کے قول کے متعلق مفصل بحث گز
چکی ہے اور ابن حجر مکی شافعی "خیرات الحسان" از تیسویں فصل سے نقل کر چکا
ہوں کہ امام ابوحنیفہ ثقہ تھے ان میں کوئی عیب نہیں۔
چوتھے حافظ ابن عبدالبر ہیں۔ ان کے اقوال بھی مختلف مقامات میں امام صاحب
کے بارے میں منقول ہو چکے ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ ان کے نزدیک ام
ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ کتاب العلم میں خاص ایک باب اس بحث میں انہوں نے لکھا ہے
معترضین کے جوابات دے کر امام کی ثقاہت وعدالت، تقویٰ و پرہیزگاری، علم و فضل
علی وجہ الکمال ثابت کیا ہے اور اس کا خلاصہ صاحب "عقود الجواہر" نے ملاء
میں بیان کیا ہے۔ وہاں مطالعہ کرنا چاہیے۔
پانچویں یحییٰ بن معین ہیں ان کا قول ماتقدم میں مختلف کتابوں سے نقل کر چکا ہوں
ان کے نزدیک امام صاحب حدیث میں ثقہ تھے۔
چھٹے ابن حجر مکی ہیں۔ انہوں نے ایک مستقل کتاب امام صاحب کے مناقب میں

میں ہے۔ جس میں ثابت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ ہیں اور معترضین کے اعتراضات کا استیصال کر دیا۔ ان کی کتاب "خیرات الحسان" سے میں چند عبارتیں نقل کرتا ہوں۔
ساتویں شعبہ ہیں جن کے بارے میں خیرات الحسان میں یہ قول نقل کیا ہے کہ شعبہ کا اچھا خیال امام صاحب کے بارے میں تھا۔
"قال الحسین بن علی الحلوانی قال لی شبابة بن سوار کان شعبة حسن الرای فی ابی حنیفة" (عقود الجواهر ص ۸)
حافظ ابن حجر مکی نے "خیرات الحسان" میں ابن عبدالبر علی بن المدینی، یحییٰ بن معین وغیرہ کا قول نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے:
"قال ابو عمرو یوسف بن عبدالبر الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه من اهل الحدیث اکثر ما عابوا علیه الاغراق فی الرای والقیاس ای قد مر ان ذلک لیس بعیب وقد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وهو ثقة لا باس به وکان شعبة حسن الرای فیه وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابه فقیل له اکان یکذب قال لا"
اسی طرح صاحب عقود الجواہر نے یہ اقوال نقل کیے ہیں۔ پس مؤلف رسالہ کا یہ کہنا کہ ان حضرات نے ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے غلط اور بالکل غلط ہے۔
آٹھویں تاج الدین سبکی ہیں جنہوں نے ابو حنیفہ کی توثیق کی ہے۔ یعنی توثیق کے قائل ہیں۔ چنانچہ اپنے طبقات میں تصریح کی ہے اور جن لوگوں نے جرح کی ہے ان کے قول کو رد کر دیا بایں وجہ کہ جس شخص کی امامت وعدالت ثابت ہو جائے اور اس کی طاعات معاصی پر غالب ہوں اس کے مدح کرنے والے مذمت کرنے والوں پر زیادہ ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں کسی کی جرح گو وہ مفسر ہی کیوں نہ ہو مقبول

نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ کوئی قرینہ ایسا بھی اس جگہ موجود ہو کہ یہ جرح کسی تعصب مذہبی اور مناقشہ دنیوی پر مبنی ہے۔ اس وجہ سے امام ابو حنیفہ کے متعلق سفیان ثوری کے قول اور امام مالک کے متعلق ابن ابی ذئب وغیرہ کا کلام اور امام شافعی کے متعلق ابن معین کے قول کا اعتبار نہیں۔

ان کی عبارت یہ ہے:

"وفی طبقات شیخ الاسلام التاج السبکی الحذر کل الحذر ان تفهم ان قاعدتهم الجرح مقدم علی التعدیل علی اطلاقها بل الصواب ان من ثبت امامته وعدالته وكثر مادحوه وندر جارحه وكانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبي او غيره لم يلتفت الى جرحه ثم قال اى التاج السبكي بعد كلام طويل قد عرفناك ان الجارح لا يقبل جرحه في حق من غلبت طاعاته على معاصيه و مادحوه على ذامیه ومزكوه على جارحيه اذا كانت هناك قرينة يشهد بان مثلها حامل على الوقيعة فيه من تعصب مذهبي او مناقشة دنيوية وحينئذ فلا يلتفت بكلام الثورى فى ابى حنيفة وابن ابى ذئب وغيره فى مالك وابن معين فى الشافعى والنسائى فى احمد بن صالح ونحوه قال ولو اطلقنا تقديم الجرح لما سلم احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فيه طاعنون وهلك فيه هالكون" (الخیرات الحسان)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

کمال یہ ہے کہ مخالف بھی تسلیم کر لیں کہ یہ بزرگی وفضیلت ہے۔ اب اتنے علماء کو ایک سو گیارہ میں سے خارج کر دیں اور مؤلف رسالہ کو ان کی کوتاہ نظری اور ... پردازی کی داد دیں۔ ایک حافظ ذہبی ہیں جن کے بارہ میں یہ زعم ہے کہ انہوں نے ... سخت ضعیف کہا ہے۔ اور میزان الاعتدال کا حوالہ دیا ہے۔ میزان کی عبارت کے ...

ہ میں عرض کروں گا کہ اس کی امام ذہبی کی طرف نسبت کرنا صحیح بھی ہے یا نہیں یا
یوں ہی یار لوگوں نے ہاتھ صاف کر کے افترا کیا ہے۔
اول میں حافظ ذہبی کی وہ عبارت جو انہوں نے امام صاحب کے مناقب میں
"تذکرۃ الحفاظ" میں پیش کی ہے نقل کرتا ہوں اس عبارت کے ملاحظہ کے بعد فوراً ہی
انصاف پسند اور اونیٰ عقل والا پکار اٹھے گا کہ میزان کی عبارت کی نسبت حافظ ذہبی
کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں:

"ابو حنیفة الامام الاعظم فقیہ العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی الکوفی مالده سنة ثمانین رای انس بن مالك غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة رواه ابن سعد عن سیف بن جابر عن ابی حنیفة انه کان یقول وحدث عن عطاء ونافع عبد الرحمن بن هرمز الاعرج وسلمة بن کهیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادة وعمرو بن دینار وابی اسحاق وخلق کثیر تفقه به زفر بن هذیل وداؤد الطائی والقاضی ابو یوسف ومحمد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد ونوح الجامع وابو مطیع البلخی وعدة وکان تفقه بحماد بن ابی سلیمان وغیره وحدث عنه وکیع ویزید بن هارون وسعد بن الصلت ابوعاصم وعبدالرزاق وعبید الله بن موسی وبشر کثیر وکان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب قال ابن المبارك ابو حنیفة افقه الناس وقال الشافعی الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة وروی احمد بن محمد بن القاسم عن یحیی بن معین قال لا باس به ولم یکن متهما ولقد ضربه یزید بن هبیرة علی القضاء فابی ان یکون قاضیا وقال ابوداؤد ان ابا حنیفة کان اماما وقال بشر بن الولید عن ابی یوسف قال کنت امشی مع ابی حنیفة فقال رجل لآخر هذا ابوحنیفة لا ینام اللیل فقال والله لا یتحدث الناس عنی

بما لم الفعل فكان يحيى الليل صلوة ودعاء او تضرعا ظلت ومنه هذا الامام قد افردتها فى جزاء كلامه فيها"
اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے تعریف نہ ثابت ہوتی ہو۔
عبارت سے کوئی متنفس، ہٹ دھرم، ضدی بھی اپنے مطلب کے موافق کھینچ تان کر
نہیں نکال سکتا۔ فرماتے ہیں امام اعظم جن کو فقیہ عراق کا لقب ملا ہوا ہے جن کا نام
نعمان بن ثابت تیمی کوفی ہے جن کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو
میں کئی مرتبہ دیکھا جس کو ابن سعد نے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے کہ
ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں امام نے حدیث کی روایت عطا، نافع، عبد
اعرج، سلمہ بن کہیل، ابی جعفر محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار، ابو اسحاق اور ایک جماعت
محدثین نے کی ہے۔ فن فقہ کو ابوحنیفہ سے زفر بن ہذیل، داؤد طائی، قاضی ابو یوسف
محمد بن الحسن، اسد بن عمرو، حسن بن زیاد، نوح جامع، ابو مطیع بلخی اور ایک جماعت
حاصل کیا۔ امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت وکیع، یزید بن ہارون، سعد بن صلت
ابو عاصم، عبدالرزاق، عبیداللہ بن موسیٰ اور بہت سے محدثین نے کی ہے۔ ابوحنیفہ
متقی، پرہیزگار، عالم، عامل، عبادت گزار رفیع شان والے تھے۔ بادشاہوں کے عطیے
قبول نہیں کرتے خود تجارت اور کسب کرتے تھے۔ اسی سے اپنی معیشت دینی امور کا
اہتمام کیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن مبارک (جو محدثین کے استاد اور ابوحنیفہ کے شاگرد
ہیں) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ فقہا میں فقیہ تر تھے۔ امام شافعی (جو امام محمد کے شاگرد اور
صاحب مذہب مجتہد مطلق ہیں) فرماتے ہیں کہ فن فقہ میں تمام فقہا ابوحنیفہ کی عیال
اور خوشہ چین ہیں۔ احمد بن محمد بن القاسم یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابو
حنیفہ لاباس بہ اور غیر متہم ہیں (ابن معین کی اصطلاح میں کلمہ لاباس بہ ثقہ کے معنی
مرتبہ میں ہے چنانچہ ماتقدم میں گزر چکا ہے) یزید بن ہبیرہ والی نے آپ کو قضاء کے
قبول کرنے پر کوڑے بھی مارے لیکن قاضی ہونے سے انکار کردیا۔ ابوداؤد سجستانی کا
قول ہے کہ امام ابوحنیفہ شریعت کے امام تھے۔ بشر بن الولید امام ابویوسف سے نقل

ہیں کہ میں امام کی ہم رکابی میں ایک روز چل رہا تھا کہ اتفاق سے سر راہ دو شخص
آپس میں گفتگو کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے ابو حنیفہ کو دیکھ کر دوسرے
سے کہا کہ یہی وہ ابو حنیفہ ہیں جو شب بھر سوتے ہی نہیں۔ جس وقت امام کے کان
میں آواز پہنچی اسی وقت قسم کھا کر فرمایا کہ میری طرف لوگ ایسے امور کی نسبت کرتے
ہیں جو میں نے کیا ہی نہیں۔ لہٰذا آج سے شب کو سونے کا ہی نہیں۔ اس روز سے
امام صاحب تمام شب نماز، دعا، زاری میں گزار دیتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ
میں نے امام ابو حنیفہ کے مناقب ایک مستقل کتاب میں بیان کیے ہیں۔ اس عبارت
سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام ذہبی، امام شافعی، ابن مبارک، احمد بن محمد بن قاسم، یحییٰ
بن معین، ابو داؤد، بشر بن الولید، ابو یوسف، ابن سعد، سیف بن جعفر بھی امام حنیفہ کے
مداحوں اور مداح ہیں جس سے وہ قول مؤلف رسالہ کا صفحہ ہستی سے مٹ گیا جس
میں فرماتے ہیں کہ آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام ابو حنیفہ کو
ضعیف کہا ہے۔

ناظرین ضعیفوں کی یہ تعریف نہیں ہوا کرتی جو ائمہ مذکورین نے کی ہے۔ علامہ ابن
اثیر جزری "جامع الاصول" میں فرماتے ہیں:

"ولو ذهبنا الى شرح مناقبه وفضائله لاطلنا الخطب ولم نصل الى
الغرض منها فانه كان عالما عاملا زاهدا عابدا ورعا تقيا اماما في علوم
الشريعة مرضيا"

ناظرین ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیں جو علامہ نے امام والا شان کے بارے میں
استعمال کیے ہیں۔ اب اس سے زبردست اور ارفع تعریف میں اور کیا لفظ ہو سکتے
ہیں جن میں جملہ اوصاف کو ذکر کر دیا ہے جس کے بعد معاند سے معاند کو بھی دم زدن
کی مجال باقی نہیں رہتی۔ ایک ان ناموں میں سے سفیان ثوری کا بھی نام ہے اس کے
جواب ہیں ایک وہ جو سبکی نے طبقات میں دیا جو ابھی گزر چکا ہے۔ دوسرا جواب یہ
ہے کہ حافظ ابن حجر کی شافعی "خیرات الحسان" میں سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں:

"کان ثقة صدوقا فی الحدیث والفقه" سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ حدیث وفقہ میں ثقہ اور سچے تھے اللہ کے دین پر مامون تھے۔ کہیے ابن سلما کی تضعیف کہاں گئی۔ اب خیال تو فرمایئے کہ ایک سو گیارہ میں سے کتنے ملا ضعیف کہنے والوں سے کم ہو گئے۔

سخن شناس نہ دلبر اخطا اینجاست

ناظرین یہاں پر اتنا اور معلوم کریں کہ لفظ ثقہ تعدیل کی اعلیٰ قسم میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ کے صفحہ ۵۵ میں تصریح کی ہے:

"اما الفاظ التعدیل فعلی مراتب الاولی قال ابن ابی حاتم اذا قیل للواحد انه ثقة او متقن فهو ممن یحتج بحدیثه وقال الخطیب ابوبکر ارفع العبارات فی احوال الرواة ان یقال حجة او ثقة" ملخصا ۱۲

"میزان الاعتدال" میں حافظ ذہبی نے اسی طرح تصریح کی ہے۔ ایک نام جارحین میں یحییٰ بن سعید القطان کا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے۔

ناظرین امام صاحب کے بارے میں یحییٰ یہ فرماتے ہیں کہ بخدا ہم نے ابوحنیفہ سے اچھا قول کسی کا سنا ہی نہیں اور ہم تو ان کے اکثر اقوال پر عمل کرتے ہیں۔

عن ابن معین قال سمعت یحیی بن سعید القطان یقول لا نکذب علی الله ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفة ولقد اخذنا باکثر اقواله (تهذیب الکمال و تذهیب التهذیب)

اور عقود الجواہر صفحہ ۹ میں اس طرح نقل کیا ہے:

"وقال یحیی بن سعید ربما استحسنا الشیء من قول ابی حنیفة فناخذ به قال یحیی وقد سمعت من ابی یوسف الجامع الصغیر ذکره الازدی حدثنا محمد بن حرب سمعت علی بن المدینی فذکره من اوله الی اخره حرفا بحرف انتهی"

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یحییٰ بن سعید امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں

ہیں۔ غرض ان اقوال سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن سعید نے تعریف کی ہے نہ برائی۔ اگر برائی کی ہے تو اس کو کسی معتبر کتاب سے یحییٰ بن سعید کا یہ قول نقل کرنا چاہیے کہ امام صاحب نہایت ضعیف ہیں۔ صرف نام ذکر کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔

علامہ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" کے صفحہ ۲۸۰ میں یہ بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے:

"وکان یحیی القطان یفتی بقول ابی حنیفۃ ایضًا"

اسی طرح وکیع بن الجراح بھی امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

چنانچہ محمد بن الحسین الموصلی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے:

"قال یحیی بن معین ما رایت احدا اقدمه علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا کثیرا" (عقود الجواہر ص۸)

ناظرین آپ کے خیال میں کیا یہ بات آ سکتی ہے کہ ایک شخص کی برائی بھی کی جائے اور وہ برا کہنے والا اسی کے اقوال پر عمل بھی کرے اور اس کے قول کو مفتیٰ بہ بھی سمجھے۔ عجب بات ہے کہ بزعم مؤلف رسالہ امام ابوحنیفہ کو یحییٰ بن سعید برا بھی کہتے جاتے ہیں اور یہی ابوحنیفہ کے اقوال کو اچھا بھی سمجھتے ہیں اور وقت فتویٰ ان ہی کی طرف رجوع کرتے اور ان ہی کے تلمیذ کے شاگرد بھی بن جاتے ہیں۔

اللہ تیری شان کے قربان جایئے

مؤلف رسالہ کو چاہیے کہ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دے مگر

ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں

"کان ابو حنیفۃ فقیھًا معروفًا مشھورا بالورع معروفا بالافضال علی الناس صبورًا علی تعلیم العلم باللیل والنھار کثیر الصمت قلیل الکلام حتی ترد علیه مسئلۃ" (تبییض الصحیفۃ)

امام صاحب مشہور فقیہ تھے ان کی پرہیزگاری اور تقوے کا شہرہ تھا۔ ان کی
لوگوں پر عام تھی۔ روز و شب لوگوں پر تعلیم ان کا مذاق تھا اپنے نفس کو اسی کا عادی
تھا۔ زیادہ تر خاموشی ان کا شعار تھا۔ جب تک کوئی سوال ان سے نہ کیا جائے کلا
کرتے تھے۔

"عن ابراھیم بن عکرمة ما رایت فی عصری کلہ عالما اورع
ازھد ولا اعبد ولا اعلم من ابی حنیفة"

ابراہیم بن عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے تمام عمر کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو امام
سے زیادہ پرہیزگار، زاہد، عابد، عالم ہو۔

"وعن علی بن عاصم قال لو وزن عقل ابی حنیفة بعقل اھل الار
لرجح بھم"

علی بن عاصم کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ کی عقل کا موازنہ دنیا والوں کی عقل کی جا
تو امام ابوحنیفہ کی عقل ان پر راجح ہو جائے گی۔ اور وہ باعتبار عقل ان پر غالب ر
گے۔

"وعن وکیع قال کان ابوحنیفة عظیم الامانة وکان یوثر رضاء اللہ
علی کل شیء ولو اخذتہ السیوف فی اللہ لاحتملھا"

وکیع بن الجراح کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ عظیم الامانت تھے وہ ہر شے پر خداوند تعا
کی رضامندی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان پر تلواریں
چلنے لگیں تو ان کے زخموں کو برداشت کر لیتے۔ کیوں نہ ہو آپ لا یخافون لومۃ لائم
مصداق تھے۔

"وعن ابن داؤد قال اذا اردت الاثار فسفیان واذا اردت تلک
الدقائق فابو حنیفة"

ابن داؤد کا قول ہے اگر تم کو آثار و روایات کی ضرورت ہو تو سفیان کا دامن پکڑ لو
فن حدیث و تفسیر کے دقائق و نکات معلوم کرنا ہوں تو امام ابوحنیفہ کی صحبت اختیار کر

"وعن عبد الله بن المبارك قال لولا ان الله اعانني بابي حنيفة وسفيان لكنت كسائر الناس"

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ سے میری مدد نہ کرتا تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا کہ کچھ نہ آتا۔

"وعن محمد بن بشر قال كنت اختلف الى ابي حنيفة وسفيان فاتي ابا حنيفة فيقول لي من اين جئت فاقول من عند سفيان فيقول لقد جئت من عند رجل لو ان علقمة والاسود حضر الاحتاجا مثل واتي سفيان فيقول من اين جئت فاقول من عند ابي حنيفة فيقول لقد جئت من عند افقه اهل الارض"

محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ جس وقت امام صاحب کے پاس آؤں تو وہ مجھ سے دریافت فرماتے کہاں سے آ رہے ہو تو میں جواب دیتا کہ سفیان ثوری کے پاس سے آ رہا ہوں اس وقت امام صاحب فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہو کہ اگر اس زمانہ میں علقمہ اور اسود موجود ہوتے تو اس جیسے شخص کے محتاج ہوتے اور جس وقت سفیان کے پاس جاتا تو وہ دریافت کرتے کہاں سے آ رہے ہو تو میں کہتا کہ ابوحنیفہ کے پاس سے آ رہا ہوں تو سفیان فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہو جو روئے زمین کے لوگوں میں افقہ ہے۔

"وعن يزيد بن هارون قال ادركت الناس فما رايت احدا اعقل ولا اورع من ابي حنيفة"

یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا لیکن امام ابوحنیفہ سے زیادہ عقل مند اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔

"وعن اسماعيل بن محمد الفارسي قال سمعت مكي بن ابراهيم ذكر ابا حنيفة فقال كان اعلم اهل الارض في زمانه"

اسماعیل بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو
اپنے زمانہ کے علماء میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

"محمد بن حفص عن الحسن عن سلیمان انه قال لا یقوم ال
حتی یظهر قال علم ابی حنیفة"

محمد بن حفص حسن سے روایت کرتے ہیں اور حسن سلیمان سے ناقل ہیں کہ ا
نے کہا جب تک ابو حنیفہ کا علم ظاہر نہ ہو قیامت نہ آئے گی۔ حتی یظہر کے فاعل ک
انہوں نے علم ابو حنیفہ سے کی کہ اس سے امام ابو حنیفہ ہی کا علم مراد ہے۔

"عن محمد بن احمد البلخی قال سمعت شداد بن حکیم یقول
رأیت اعلم من ابی حنیفة"

شداد بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔

"اما ابو حنیفة ؓ فلقد کان ایضًا عابدًا زاهدًا عارفًا بالله خائفًا
مریدا وجه الله بعلمه (احیاء العلوم)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ بھی عابد زاہد اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے
اللہ سے ڈرنے والے اپنے علم سے اللہ کی خوشنودی اور رضامندی طلب کرنے وا
تھے۔

ناظرین مؤلف رسالہ نے جارحین امام ابو حنیفہ میں امام غزالی کو بھی شمار کیا ہے
احیاء العلوم میں تو انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی اور ثناء وصفت اور ان کا علم
تقویٰ وغیرہ اوصاف جمیلہ بیان کیے ہیں۔ لیکن مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ ا
غزالی نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے۔ عجب پر عجب ہے۔

"وقال احمد بن حنبل فی حقه انه من العلم والورع والزهد وا
الدار الآخرة بمحل لا یدرکه احد" (خیرات الحسان)

امام صاحب کے بارہ میں امام احمد فرماتے ہیں کہ علم، پرہیزگاری، زہد اور ا
آخرت کے ایسے مرتبہ پر امام ابو حنیفہ تھے جس کو کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔

اور یہ وہی امام احمد ہیں جو بقول مؤلف رسالہ برا کہنے والوں میں شمار ہیں۔

قال عالما عاملا زاهدا ورعا تقيا كثير الخشوع دائم التضرع الى الله" (تاريخ ابن خلكان)

امام ابوحنیفہ عالم، عامل، زاہد، متقی، پرہیزگار، کثیر الخشوع، دائم التضرع تھے۔ مولانا روم فرماتے ہیں

بالتضرع باش تا شادان شوی
گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی

قال يحيى ابن معين القراة قراة حمزة و الفقه فقه ابى حنيفة على هذا ادركت الناس" (تاريخ ابن خلدون جلد ثالث)

ابن معین فرماتے ہیں کہ اصل قرأت تو حمزہ کی اور اصل فقہ ابوحنیفہ کی ہے اسی پر میں نے لوگوں کو عامل دیکھا اور اسی راہ مستقیم پر چل رہے ہیں۔

قال ابو عاصم هو والله عنى افقه من ابن جريج ما رات عينى رجلا اشد اقتدارا على الفقه منه" (خيرات الحسان)

ابو عاصم کہتے ہیں بخدا ابوحنیفہ ابن جریج سے افقہ ہیں۔ میری آنکھوں نے فقہ پر اتنی قدرت رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا۔

هذا اصل صحيح يعتمد عليه فى البشارة بابى حنيفة والفضيلة التامة" (تبييض الصحيفة)

یہ حدیث اصل صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس میں امام کے لیے فضیلت کامل اور بشارت تام ہے۔ امام سیوطی اس حدیث کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

جسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جو مسلم شریف کے صفحہ ۳۱۲ میں ہے

ولو كان الدين عند الثريا" (الحديث) کہ اگر دین ثریا پر ہوگا تو ایک شخص اہل فارس کا اس کو حاصل کرلے گا۔

چونکہ امام ابوحنیفہ فارسی النسل ہیں اور آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا

اس مرتبہ کا نہیں تھا۔ اس لیے علماء نے اس حدیث کا مصداق ابوحنیفہ کو ہی قرار دیا۔ امام کے واسطے اس حدیث میں اعلیٰ درجہ کی خوش خبری اور بشارت ہے اور یہ امام پر منطبق ہے۔

علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی شاگرد امام جلال الدین سیوطی کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"وما جزم به شیخنا من ان ابا حنیفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس في العلم مبلغه احد"

کہ جو اعتقاد ہمارے شیخ کا ہے کہ اس حدیث سے ابوحنیفہ ہی مراد ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کیوں کہ اہل فارس میں سوائے امام ابوحنیفہ کے اور کوئی بھی علم کے مرتبہ کو نہیں پہنچا۔

لہٰذا امام ابوحنیفہ پر یہ حدیث منطبق ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری وطبرانی نے بھی بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے امام صاحب کے مناقب میں تبییض الصحیفہ تصنیف کی ہے۔ اس میں کوئی لفظ سیوطی کا ایسا نہیں ہے جس سے امام ابوحنیفہ کی تضعیف ثابت ہوتی ہو۔ مؤلف رسالہ کا سیوطی پر اتہام ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے اگر کوئی مرد میدان ہے تو وہ دکھائے۔

یہی گو ہے یہی میدان ہے آئے کوئی

علامہ ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ شافعی نے اکمال فی اسماء رجال المشکوٰۃ میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے

"من اراد ان يتبحر في الفقه فهو عيال على ابي حنيفة"

جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابوحنیفہ کی عیال ہے۔

"روى البرقاني قال اخبرنا ابو العباس بن حمدون لفظا قال حدثنا محمد بن الصباح قال سمعت الشافعي محمد بن ادريس يقول قال

الله هل رايت اباحنيفة قال نعم رايت رجلا لو كلمك في هذه
... ان يجعلها ذهبا لقام بحجته وفي رواية اخرى ماذا القول في
... لو ناظرني في ان نصف هذا العمود من ذهب ونصف من فضة
... بحجته" (عقود الجواهر ص٩ واكمال رجال المشكوة)

... ملاحظہ فرمائیں کہ امام مالک نے امام صاحب کی قوت استدلال اور تبحر علمی
... سے بیان فرمایا ہے اگر کسی کی ہمت ہو تو امام مالک اور امام شافعی کا وہ
... میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے مع سند صحیح کتب معتبرہ سے
... ورنہ خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔

قال الحكم بن هشام حدثت بالشام عن ابي حنيفة انه كان من
... الناس امانة واراده السلطان على ان يتولى مفاتيح خزائنه او
... ب ظهره فاختار عذابهم على عذاب الله" (اكمال)

... ہشام فرماتے ہیں کہ شام میں مجھ سے بیان کیا گیا کہ امام ابوحنیفہ لوگوں میں
... سے امانت دار ہیں بادشاہ وقت نے ارادہ کیا کہ اپنے خزانہ کی کنجیاں ان کے
... اگر وہ قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ ان کو مار کر یہ کام کرانا چاہیے تو امام
... نے آخرت کے عذاب پر دنیا کے عذاب کو ترجیح دی اور تکلیف برداشت کی
... بادشاہ کے خزانچی نہ ہوئے اور خدا کے عذاب سے اس طرح سے بچے

والغرض بايراد ذكره في هذا الكتاب ان لم نرو عنه حديثا في
... مشكوة للتبرك به لعلو مرتبته ووفور علمه" (اكمال)

... رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی کتاب میں ہم نے امام ابوحنیفہ کا جو ذکر کیا ہے مقصد
... ان کے ذکر سے برکت حاصل کرنا ہے۔ گو مشکوۃ میں امام ابوحنیفہ سے کوئی
... نہیں کی گئی لیکن چونکہ وہ بڑے مرتبہ والے اور زیادہ علم والے ہیں۔ اس لیے
... ان کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ حاسدین اس قول کو دیکھیں اور آتش حسد میں جل کر
... ہو جائیں۔

"ولقد سالہ الاوزاعی عن مسائل واراد البحث معہ ہو سائل فاجاہ علی وجہ الصواب فقال لہ الاوزاعی من این ھذا الجواب فقال الاحادیث التی رویتموھا ومن الاخبار والاثار التی نقلتموھا وبین وجہ دلالتھا وطرق استنباطھا فانصف الاوزاعی ولم یتعسف فقال نحن العطارون وانتم الاطباء" (مرقات ص۲۱)

ایک مرتبہ امام اوزاعی نے مباحثہ کے قصد سے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل دریافت کیے۔ امام صاحب نے ان کے شافی وصحیح جواب دیئے۔ امام اوزاعی نے فرمایا یہ جواب آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میں نے یہ احادیث وروایات اور اخبار وآثار سے استنباط کیا ہے جو تم نے روایت کی ہیں اس کے بعد امام صاحب نے ان نصوص کے وجوہ دلالت اور ان سے استنباط کے طریقہ کو بیان کیا جس کو سن کر امام اوزاعی کو اقرار کرنا پڑا کہ بے شک ہم عطار اور آپ اطباء ہیں۔ اس کو انصاف کہا جاتا ہے کہ جو حق بات ہو اس کو تسلیم کر لیا اور راہ اختیار نہ کی۔ ایک مرتبہ مسافر تحین میں بھی امام اوزاعی نے امام صاحب سے رفع یدین فی الصلوٰۃ کے بارے میں مناظرہ کیا تھا جس کا جواب امام صاحب نے ایسا دیا کہ امام اوزاعی خاموش ہو گئے جس کو حافظ ابن ہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے۔

"وقال جعفر بن الربیع اقمت علی ابی حنیفۃ خمسین سنۃ فما رایت اطول صمتا منہ فاذا سئل عن شیء من الفقہ سال کالوادی"

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۱

جعفر بن ربیع کہتے ہیں میں پانچ سال تک ابوحنیفہ کی خدمت میں رہا۔ میں نے ان سے زیادہ خاموش رہنے والا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ لیکن جس وقت ان سے کسی مسئلہ کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو وادی کی طرح بہہ پڑتے تھے۔

"قال یحیی بن ایوب الرازی کان ابوحنیفۃ لا ینام فی اللیل"

(ص۱۱)

کی بن ایوب کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ شب بھر نہ سوتے تھے۔

"وقال نضر بن شميل كان الناس نياما عن الفقه حتى ايقظهم ابو حنيفة بما فتقه وبينه" (مرقات)

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ سے غافل اور خواب میں تھے امام ابوحنیفہ نے ان کو بیدار کر دیا۔

"وقال ابن عيينة ما قدم مكة في وقتنا رجل اكثر صلوٰة منه" (مرقات)

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ہمارے مکہ کے قیام کے زمانہ میں کوئی ایسا شخص مکہ میں نہیں آیا جو امام ابوحنیفہ سے زیادہ نماز پڑھتا ہو۔

"وقد تقول بعض المتعصبين ان منهم من كان قليل البضاعة في الحديث ولا سبيل الى هذا المعتقد في كبار الائمة لان الشريعة انما تؤخذ من الكتاب والسنة (الى ان قال) والامام ابو حنيفة انما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل وضعف رواية الحديث اليقيني اذا عارضها الفعل النفسي وقلت من اجل ذلك روايته فقل حديثه لا انه ترك رواية الحديث عمدا فحاشا من ذالك ويدل على انه من كبار المجتهدين في الحديث اعتماد مذهبه فيما بينهم والتعويل عليه واعتباره ردا وقبولا الخ" (تاريخ ابن خلدون)

بعض متعصبین نے یہ بکواس کی ہے کہ بعض ان ائمہ میں سے حدیث میں کم پونجی والے تھے لیکن یہ خیال کبار ائمہ کے بارے میں بالکل غلط ہے کیوں کہ شریعت کا مدار قرآن وحدیث پر ہے (الی ان قال) اور امام ابوحنیفہ کی روایات کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے شروط روایات اور تحمل روایات اور ضعف روایات حدیثیہ میں بہت سختی سے کام لیا اور اس کی صحت میں بہت سی سخت شرطیں لگائی ہیں اس بنا پر ان کی روایت حدیث کم ہے یہ بات نہیں ہے کہ انہوں نے قصداً روایت حدیث ترک کر دی حاشا وکلا۔ ان کے کبار مجتہدین فی الحدیث ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ علماء میں ان

کے مذہب کا اعتبار و اعتماد ردا و قبولاً ہوتا ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ روایات حدیثیہ میں بہت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے اور سخت شرطیں لگا رکھی تھیں۔ جو تقویٰ اور ورع کی ظاہر دلیل ہے۔ مجتہدین فی الحدیث سے کبار مجتہدین میں داخل تھے۔ اسی وجہ سے حافظین حدیث مخالفین نے بھی ان کو شمار کیا ہے۔ چنانچہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ سے ظاہر ہے۔ متعصبین اور معاندین نے اس سے اپنی ظاہری آنکھ بھی بند کر لی ہے۔ لیکن حق ظاہر ہی ہو کر رہتا ہے۔ اور اگر قلت روایت عیب شمار کیا جانے لگے تو پھر سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا چاہیے کہ ان کی روایات حدیث باعتبار باقی صحابہ کے بہت ہی کم ہیں۔

چنانچہ ناظرین کتب احادیث پر مخفی نہیں تاریخ ابن خلدون کے بعض نسخوں میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی تھیں۔ اور اس کو نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب "الحطہ" میں نقل کیا اور وہیں سے اس کو غیر مقلدین نقل کر کے امام صاحب پر طعن کرتے ہیں لیکن یہ قول کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اول اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ واقعہ میں ابن خلدون سے اس میں غلطی نہیں ہوا بلکہ ضرور یہ غلطی چھاپے خانے اور مطبع والوں اور کاتبین کتاب تاریخ کی ہے کیونکہ یہ قول علمائے ثقات کے اقوال کے صریح مخالف ہے جنہوں نے امام صاحب کی روایات کی تعداد بیان کی ہے جو اس سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے۔ امام زرقانی وغیرہ نے چند اقوال امام صاحب کی روایات میں نقل کیے ہیں۔ ان میں یہ قول مذکور نہیں ہے ورنہ ضرور ذکر کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول غلط ہے۔ دوسرے ابن خلدون امور تاریخیہ میں کمال رکھتے تھے اور ان کو امور شرعیہ میں اتنی دستگاہ نہ تھی چنانچہ سخاوی وغیرہ نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے لہٰذا ایسے امور میں ابن خلدون کا قول معتبر نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کا قول ائمہ اثبات کے اقوال کے مخالف ہو۔ کیونکہ جس شخص کو امور شرعیہ میں مہارت نہ ہو وہ ائمہ کبار کے مراتب پر مطلع نہیں ہو سکتا

۱۰۔

ابن خلدون نے اس قول کو کلمہ قال سے تعبیر کیا ہے۔ جو ضعف اور عدم اصل ہونے پر دال ہے لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں کیوں کہ خود مورخ کو ہی جزم نہیں تو دوسرا کیا جزم کر سکتا ہے۔ چوتھے امور تاریخیہ اور حکایات منقولہ کی جانچ پڑتال کرنی ضروری ہے جو امور اور حکایات دلائل عقلیہ ونقلیہ کے قطعی مخالف ہوں وہ اہل عقل و ارباب علم کے نزدیک یقیناً مردود ہیں کبھی ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

یہ قول کہ روایات امام سترہ ہیں دلائل قطعیہ اور مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ جس نے امام محمد صاحب اور امام ابو یوسف صاحب وغیرہ کی تصانیف دیکھی ہیں وہ کبھی بھی اس قول کو باور نہیں کر سکتا۔ کہ امام ابو حنیفہ کی سترہ روایتیں ہیں۔ موطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحجہ، سیر کبیر، کتاب الخراج، امام ابو یوسف کی یہ ایسی کتابیں ہیں جو آج مطبوع ہیں۔ ان میں سینکڑوں روایتیں امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں۔ پھر یہ قول کہ ان کی کل دو حدیثیں ہیں قطعاً غلط ہے۔ علاوہ ازیں جس نے مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، تصانیف دارقطنی، تصانیف حاکم، تصانیف بیہقی اور تصانیف امام طحاوی کو آنکھیں کھول کر دیکھا ہو گا وہ قول مذکور کو یقینی غلط اور باطل سمجھے گا پھر ستم یہ ہے کہ مخالف وموافق سب ہی امام ابو حنیفہ کو کبار مجتہدین میں سے کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اجتہاد کے واسطے سترہ حدیثیں کسی طرح بھی کفایت نہیں کر سکتی ہیں تو لامحالہ قول مذکور باطل مردود ہے پس نواب صدیق حسن خاں نے جو قول نقل کیا ہے غلط ہے۔ تعجب تر یہ ہے کہ ایک شخص عالم ہو کر ایسے اقوال مردودہ اپنی کتابوں میں نقل کرے اور ان پر کسی قسم کی جرح وقدح نہ کرے اور خاموش چلا جائے۔ اس کی شان سے بسا بعید ہے۔

جہاں جہاں نواب صاحب نے امام صاحب کے حالات اپنی کتابوں میں بیان کیے ہیں۔ مثلاً الحطہ فی اصول الصحاح الستہ، اتحاف النبلاء، التاج المکلل، ابجد العلوم وغیرہ۔ سب میں اسی روش کو اختیار کیا ہوا ہے۔ بلکہ ان کتابوں کو نظر غور سے دیکھا جائے تو امام صاحب کے تراجم میں ان کے اقوال متضاد

اور متعارض نظر آئیں گے۔ لہٰذا ایسی کتابوں کی علماء کو تنقید کرنی ضروری ہے تا کہ
گمراہی کے گڑھے میں نہ گر پڑیں۔ ابن جوازی کے متعلق ناظرین کو پہلے معلوم
ہے کہ تساہل اور تشدد فی الجرح میں ضرب المثل ہیں۔ لہٰذا ان کی جرح خصوصاً امام
صاحب کے بارے میں مردود ہے۔ اسی بنا پر سبط ابن الجوزی نے ان پر اظہار تعجب
ظاہر کیا ہے وہ فرماتے ہیں "لیس العجب من الخطیب بانه یطعن فی جماعة
من العلماء وانما العجب من الجد کیف سلك اسلوبه وجاء بما هو
اعظم منه" (مراۃ الزمان) خطیب پر تو کوئی تعجب نہیں آتا کیوں کہ علماء پر طعن
کرنے کی ان کی عادت ہے۔ زیادہ تر تعجب تو نانا جان سے ہے کہ انہوں نے خطیب
کیوں طریقہ اختیار کیا۔ بلکہ طعن کرنے میں ان سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے
سے معلوم ہوا کہ خطیب اور ابن جوزی نے جو جرح کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔
اسی بنا پر بعض علماء نے "السهم المصیب فی کبد الخطیب" کتاب
جس میں خطیب کی تمام جروح کا جواب دیا ہے۔ نیز ائمہ نے تصریح کی ہے کہ خطیب
کی روایات جو امام کی جرح میں نقل کی ہیں باعتبار سند ثابت نہیں غیر معتبر ہیں۔
خیرات الحسان میں مصرح ہے۔ علاوہ ازیں خطیب بغدادی کو امام احمد اور امام
سے خاص بغض تھا اس وجہ سے اور بھی ایسے امور زبردستی جمع کرتے تھے جو گل
ہوں گو واقع میں کوئی ان کی حقیقت و وقعت نہ ہوتی تھی۔ لیکن عوام کو دھوکہ میں
سے ان کو کام تھا۔ ابن جوزی کی طرح صنعانی، جوزقانی، مجد الدین فیروز آبادی
تیمیہ، ابوالحسن بن القطان وغیرہ بھی تشدد فی الجرح میں مشہور ہیں۔ لہٰذا بغیر تحقیق
ہوئے ان کے اقوال مقبول نہیں ہو سکے۔ خطیب کے بعد جتنے بھی ایسے لوگ
ہوئے سب نے ہی خطیب کی تقلید کی اور کسی نے بھی تنقید و تحقیق سے کام نہ لیا۔ امام
پر مکھی مارتے رہے۔ دار قطنی وغیرہ متعصبین میں معدود ہیں ان کی جرح کا بھی
نہیں۔

حافظ عینی نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری اور ہدایہ کی شرح بنایہ میں دار قطنی

...ں ال ...ن کا جواب دیا ہے۔

من این له تضعیف ابی حنیفة وهو مستحق التضعیف فانه روی فی ...ه احادیث سقیمة و معلولة ومنکرة غریبة وموضوعة"

(بنایہ شرح ھدایہ)

...امام ابوحنیفہ کی تضعیف کا دار قطنی کو حق ہی کیا ہے بلکہ وہ خود تضعیف کے مستحق ... ... کہ انہوں نے اپنے سنن میں منکر معلول، سقیم، موضوع حدیثیں روایت کی ...

قلت لو تأدب الدار قطنی واستحی لما تلفظ بهذه اللفظة فی حق ...ی حنیفة فانه امام طبق علمه الشرق والغرب ولما سئل ابن معین عنه ...قال ثقة مامون ما سمعت احدا ضعفه هذا شعبة بن الحجاج یکتب ...ه ان یحدث وشعبة شعبة وقال ایضا کان ابوحنیفة ثقة من اهل الدین ...الصدق ولم یتهم بالکذب وکان مامونا علی دین الله صدوقا فی ...حدیث واثنی علیه جماعة من الائمة الکبار مثل عبدالله بن المبارك ...یعد من اصحابه سفیان بن عیینة وسفیان الثوری و حماد بن زید ...عبدالرزاق ووکیع وکان یفتی برایه والائمة الثلاثة مالك والشافعی ...احمد و اخرون کثیرون وقد ظهر لك من هذا تحامل الدار قطنی ...علیه وتعصبه الفاسد ولیس له مقدار بالنسبة الی هؤلاء حتی یتکلم فی ...امام متقدم علی هؤلاء فی الدین والتقوی والعلم وبتضعیفه ایاه ...مستحق هو التضعیف افلا یرضی بسکوت اصحابه عنه وقد روی فی ...سنه احادیث سقیمة ومعلولة ومنکرة وغریبة وموضوعة ولقد روی ...احادیث ضعیفة فی کتابه الجهر بالبسملة واحتج بها مع علمه بذلك ...حتی ان بعضهم استحلفه علی ذلك فقال لیس فیه حدیث صحیح ولقد صدق القائل حسد والفتی اذ لم ینالوا سلوة والقوم اعداء له

وخصوم" (عمدة القاری ج۲ ص ٦٧)

اگر دارقطنی کو کچھ حیا اور ادب ہوتا تو امام ابوحنیفہ کی شان میں اپنی زبان سے ا...
کو نہ نکالتے کیوں کہ ابوحنیفہ ایسے امام ہیں جن کا علم مشرق و مغرب کو محیط ہو...
جس وقت ابن معین سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں ...
ثقہ اور مامون ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے ابوحنیفہ کی تضعیف کی ہو۔
شعبہ بن حجاج ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو فرمائش کیا کرتے تھے کہ حدیث بیان کریں ...
سے روایت کرتے تھے اور شعبہ جیسے کچھ زبردست محدث ہیں ان کو کون نہیں جا...
بھی انہیں کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ اور اہل دین اور اہل صدق میں سے ہیں ...
کے ساتھ متہم نہیں ہیں۔ دین پر مامون ہیں حدیث میں صادق ہیں۔ اور بڑے ...
ائمہ نے ان کی تعریف اور ثناء و صفت کی ہے جیسے عبداللہ بن مبارک کہ یہ امام اعظم
کے شاگردوں میں بھی شمار ہیں۔ سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن ...
عبدالرزاق، وکیع جو امام صاحب کے قول پر فتویٰ بھی دیتے تھے۔ امام مالک، ا...
شافعی، امام احمد اور بہت سے بڑے بڑے ائمہ نے بھی امام صاحب کی مدح کی ...
اس سے دارقطنی کا تعصب فاسد اور تحامل کاسد ظاہر ہو گیا۔ ان کی کوئی ہستی ان ...
کبار کے مقابلہ میں نہیں، جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی تعریف کی ہے تاکہ ایسے اما...
شان میں کلام کرے جو ان ائمہ پر دین و تقویٰ اور علم کے اعتبار سے مقدم ہے۔ ...
ابوحنیفہ کی تضعیف کرنے کی وجہ سے خود دارقطنی تضعیف کے مستحق ہیں۔ کیا ...
صاحب کے اصحاب کے سکوت پر راضی نہیں اور پھر خود اپنے سنن میں سقیم حدیثیں ...
معلول، منکر، غریب، موضوع روایات روایت کی ہیں نیز کتاب الجهر بالبسملة
میں احادیث ضعیفہ باوجودیکہ ان کو علم ان کے ضعیف ہونے کا تھا روایت کیں اور ا...
مذہب پر ان سے استدلال کیا۔ حتیٰ کہ بعض علماء نے قسم کھلائی تو اقرار کیا کہ اس کتاب
میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ ناظرین یہ حال جرح کرنے والوں کا ہے۔

واما قول ابن القطان وعلته ضعف ابی حنیفة فاساءة ادب وقلة حیا،

قال مثل الامام الثوری و ابن المبارك واضرابهما وثقوه واثنوا عليه
فما مقدار من يضعفه عند هولاء الاعلام.

(بنایہ شرح هدایہ بحث اجارة ارض مكة)

ابن القطان کا قول کہ یہ حدیث ابو حنیفہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے معلول
ہے جہالت اور بے حیائی ہے کیوں کہ امام ابو حنیفہ کی توثیق اور مدح امام ثوری اور ابن
مبارک جیسے ائمہ نے کی ہے لہٰذا ان کی کوئی وقعت ان اعلام کے مقابلہ میں نہیں ہے
کہ ان کے مقابلہ میں ابن القطان کا قول معتبر ہو۔

بعض الجروح صدر من المتاخرين المتعصبين كالدار قطني وابن
عدی وغیرهما. ممن يشهد القرائن الجلية بانه فى هذا الجرح من
المتعصبين والتعصب امر لا يخلو منه البشر الا من حفظه خالق القوى
والقدر وقد تقرر ان مثل ذلك غير مقبول عن قائله بل هو موجب
لجرح نفسه (التعليق الممجد ص ۳۲)

بعض جروح متاخرین متعصبین سے صادر ہوئی ہیں جیسے دار قطنی، ابن عدی وغیرہ
جن پر قرائن جلیہ شاہد ہیں کہ یہ لوگ اس جرح پر تعسف و تعصب کے پابند ہیں اور
ظاہر ہی یہ ہے کہ تعصب سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس کو خدا محفوظ رکھے ورنہ کوئی
انسان اس سے خالی نہیں ہے اور یہ اپنے محل پر محقق ہو چکا ہے کہ تعصب کی جرح
مقبول نہیں بلکہ اس جیسی جرح سے وہ خود مجروح ہو جاتا ہے لہٰذا دار قطنی، ابن عدی،
ابن جوزی، خطیب وغیرہ سب کے سب خود مجروح ہیں۔ ان کی جرح امام صاحب
کے بارے میں ہرگز مقبول نہیں۔

ولا عبرة لكلام بعض المتعصبين فى حق الامام ولا بقولهم انه من
جملة اهل الرای بل كلام من يطعن فى هذا الامام عند المحققين يشبه
الهذيانات" (میزان کبری للشعرانی ص ۱۸)

امام ابو حنیفہ کے حق میں بعض متعصبین کے کلام کا اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کا

اعتبار ہے کہ وہ اہل رائے میں سے تھے بلکہ جو شخص امام ابوحنیفہ پر طعن کرتا محققین کے نزدیک اس کا کلام بکواس کے مشابہ ہے اس کی کوئی وقعت نہیں۔

ناظرین خیال کریں کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی مذہب کے شافعی ہیں وہ امام صا کی تعریف کررہے ہیں۔ اور جو لوگ امام صاحب میں کلام کرتے ہیں ان کو فرماتے ہیں۔ بے شک فضیلت وہی ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔

"فانه لا اعتداد بقول المتعصب كما قدح الدار قطني في الامام ابي حنيفة بانه ضعيف في الحديث" (شرح مسلم الثبوت)

متعصب کے قول کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ دار قطنی نے امام ابوحنیفہ میں قدح کی یوں کہہ دیا کہ وہ حدیث میں ضعیف تھے۔ کیوں کہ یہ متعصب ہیں لہٰذا ان کے بارے میں ان کا قول معتبر نہیں۔

ومن ثمه لم يقبل جرح الجارحين في الامام ابي حنيفة حيث رمى بعضهم بكثرة القياس وبعضهم بقلة معرفة العربية وبعضهم بقلة رواية الحديث فانه هذا كله جرح بما لا يجرح الراوى.

(مقدمه فتح الباري)

ناظرین یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے جو پہلے بھی ایک مقام پر گزر چکی ہے جو شاہد عادل ہے کہ حافظ کے نزدیک امام صاحب مجروح نہیں بلکہ ثقہ ہیں اسی بنا پر جن لوگوں نے جرح کی ان کے قول کو ابن حجر نے رد کر دیا۔ چنانچہ عبارت شاہد ہے۔

"درایہ" کے حاشیہ پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے جس کو مؤلف رسالہ نے نقل کیا جو ابتدا میں گزر چکی ہے۔ وہ کسی متعصب کی لکھی ہوئی ہے۔ جو مؤلف رسالہ کے بھائی بند ہوں گے جو اپنے آپ کو ابو المکارم سے تعبیر کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر "درایہ" میں حدیث من کان لہ امام کے تحت میں صرف دار قطنی کا قول نقل کیا جو انہوں نے حسن بن عمارہ اور امام ابوحنیفہ کے بارہ میں کہا تھا۔ خود حافظ ابن حجر

ہی ضعیف نہیں کہا۔ کوئی عبارت ان کی اس کے ثبوت میں کوئی بھی پیش نہیں کر
انی بات ضرورت ہے کہ حافظ ابن حجر کے قلم سے یہاں پر لغزش ہو گئی اور
ال چلے گئے اور یہ اسی بنا پر خاموشی کی نسبت میں ان کی طرف کر رہا ہوں۔ کہ ان
ن تصانیف اور ان کے اقوال اس کی تردید کرتے ہیں۔ پس اس سے کوئی
ل ی اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ابوالمکارم
حاشیہ پر صاحب المنتظم کا جو قول نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ حافظ نہیں۔ مضطرب
ذاہب الحدیث ہیں۔ اول اس کو یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی اور سفیان
ان اور شعبہ بن حجاج اور عبداللہ بن المبارک اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہ ائمہ کا قول رد
ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ ان کے ثقہ، صدوق مامون حافظ الحدیث ہونے کے قائل
ان کے مقابلہ میں ابوحفص بن عمرو بن علی کے قول کا اعتبار نہیں۔
سے اس قول کو حافظ ذہبی کی "تذکرۃ الحفاظ" کی عبارت رد کرتی ہے۔
انہوں نے امام صاحب کو حافظ الحدیث کہا ہے۔ اگر ذاہب الحدیث یا
ب الحدیث ہوتے اور حافظ حدیث نہ ہوتے تو امام ذہبی جیسا شخص جو شافعی
ہے ہیں امام ابوحنیفہ کو حافظ الحدیث نہ کہتے۔ تیسرے یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ
حنیفہ جن کو ذاہب الحدیث مضطرب الحدیث کہا جاتا ہے وہی ابوحنیفہ ہیں جن کا
الی نعمان بن ثابت الکوفی ہے جو صاحب مذہب ہیں جن کی طرف حنفیہ منسوب
ہیں جو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ دیکھا
تابعی ہیں۔ کیوں کہ ابوحنیفہ بہت سے لوگوں کی کنیت ہے اور ان میں بعض
ن ہیں۔ امام صاحب اس سے مراد نہیں۔ چنانچہ منصف اور حق پسند حضرات پر
نہیں۔

ین کے اطمینان قلب کے واسطے چند علماء کے نام ذکر کرتا ہوں جن کی کنیت
حنیفہ ہے۔ اول احمد الصدق ابن محمد نیشاپوری ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے جن کو ابن
نے ذکر کیا ہے۔ دوسرے جعفر بن احمد ہیں ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ تیسرے محمد

بن عبید اللہ بن علی ظفیمی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چوتھے محمد بن یوسف کی کنیت ا
ہے۔ پانچویں عبدالمومن کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چھٹے محمد بن عبداللہ البندوالی ا
ابوحنیفہ ہے۔ ساتویں علی بن نصر کی کنیت ابوحنیفہ ہے آٹھویں عبید اللہ بن ا
عبد الملک کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ نویں محمد بن حنیفہ بن ماہان قصبی کی کنیت ا
ہے۔ دسویں قیس بن احرام کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ گیارہویں ابوالفتح محمد بن ابی
کنیت ابوحنیفہ ہے۔ بارہویں بکر بن محمد بن علی بن فضل کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔
عبد الکریم بلخی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چودہویں امام طحاوی کے استاذ
الاستاذ خوارزمی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ پندرہویں نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن
احمد بن حیوان کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ سولہویں احمد بن داؤد دینوری کی کنیت ا
ہے۔ سترہویں وہ ابوحنیفہ ہیں جو سلمان بن مرو کے شاگرد ہیں اور ان سے
بیٹے عبدالاکرم روایت کرتے ہیں۔ اٹھارویں وہ ابوحنیفہ ہیں جو جبیر بن مطعم
جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔ اور ان سے مغیرہ بن مقسم روایت کرتے ہیں ا
ہیں۔ ان دونوں کو ذہبی نے باب الکنی میں میزان الاعتدال کے ضمن میں ذکر ا
غرض یہ اٹھارہ شخص امام صاحب کے علاوہ ہیں جن کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ پس
دلیل کے یہ کہا جاتا ہے کہ جس ابوحنیفہ کو ذاہب الحدیث مضطرب الحدیث لیا
جاتا ہے۔ وہ امام صاحب ہیں جن کی توثیق ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، ا
بن معین، سفیان ثوری، علی بن المدینی، شعبہ بن حجاج، عبداللہ بن المبارک
وغیرہم کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ قول یا تو غلط ہے یا کسی دوسرے ابوحنیفہ
بارے میں ہے۔

حافظ ابن عبدالبر کی کتاب جامع العلم سے علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی نے
کتاب تنویر الصحیفہ میں نقل کیا ہے:

"لاتتكلم في ابي حنيفة بسوء ولا تصدقن احدا يسئ القول فيه ،
والله ما رايت افضل ولا اورع ولا افقه منه ثم قال ولا يغتر احد بكلا

خطیب فان عنده العصبية الزائدة على جماعة من العلماء كابى حنيفة والامام احمد وبعض اصحابه وتحامل عليهم بكل وجه وصنف فيه بعضهم السهم المصيب فى كبد الخطيب واما ابن الجوزى فانه تابع الخطيب وقد عجب منه سبط ابن الجوزى حيث قال فى مرآة الزمان ليس العجب من الخطيب فانه طعن فى جماعة من العلماء وانما العجب من الجد كيف سلك اسلوبه وجاء بما هو اعظم قال ومن المتعصبين على ابى حنيفة الدار قطنى وابو نعيم فانه لم يذكره فى حلية وذكر من دونه فى العلم والزهد" (رد المحتار ص۲۸ ج۱)

ابوحنیفہ کے بارے میں کسی برائی سے کلام مت کر تو اور جو امام صاحب کے بارے میں برا خیال رکھتا ہو اس کی بھی ہرگز تصدیق نہ کر۔ میں نے بخدا ان سے زیادہ افضل اور پرہیزگار اور فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر کہا کہ دیکھو کوئی خطیب کے کلام سے دھوکا نہ کھائے کیوں کہ خطیب حد سے زیادہ علماء پر تعصب کی نظر رکھتے ہیں۔ جیسے امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر پوری طرح سے خطیب نے حملے کیے ہیں لہٰذا ان کا اعتبار نہیں اور خطیب کے جوابات میں علماء نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "السهم المصيب فى كبد الخطيب" رکھا ہے۔ لیکن ابن جوزی۔ پس وہ خطیب کے ہی مقلد محض ہیں۔

سبط ابن الجوزی نے تعجب ظاہر کیا ہے "مرآة الزمان" میں فرماتے ہیں کہ خطیب سے ایسے امور کا ظاہر ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ کیوں کہ علماء پر طعن کرنا ان کی تو عادت قدیمہ ہے۔ تعجب تو اپنے نانا پر آتا ہے کہ انہوں نے کیوں خطیب کی روش کو اختیار کیا۔ اور خطیب سے چند قدم آگے بڑھ کر بالکل حد میں تجاوز کر گئے نیز امام صاحب سے تعصب رکھنے والوں میں سے ایک دار قطنی اور ابو نعیم بھی ہیں اس لیے کہ ابو نعیم اپنی کتاب حلیہ میں ان حضرت کو لائے اور بیان کیا جو امام ابوحنیفہ سے علم و زہد میں بدرجہا کم تھے اور امام ابوحنیفہ کو ذکر نہیں کیا جو مرتبہ اور علم میں مذکورین سے بڑھ کر

ہیں لیکن ان کو نہ ذکر کیا تو یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ مولف رسالہ نے یحییٰ
کے قول مذکور کو نقل کر کے یہ کہا ہے کہ یہ قول معتبر نہیں کیوں کہ جرح تعدیل
ہوتی ہے اس لیے یحییٰ بن معین کی توثیق معتبر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جرح
پر اسی وقت مقدم ہوتی ہے کہ جب مفسر ہو اور کوئی مانع موجود نہ ہو اور یہ دونوں
جگہ نہیں ہے۔

میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب "معیار الحق" میں ...
ہیں۔ پس وجہ جرح مضعفین کی ثابت نہ ہوئی اور جرح ان کا بے وجہ باقی رہا تو
کو کون قبول کرتا ہے۔

وبهذا التحقيق اندفع ما قال بعض قاصرى الانظار المعلو... في
بعض الحواشي على بعض الكتب ان الجرح مقدم على التعديل ا...
يدفعه تصحيح لبعض المعدلين له ذكره ابن حجر وغيره وو... ،
اندفاع لا يخفى عليك بعد التامل الصادق الا ترى ان تقديم الجرح
على التعديل فرع لوجود الجرح وقد نفيناه لعدم وجود وجهه و...
هباء منثور فاين المقدم واين التقديم. (معيار الحق)

میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری اس تحقیق سے وہ اعتراض رفع ہو گیا جو
کوتاہ نظر اصحاب نے بعض کتب کے حواشی میں کیا ہے کہ جرح تعدیل کے اوپر
کی وجہ تامل و غور کے بعد مخفی نہیں رہتی کیوں کہ ظاہر بات ہے کہ تقدیم جرح
التعدیل وجود جرح کی فرع ہے اور ہم وجود جرح کو مٹا چکے ہیں۔ اس لیے کہ ...
کوئی دلیل نہیں اور اس کو ہم نے ہباء منثورا کر دیا ہے پھر کیسا مقدم اور کہاں کی تقدیم
تو سب وجود جرح پر مبنی ہیں۔

یہی گو ہے یہی میدان ہے آئے کوئی امام نووی فرماتے ہیں:

"ولا يقال الجرح مقدم على التعديل لان ذالك فيما اذا كان الجرح
ثابتا مفسر السبب والا فلا يقبل اذا لم يكن كذا" (شرح مسلم)

امام رہا ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے کیوں کہ یہ اسی صورت میں ہے
جرح ثابت اور مفسر السبب ہو ورنہ مقبول نہیں اور مقدم نہیں ہوتی۔

سخاوی فرماتے ہیں: "**وقدموا الجرح لكن ينبغي تقييد الحكم بتقديم الجرح بما اذا فسرا ما اذا تعارضا من غير تفسير فانه يقدم التعديل قاله المزي وغيره و عليه يحمل قول من قدم التعديل كالقاضي ابو الطيب الطبري وغيره**" (فتح المغيث)

انہوں نے جرح کو مقدم کیا ہے لیکن یہ حکم اس صورت کے ساتھ مقید ہے کہ جرح مفسر
ہو اور دونوں میں تعارض ہو اور کسی قسم کی تفسیر جرح وتعدیل کی نہ ہو تو اس وقت
تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ مزی وغیرہ نے تصریح کی ہے اور ایسی ہی
صورتوں پر ان علماء کا قول محمول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے
جیسے قاضی ابو الطیب طبری وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ تعدیل مفسر ہوگی تو جرح پر مقدم ہو
گی۔

ناظرین ان اقوال سے اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ جرح کا تعدیل پر مقدم ہونا
کلی قاعدہ نہیں ہے ورنہ کوئی امام اس سے بچ نہیں سکتا۔ امام صاحب کے بارے میں
جو جرح ظاہر ہے کہ حسد اور تعصب مذہبی کی وجہ سے کی ہے چنانچہ ما سبق میں اچھی
طرح واضح ہو چکا۔ لہٰذا یہاں تو یہ قاعدہ کسی طرح بھی جاری نہیں ہو سکتا۔ تقدیم جرح
وجود جرح کی فرع ہے۔ جب جرح ہی موجود نہیں تو تقدیم کیسی چنانچہ میاں صاحب
نے تصریح کی ہے اور اگر بالفرض جرح کو تسلیم کر لیں تو تعدیل وجرح میں تعارض
چنانچہ ظاہر ہے اور تعارض کی صورت میں بقول حافظ سخاوی اور حافظ مزی وغیرہ
تعدیل مقدم ہے۔ غرض کسی طرح بھی امام صاحب کے بارے میں جرح ثابت
اس ہر پہلو پر نظر ڈالیے اور مؤلف رسالہ کو داد دیجیے۔ دوسرے یحییٰ بن معین ہی
تعدیل میں منفرد نہیں بلکہ اور بھی ائمہ ہیں جنہوں نے امام صاحب کی توثیق کی ہے
جیسے علی بن مدینی، سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج، حافظ ابن حجر، حافظ ذہبی، حافظ ابو

الحجاج مزی، وکیع بن الجراح، ابوداؤد، حافظ ابن عبدالبر، عبداللہ بن المبارک،
ابن حجر مکی، امام مالک، امام شافعی وغیرہم۔ چنانچہ مکرر سکرر گزر چکا ہے۔
والحال اگر یحییٰ بن معین کی توثیق معتبر نہ ہو تو حضرات مذکورین کی توثیق کافی
تیسرے یہ جرح مبہم ہے۔ جب تک مفسر نہ ہو اور کوئی مانع نہ ہو اس وقت تک
نہیں۔ کیوں کہ عداوت وحسد اور تعصب وحمیت غیر شرعیہ کے آثار یہاں پر
پس اس جرح کے مردود ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چوتھے ابن جوزی نے خطیب
تقلید کی ہے اور خطیب کی جرح معتبر نہیں کیوں کہ ائمہ پر طعن کرنا ان کی عادت
لہٰذا ابن جوزی کی جرح کا بھی اعتبار نہیں۔ پانچویں ابن جوزی متشددین فی الجرح
سے ہیں۔ بغیر وجہ کے بھی رواۃ کو مجروح کر دیتے ہیں۔
چنانچہ گزر چکا لہٰذا یہ قول ان کا معتبر نہیں۔ چھٹے اس کی سند صحیح بیان کرنی چاہیے
صحت سند کے یہ قول معتبر نہیں۔ ساتویں حافظ ابن عبدالبر تصریح کر چکے ہیں کہ
ابوحنیفہ کی توثیق وثنا وصفت کرنے والے زیادہ ہیں۔ لہٰذا ان ائمہ کے مقابلہ
طاعنین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں۔ امام صاحب کا علم وفضل تقویٰ و پرہیزگاری
دیانت وامانت، ورع وزہد، عبادت وریاضت، تابعیت وعدالت، ثقاہت وفقاہت
وغیرہ اوصاف ایسے ہیں جن کے مخالف بھی تعریف کیے بغیر نہ رہے۔ چنانچہ
میں مفصل بیان ہو چکا۔
پس ایسے شخص میں وہی عیوب نکالے گا جس کے دل کی اور ظاہری آنکھوں کی
جاتی رہی ہوگی۔ اور جو شراب عداوت وحسد سے مخمور ہوگا۔ جس نے ضد وعناد
باندھی ہوگی۔ تعصب وہٹ دھرمی جس نے اپنا پیشہ کر لیا ہوگا۔ ورنہ اہل حق
انصاف کے نزدیک حق ظاہر ہے۔

"وقال ابو یوسف ما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفۃ
وما رایت احد اعلم بتفسیر الحدیث منہ"

امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ جاننے والا کسی کو

...ں لکیں دیکھا اور نہ کوئی ان سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم میری نظر سے گزرا۔
...ین: جب امام حنیفہ کو بقول حاسدوں اور دشمنوں کے حدیث سے واقفیت ہی
...احادیث واخبار کے معانی اور ان کی تفسیر کا ان کو علم ہونا چہ معنی دارد۔ اور وہ بھی
...زمانہ میں ان کے برابر کا بھی کوئی نہیں کیوں کہ ان سے اچھا تو عالم کوئی تھا ہی
... تعریف بھی وہی شخص کر رہا ہے جو اپنے وقت کا امام مجتہد تسلیم کیا ہوا ہے یعنی امام
...ف جن کے شاگرد امام احمد وغیرہ ہیں۔ مجد الدین فیروز آبادی کے متعلق بھی یہ
...کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی تضعیف کی ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی
...فرماتے ہیں:

وسوا علی شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی کتابا فی الرد
...علی ابی حنیفة وتکفیره ودفعوه الی ابی بکر الخیاط الیمنی فارسل
...الی مجد الدین فکتب الیه ان کان بلغک هذا الکتاب فاحرقه فانه
...علی من الاعداء وانا من اعظم المعتقدین فی ابی حنیفة
...وذکرت مناقبه فی مجلد" (الیواقیت والجواهر)

...صاحب کے رد اور تکفیر میں بعض لوگوں نے مجد الدین فیروز آبادی کے نام سے
...ایک کتاب تصنیف کی اور ابوبکر بن خیاط یمنی کو لوگوں نے دکھائی تو انہوں نے
...فیروز آبادی کو خط لکھ کر بہت لعنت ملامت کی اس پر فیروز آبادی نے ابوبکر کو
...لکھ بھیجا کہ جب کتاب آپ کے پاس پہنچے تو آپ اس کو جلا دیں۔ یہ مجھ پر
...اس نے افترا پردازی کی ہے۔ میں تو امام ابوحنیفہ کا بہت بڑا معتقد ہوں اور میں
...ایک کتاب ان کے مناقب میں لکھی ہے تو میں کس طرح ان کو برا بھلا کہہ سکتا
...مؤلف رسالہ نے ان کو بھی مضعفین امام میں گنایا تھا۔ یہ اپنی بریت ظاہر کرتے
...لکھتے ہیں کہ یہ میرا کام نہیں بلکہ میرے دشمنوں کا ہے۔ شیخ عبدالقادر
...جیلانی کی نسبت بھی مؤلف رسالہ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔
...غنیۃ الطالبین" میں ان کو مرجئی کہا ہے۔ اس کے بارے میں اول تو یہ عرض

ہے کہ پہلے اس کو ثابت کیا جائے کہ غنیۃ الطالبین شیخ کی تصنیف ہے اس
متعلق "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" مصنفہ مولانا
لکھنوی رحمہ اللہ دیکھنی چاہیے۔
دوسرے یہ عرض ہے کہ اگر بالفرض شیخ ہی کی تصنیف وتالیف ہے تو بھی
کیوں کہ شیخ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ امام ابو حنیفہ مرجئی تھے اگر کوئی دلیل ہے
شیخ کی عبارت سے جو غنیۃ میں ہو ثابت کر دکھائے مگر

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

یہی خبر نہیں کہ شیخ نے کیا بیان کیا ہے اور ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے
فرقوں میں غسانیہ کی جگہ حنفیہ کا لکھا ہے جس کی تفصیل وتشریح خود آگے چل کر
سے فرماتے ہیں:

"اما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت
ان الايمان هو المعرفة والاقرار بالله ورسوله وبما جاء به من
جملة على ما ذكره البرهوتی فی كتاب الشجرة" (غنية الطالبين)
کہ میں نے جو حنفیہ کے فرقہ کو مرجئہ میں شمار کیا ہے اس سے تمام حنفی مراد
بلکہ بعض اصحاب کا یہ خیال ہے کہ ایمان صرف معرفت اور اقرار لسانی کا نام ہے
ناظرین اس عبارت میں کہاں شیخ نے امام کو یا جملہ حنیفہ کو مرجئی کہا ہے۔
کس طرح امام کے متعلق شیخ کی تضعیف ثابت کی جاتی ہے یہ روز روشن کی
اور عوام کو دھوکہ دہی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اسی کو حق اور دیانت داری اہل
خصوصاً مؤلف رسالہ سمجھتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ذریعہ آخرت کے سنوارنے کا
ہے۔

شیخ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عرفنی رسول الله ﷺ ان فی المذهب الحنفی طريقة انيقة هی
الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت ونقحت فی زمان ا

وصاحبہ" (فیوض الحرمین)

حضرت نے بتایا کہ مذہب حنفی میں ہی عمدہ طریق ہے جو سب طریقوں

موافق اس سنت معروفہ کے کہ جو بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں

ئی ہے۔ یہ وہی شاہ صاحب ہیں جن کے ذمہ یہ الزام ہے کہ انہوں نے امام

ضعیف کہا ہے اگر وہ بڑے تھے تو ان کا مذہب کیسے اچھا ہو گیا اور وہ بھی

سے اور احادیث کے زیادہ موافق عجب پر عجب ہے۔

مؤلف رسالہ نے جتنے نام شمار کرائے تھے ان میں سے اکثر کو میں لکھ چکا

اس طرح اوروں کو ناظرین قیاس کریں۔ گو مجملاً تو سب ہی کا جواب ہو چکا تھا

اطمینان کے لیے اتنی تفصیل سے میں نے ذکر کر دیا تاکہ اچھی طرح مؤلف

کی دیانت داری کی داد دیں۔ اب میں چند نام کتب کے ناظرین کے سامنے

تا ہوں۔ جن میں امام صاحب کے مناقب موجود ہیں جن کے مؤلفین شافعی،

حنبلی، حنفی ہیں۔ عقود المرجان، قلائد عقود الدرر والعقیان یہ دونوں کتابیں امام

کے مناقب میں حافظ ابو جعفر طحاوی نے تالیف کی ہیں۔ الجمان فی مناقب

علامہ محی الدین بن عبد القادر بن ابو الوفا قرشی نے تالیف کی۔ شقائق النعمان

جار اللہ زمخشری کی کشف الآثار علامہ عبد اللہ بن محمد حارثی کی۔ الانتصار لامام ائمۃ

علامہ یوسف سبط ابن جوزی کی تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی نے

محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ تحفۃ السلطان علامہ ابن کاس نے تالیف

عقود الجمان علامہ محمد بن یوسف دمشقی نے تالیف کی۔ ابانہ احمد بن عبد اللہ

تنویر الصحیفہ علامہ یوسف بن عبد الہادی کی تصنیف ہے۔ خیرات الحسان

ابن حجر مکی شافعی کی۔ محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ قلائد العقیان یہ بھی

ابن حجر مکی شافعی نے امام صاحب کے مناقب میں تصنیف کی ہے۔ الفوائد المہمہ

محمد بن عبد الوہاب عرضی شافعی کی۔ مراۃ الجنان امام یافعی کی۔ تذکرۃ الحفاظ امام

محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تذہیب التہذیب الکاشف یہ دونوں

بھی حافظ ذہبی شافعی کی ہیں۔ تہذیب الکمال حافظ ابو الحجاج مزی کی جامع
علامہ ابن اثیر جزری کی۔ احیاء العلوم امام غزالی کی محرر سطور نے اس کا بھی
ہے۔ تہذیب الاسماء، واللغات امام نووی کی۔ تاریخ ابن خلدون، تاریخ ابن
اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکاۃ، محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔
کبریٰ شیخ عبد الوہاب شعرانی کی محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ الیواقیت
یہ بھی شعرانی کی ہے۔ طبقات شافعیہ ابو اسحاق شیرازی کی۔
اول کتاب مسند میں ابو عبد اللہ بن خسرو بلخی نے امام صاحب کے مناقب
ہیں۔ محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ الایضاح عثمان بن علی بن محمد شیرازی
جامع الانوار محمد بن عبد الرحمن غزنوی کی۔ مرقات شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری
سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تنسیق النظام فاضل سنبھلی کی۔ اس کا بھی
ہے۔ مسند امام اعظم کا احناف کے واسطے میرے خیال میں اس سے اچھا کوئی
نہیں بلکہ مستقل شرح ہے۔ النافع الکبیر، مقدمہ تعلیق مجد، مقدمہ ہدایہ، مقدمہ
وقایہ، مقدمہ سعایہ، اقامۃ الحجۃ، الرفع والتکمیل، تذکرۃ الراشد، مولانا
لکھنوی کی ہیں یہ آٹھوں کتابیں محرر سطور کے مطالعہ سے گزری ہیں۔
آثار السنن، اوشحۃ الجید، علامہ شوق نیموی کی۔ ان دونوں کتابوں کا بھی
ہے۔ خصوصاً آثار السنن بہت اچھی کتاب ہے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔
خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال علامہ صفی الدین خزرجی کی یہ کتاب بھی مطالعہ
گزری ہے۔

عمدۃ القاری، شرح بخاری، بنایہ شرح ہدایہ یہ دونوں کتابیں حافظ وقت عینی
اور دونوں محرر سطور کے مطالعہ میں رہ چکی ہیں۔ شرح عین العلم ابن حجر کی شافعی
حاشیہ محمد بن یوسف دمشقی علی المواہب، عین العلم محمد بن عثمان بلخی کی اس کا بھی
نے مطالعہ کیا ہے۔ انتصار الحق جواب معیار الحق فاضل رام پوری کی۔ یہ بھی
سے گزری ہے اچھی کتاب ہے۔ شرح مسلم الثبوت علامہ بحر العلوم لکھنوی کی

فاضل لکھنوی کا اس کو بھی دیکھا ہے۔ تمہید حافظ ابن عبدالبر، استذکار حافظ ابن عبدالبر، کتاب جامع العلم حافظ ابن عبدالبر۔ اس کا ایک مختصر ہے۔ احقر نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ بہت عجیب سی کتاب ہے۔ مجمع البحار علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی کی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ان کی ایک کتاب قانون فن رجال میں ہے جو قلمی ہے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اس کے خطبہ میں خود مؤلف نے اپنے آپ کو حنفی لکھا ہے۔ احقر نے اس کا مطالعہ کیا ہے اچھی کتاب ہے۔ طبقات کبریٰ تاج الدین سبکی کی، لواقح الانوار شعرانی کی۔ تذکرۃ الاولیاء عطار کی، فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ محدث کی۔ عقود الجواہر المنیفہ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی کی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ اس میں ان روایات حدیثیہ کو جمع کیا ہے جن کو امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں۔ عجیب کتاب ہے ہر شخص کو جو حنفی مذہب رکھتا ہو۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ اس کو معلوم ہو کہ امام ابوحنیفہ کو کتنی حدیثیں پہنچی تھیں اور دشمن کتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ ان کو سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ درمختار ردالمحتار دونوں کا مطالعہ کیا ہے۔ مقدمہ فتح الباری اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب یہ دونوں بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہیں۔ احقر نے دونوں کا مطالعہ کیا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ حدائق الحقائق علامہ شعیب کی جو مشہور بحر ملش ہیں۔

التاج المکلل، الحطہ فی اصول الصحاح الستۃ، اتحاف النبلاء، کشف الالتباس۔ یہ چاروں کتابیں نواب صدیق حسن خان قنوجی کی ہیں جو میرے مطالعہ سے گزری ہیں۔ التعاقب المنقحہ، کتاب الحلاوہ یہ دونوں مولوی عبدالاول غزنوی کی ہیں جو خاکسار نے دیکھی ہیں۔ کتاب المناقب للموفق بن احمد مکی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ مناقب کردری اس کو بھی احقر نے دیکھا ہے۔ یہ دونوں کتابیں دائرۃ المعارف میں چھپی ہیں جو حیدر آباد میں ہے۔ الجواہر علامہ شمس الدین سیواسی کی۔ جزء المناقب حافظ ذہبی مصنف کاشف کی ہے۔ الطبقات السنیہ علامہ تقی الدین عبدالقادر کی المصنیہ فی مناقب ابی حنیفہ حافظ ذہبی کا ہے۔ یہ اتنی کتابوں کے نام

ناظرین کے سامنے مشتے نمونہ از خروارے پیش کیے ہیں جس میں بہت سی اصل
ہیں جو خاص امام صاحب کے مناقب ومحامد میں لکھی گئی ہیں جن کے دیکھنے سے
ہوتا ہے کہ سوائے حاسدوں اور دشمنوں کے اور کوئی بھی امام صاحب کے لطائل و
نہیں کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں آپ نے
موجود ہیں جس کی ظاہری آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھ سکتا ہے۔ مذکورہ کتب میں
پالیس کتابیں میں نے دیکھی ہیں اور ان کا مطالعہ کیا ہے۔

ناظرین یہاں تک ان اقوال کے متعلق ذکر تھا جن کے مؤلف رسالہ نے
تے تقریباً نصف نام میں نے ان سے ذکر کیے ہیں۔ انہیں پر اوروں کو قیاس
کو مضمون بہت طویل ہو گیا مگر فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اب آگے مؤلف کل
فرماتے ہیں۔

اعتراض نمبر۱۳:

یہ تو ہوا امام صاحب کی نسبت۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۳۔۱۴)

جواب:

ناظرین جس کی کیفیت مفصل طور پر معلوم کر چکے ہیں صرف دو قول یہاں
صاحب کے مجاہدہ نفس اور ریاضت فی العبادت کے بارہ میں پیش کرتا ہوں۔
ملاحظہ فرمائیں: "عن حفص بن عبدالرحمن کان ابو حنیفة یحیی اللیل و
یقرء القرآن فی رکعة ثلاثین سنة"

حفص بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تمام شب عبادت میں گزا
کرتے تھے اور تیس سال تک برابر ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

عن مسعر قال دخلت لیلة المسجد فرایت رجلا یصلی فاطر
الصلوة حتی ختم القرآن کله فی رکعة فنظرت فاذا هو ابو حنیفة
مسعر کہتے ہیں کہ میں ایک رات ایک مسجد میں جو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک
کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے ایک رکعت میں تمام قرآن ختم کر

... جو غور سے دیکھا تو وہ امام ابوحنیفہ نکلے۔ صاحبو ہے کوئی ایسی عبادت اور ... نے والا۔ مگر ہائے ابوحنیفہ کی عداوت کہ اس نے اس عبادت کو بھی بدعت ... اور الجرح علی اصول الفقہ کے مؤلف نے اس کا ذکر کیا ہے۔ احقر نے اس کا ... بھی لکھا ہے جو طبع ہو چکا ہے جس کا نام الصارم المسلول ہے جس کے سامنے ... کو بھی دم زدن کا چارہ نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

... ان کے بیٹے اور پوتے کی بابت

... میزان الاعتدال جلد اول میں ہے "اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نعمان ... الکوفی عن ابیہ عن جدہ قال ابن عدی ثلاثتھم ضعفاء انتھی" ... (الجرح علی ابی حنیفۃ ص۱۱)

جواب:

... آپ کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابن عدی متعصبین میں سے ہیں خصوصاً امام ... کے ساتھ تو ان کو خاص طور پر محبت ہے اسی لیے ان پر صفائی کا ہاتھ پھیرتے ... ان کے قول کا اعتبار نہیں۔ دوسرے جب تک جرح مفسر نہ ہو اس وقت تک ... قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ مفصل بحث گزر چکی ہے۔ اور ابن عدی کا قول مذکور جرح مبہم ... مفسر نہیں لہٰذا مقبول نہیں اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے کوئی قطعی فیصلہ تقریب میں ان ... متعلق نہیں کیا۔ صرف تکلموا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ الکوفی القاضی حفید الامام ... تکلموا فیہ من التاسعۃ مات فی خلافۃ المامون" (تقریب) اور ظاہر ہے ... تکلموا جرح مبہم ہے۔ لہٰذا مدا اعتبار سے ساقط ہے۔

ومن ذلک قولھم فلان ضعیف ولا یبینون وجہ الضعف فھو جرح مطلق والاولی ان لا یقبل من متاخری المحدثین لانھم یجرحون بما لا یکون جرحا" (سعی مشکور)

انہیں اقوال میں سے جو جرح مبہم میں شمار ہوتے ہیں۔ محدثین کا یہ قول
ضعیف ہے اور وجہ ضعف بیان نہیں کرتے تو یہ جرح مطلق ہے۔ بہتر یہ ہے کہ
محدثین سے اگر یہ قول صادر ہو تو مقبول نہیں کیا جائے کیوں کہ ان کی عادت
کہ یہ ایسی باتوں کے ساتھ جرح کرتے ہیں جو واقع میں جرح نہیں ہوتی ہیں
ابن سعد لم یکن بالقوی قلت هذا جرح مردود و غیر مقبول"
(مقدمة فتح ا)

حافظ ابن حجر مقدمہ میں عبد الاعلیٰ بصری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ابن سعد
کہا کہ عبد الاعلیٰ قوی نہیں تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جرح مردود ہے مقبول نہیں۔
ناظرین دیکھیے کہ لفظ لم یکن بالقوی اور فلاں ضعیف دونوں سے ضعف راوی
نہیں ہوتا۔ حالانکہ دونوں لفظ جرح کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ معلوم
یہ جرح مبہم غیر مفسر ہے۔ جس سے عیب پیدا نہیں ہوسکتا۔ پس اسی طرح ابن عدی
کہنا کہ تینوں ضعیف ہیں غلط ہے مقبول نہیں وجہ یہ کہ کوئی سبب ضعیف نہیں پایا جا

"قلت قول ابن عدی ان کان مقبولا فی اسمٰعیل و حماد
سبب الضعف لعدم اعتبار الجرح المبهم فهو غیر مقبول قطعا فی
حنیفة و کذا کلام غیره ممن ضعفه کالدار قطنی و ابن القطان و
حافظ العینی فی مواضع من البنایة. شرح الهدایة و ابن الهمام فی
القدیر و غیرهما من المحققین" (فوائد بهیه ص ٤٦)

جب تک اسمٰعیل اور حماد کے بارے میں سبب ضعف نہ بیان کیا جائے اس
تک ابن عدی کی جرح مقبول نہیں کیوں کہ جرح مبہم مردود ہوا کرتی ہے۔ لیکن
عدی کی جرح امام ابوحنیفہ کے بارے میں قطعی اور یقینی غیر مقبول ہے۔ اسی طرح
قطنی اور ابن القطان وغیرہ کا کلام بھی قطعا غیر مقبول ہے۔ چنانچہ حافظ عینی
ابن ہمام وغیرہ محققین نے تصریح کی ہے۔
میزان میں حافظ ذہبی ابن عدی کا قول نقل کرنے کے بعد خطیب کا قول نقل

وقال الخطیب وحدث عن عمرو بن ذر ومالك بن مغول وابن ابی ذئب وطائفة وعنه سهل بن عثمان العسکری وعبدالمؤمن بن علی وجماعة ولی قضاء الرصافة وهو من کبار الفقهاء قال محمد بن عبدالله الانصاری ما ولی من لدن عمر الی الیوم اعلم من اسمٰعیل بن حماد قیل ولا الحسن البصری قال ولا الحسن"

(میزان ج۱ ص۱۰۵)

امام اسماعیل نے عمرو بن ذر اور مالک بن مغول اور ابن ابی ذئب اور ایک جماعت محدثین سے حاصل کیا ہے اور ان سے فن حدیث کو سہل بن عثمان اور عبدالمؤمن بن علی اور ایک گروہ محدثین نے حاصل کیا۔ رصافہ کے قاضی اور کبار فقہاء میں شمار محمد بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک اسماعیل بن حماد سے زیادہ عالم کوئی قاضی نہیں مقرر ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ حسن بصری سے بھی علم میں امام اسماعیل بڑھ کر تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ حسن بھی برابر نہیں تھے۔ قضاءت کے لائق امام اسماعیل ہی تھے۔ اس عبارت سے امام اسماعیل کی محدثیت، فقاہت، اہلیت وغیرہ صاف روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔ نہ معلوم ان کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ابن عدی کے قول سے یہ لازم نہیں کہ حافظ ذہبی کے نزدیک بھی اسماعیل بن حماد ضعیف ہوں۔ کیوں کہ حافظ ذہبی نے میزان میں ایسے لوگوں کو بھی ذکر کیا ہے جو واقع میں ثقہ اور جلیل القدر ہیں۔ لیکن کسی نے ادنیٰ قابل تجریح کی وجہ سے جو قابل اعتبار نہیں ہے ان کو ذکر کر دیا ہے وہ خود کہتے ہیں کہ اگر ابن عدی وغیرہ ایسے حضرات کو اپنی تصانیف میں ذکر نہ کرتے تو میں اپنی کتاب میں ان کی ثقاہت کی وجہ سے ان حضرات کو ذکر نہ کرتا۔

ذہبی نے اس قول کو "وفیه من تکلم فیه مع ثقته وجلالته بادنی لین واقل تجریح فلولا ابن عدی او غیره من مؤلفی کتب الجرح ذکروا للحصر لما ذکرته لثقته" (دیباچہ میزان ص۲ ج۱)

اور اسی طرح امام ذہبی نے یادداشت کے طور پر ختم کتاب پر بھی اس قول کا
ہے۔ چنانچہ تیسری جلد کے اختتام پر فرماتے ہیں "وفیه خلق کما قلنا فی ا
من الثقات ذکرتهم للذب عنهم او لان الکلام فیهم غیر
ضعفاء" (میزان ج۳ ص۴۰۰)

میری اس کتاب میں بہت سے ثقہ لوگ بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ میں نے ابتدا
کی تصریح کی ہے۔ لیکن میں نے ان کو دو وجہ سے ذکر کیا ہے۔ یا تو ان سے
دفع کروں یا جو کلام ان کے بارے میں کیا گیا ہے وہ ان میں ضعف کو پیدا نہیں
ان تمام امور پر نظر ڈالتے ہوئے ہر شخص جس کو ادنیٰ عقل ہوگی یہ کہہ دے گا
حالت میں کسی طرح بھی ابن عدی کی جرح مذکور مقبول نہیں "ولی القضاء
بالجانب الشرقی ببغداد وقضاء البصرة والرقة وکان بصیرا بالقضاء
عارفا بالاحکام والوقائع والنوازل صالحا دینا عابدا زاهدا
الجامع فی الفقه والرد علی القدریة وکتاب الارجاء وعن الحلم
اسماعیل نافلة ابی حنیفة کان یختلف الی ابی یوسف یحفظه علی
صار بحال یعرض علیه ومات شابا" (الفوائد البهیه ص۴۶)

امام اسماعیل بغداد کی جانب شرقی اور بصرہ اور رقہ کے قاضی رہ چکے ہیں۔ قضا
کے ماہر احکام اور حوادثات اور واقعات کے پورے عارف و عالم تھے۔ صالح
دار، عابد، پرہیزگار، زاہد تھے۔ کتاب الارجاء، الجامع، الرد علی قدریہ چند
تصنیف کیں، جوانی کی حالت میں انتقال ہوا۔ اس عبارت میں جو اوصاف
بڑے عالم و امام کے واسطے شایاں ہیں وہ سب موجود ہیں۔ ان حضرات کی ص
تعجب آتا ہے کہ جب ایسے ائمہ ضعیف ہو جائیں گے تو پھر ثقہ کون ہوگا۔
ہزار افسوس۔

ناظرین اب حماد کے بارے میں سنیں:

"وبعض المتعصبین ضعفوا حمادا من قبل حفظه کما ضعفوا

لکن الصواب هو التوثيق لا يعرف له وجه في قلة الضبط هنا وطعن المتعصب غير مقبول انتهى" (تنسيق النظام ص ۱۲)

متعصبین نے ... بارے امام حماد کی تضعیف کی جس طرح متعصبین نے امام ابوحنیفہ کی تضعیف کی ہے۔ بن حماد کے بارے میں صحیح توثیق ہی ہے کیوں کہ قلت ضبط کی کوئی وجہ ہی نہیں معلوم ہوتی۔ پھر کیونکر ضعیف ہو سکتے ہیں اور متعصب کی بات قبول نہیں تاکہ تضعیف مقبول ہو۔

ملا علی قاری بھی یہی فرماتے ہیں:

حماد بن النعمان الامام ابن الامام تفقه على ابيه وافتى في زمنه وتفقه عليه ابنه وهو في طبقة ابي يوسف ومحمد وزفر والحسن بن زياد وكان الغالب عليه الورع قال الفضل بن دكين تقدم حماد بن حماد الى شريك بن عبد في شهادة فقال شريك والله انك لعفيف البطن والفرج خيار مسلم" (شرح مسند الامام)

حماد بن نعمان بن ثابت کے بیٹے خود بھی امام وقت اور امام کے بیٹے بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجد امام ابوحنیفہ سے حاصل کیا اور امام صاحب ہی کے زمانہ میں فتویٰ دیتے تھے ان سے ان کے بیٹے اسماعیل بن حماد نے فن فقہ حاصل کیا۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر امام حسن بن زیاد کے طبقہ میں شمار ہیں۔ اتقاء پرہیزگاری غالب تھی فضل بن دکین کہتے ہیں کہ حماد ایک شہادت میں شریک بن عبد کے پاس گئے تو شریک نے کہا بخدا پاک نظر اور پاک فرج ہیں اور مسلمانوں میں بہتر ہیں۔ ... ظلم ہیں نیز ابن عدی وغیرہ متعصب ہیں چنانچہ ماسبق میں مفصل معلوم ہو جب تک کوئی وجہ وجیہ بیان نہ کریں ان کی تضعیف کا اعتبار نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۵:

امام کے ان کے مقرب شاگردان کی نسبت ضعف کا تمغہ پہلے امام ابو یوسف کو لیجیے ان کی بابت میزان الاعتدال میں ہے: "قال الفلاس كثير الغلط وقال

البخاری لم کرہ الی قولہ" اورلسان المیزان میں ہے:"قال ابن الم
ابو یوسف ضعیف الروایۃ" (الجرح علی ابی حنیفہ ص۱۴_۱۵)

جواب:

چو قاضی بفکرت نویسد سجل — نہ گردد ز دستار بندان خجل

ناظرین یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کے امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین ...
ہیں۔ چنانچہ کئی سلسلے ان کے ابتدا میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ وہی امام ابو یوسف
جن کے بارے میں امام نسائی نے کتاب الضعفاء والمتروکین میں کہا ہے ...
ابو یوسف ثقہ ہیں۔ یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ
حافظین حدیث میں شمار کیا ہے۔

"سمع هشام بن عروة وابا اسحٰق الشيباني وعطاء بن السائب
وطبقتهم وعنه محمد بن الحسن الفقيه واحمد بن حنبل وبشر بن
الوليد ويحيى بن معين وعلى بن الجعد وعلى بن مسلم الطوسي
وخلق سواهم نشاء فى طلب العلم وكان ابوه فقيرا فكان ابو حنيفة
يتعاهده قال المزني ابويوسف اتبع القوم للحديث وروى ابراهيم بن
ابى داؤد عن يحيى بن معين قال ليس فى اهل الراى احد اكثر حديثا
ولا اثبت منه وروى عباس عنه قال ابويوسف صاحب حديث
وصاحب سنة وقال ابن سماعة كان ابو يوسف يصلى بعد ما ولى
القضاء فى كل يوم مائتى ركعة وقال احمد كان منصفا فى الحديث
مات سنة اثنتين وثمانين ومائة وله اخبار فى العلم والسيادة وقد
افردته وافردت صاحبه محمد بن الحسن فى جزء انتهى ملخصا"
(تذكرة الحفاظ للذهبي

ابو یوسف نے فن حدیث کو ہشام بن عروہ، ابو اسحاق شیبانی، عطاء بن سائب ...
کے طبقے والوں سے حاصل کیا ہے اور فن حدیث میں امام ابو یوسف کے شاگرد امام

امر، یحییٰ بن معین، بشر بن ولید، علی بن جعد، علی بن مسلم طوسی اور ایک مخلوق محدثین
ا، طالب علم ہی میں ان کی نشو ونما ہوئی ہے۔ ان کے والد ماجد کی افلاس کی
، تھی اس لیے امام ابو حنیفہ ان کی خبر گیری رکھتے اور ضروریات کو پورا کرتے تھے۔
ابو لی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف جماعت بھر میں حدیث کے متبع تھے۔ ابراہیم بن
ا، یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ اہل رائے میں امام ابو یوسف اثبت اور
... ث ہیں۔ عباس دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف صاحب
... ، صاحب سنت ہیں۔ ابن سماعہ کہتے ہیں کہ قاضی ہو جانے کے بعد امام
... ف ہر روز دوسو رکعتیں پڑھا کرتے تھے امام احمد فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف
... میں منصف تھے۔ ۱۸۲ھ ایک سو بیاسی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ امام ذہبی
... ب کتاب کہتے ہیں کہ ان کے واقعات علم وسیادت کے بہت سے ہیں۔ میں نے
... ے اور امام محمد کے مناقب کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔

... ین یہ ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابو یوسف کے بارے میں کیسے
... ت الفاظ مدحیہ ہیں اس پر بھی معاندین اور حساد آنکھیں نکال رہے ہیں۔ کیا
... ے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ جو شخص بقول بخاری متروک ہو بقول فلاس
... ر الغلط ہو وہ ان الفاظ کا ایسے ائمہ سے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے مستحق ہو سکتا ہے؟
... نہیں۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی ناقد رجال ہو کر اس کے مناقب میں
... اب تصنیف کر سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ بخاری نے محض اس رنجش کی وجہ سے جو ان کو
... حنفیوں سے ہو گئی تھی امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے بارے میں کلام کر دیا
... ا۔ یہ محض تعصب پر مبنی ہے۔ جو قابل قبول نہیں ہے۔ متروک اور کثیر الغلط ہونے
... ی تہمت ہی تہمت ہے جس کا کچھ وجود نہیں ورنہ امام احمد جیسا شخص اور ابن معین جیسا
... کبھی بھی امام ابو یوسف کا شاگرد نہ ہوتا۔ بلکہ سب سے اول یہی لوگ ان کی
... ف کرتے لیکن یہ حضرات جب ان کو صاحب حدیث، صاحب سنت، منصف فی
... ث، اثبت واکثر حدیثا، اتبع الحدیث، حافظ حدیث فرماتے ہیں تو پھر تر کوہ اور کثیر

الفاظ کی بنیاد محض عداوت اور تعصب پر ثابت ہو جاتی ہے۔ جس کا گرا دینا پڑھتا نہیں۔

نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں: "کان القاضی ابو یوسف من اہل الکوفة وھو صاحب ابی حنیفة و کان فقیہا عالما حافظا"

(التاج المکلل ص ۹۱)

کہ قاضی ابو یوسف کوفہ کے اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ فقیہ، عالم، حافظ تھے۔ سلیمان تیمی، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمش، محمد بن یسار وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ نواب صاحب نے ان چار ناموں کو زیادہ لکھا ہے۔ اس لیے نقل کر دیا۔

آگے چل کر نواب لکھتے ہیں:

"ولم یختلف یحیی بن معین واحمد بن حنبل وعلی ابن المدینی فی ثقته فی النقل" (التاج المکلل ص ۹۲)

کہ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل اور علی بن مدینی تینوں اماموں کا امام ابو یوسف کے ثقہ فی الحدیث ہونے پر اتفاق ہے۔ یہ ابن مدینی وہی شخص ہیں جن کے لیے بخاری کو اقرار کرنا پڑا کہ میں اپنے آپ کو انہیں سے چھوٹا سمجھتا ہوں۔

حافظ ابن حجر "تقریب" میں ابن مدینی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ثقة ثبت امام اعلم اھل عصرہ بالحدیث وعلله حتی قال البخاری ما استصغرت نفسی الا عندہ" (تقریب)

کہ ابن مدینی ثقہ، ثبت، امام اعلم اہل زمانہ بالحدیث وعلل ہیں حتی کہ بخاری بھی کہہ اٹھے کہ ان کے سامنے میری کوئی حقیقت نہیں۔ جب علی مدینی امام ابو یوسف کو ثقہ کہتے ہیں تو بخاری کا قول ان کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

ولم یختلف یحیی بن معین واحمد وابن المدینی فی کونہ ثقة فی الحدیث (انساب سمعانی)

امام ابو یوسف کے ثقہ فی الحدیث ہونے میں ابن معین، احمد علی بن المدینی متفق

کیا۔

ذکر ابن عبد البر فی کتاب الانتهاء فی فضائل الثلاثة الفقهاء ان ابا یوسف کان حافظا وانه کان یحضر المحدث ویحفظ خمسین ستین حدیثا ثم یقوم فیملیها علی الناس وکان کثیر الحدیث

(التاج المکلل ص۹۲)

حافظ ابن عبد البر مالکی مغربی کتاب الانتہا میں فرماتے ہیں جس میں فقہائے ثلاثہ کے مناقب بیان کیے ہیں کہ امام ابو یوسف حافظ تھے ان کے حافظہ کی یہ حالت تھی کہ محدث کی مجلس میں تشریف لاتے اور پچاس ساٹھ حدیثیں وہیں یاد کر لیتے اور جب مجلس سے اٹھتے تو فورا لوگوں کو جوں کی توں لکھا دیا کرتے تھے۔ ان میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوتا تھا اور امام ابو یوسف کثیر الحدیث تھے اس قول سے فلاس کے قول کی تردید ہوئی۔ اگر کثیر الغلط ہوتے تو ابن عبد البر کبھی بھی ان کے حافظہ کی تعریف بالفاظ مذکور نہ کرتے۔

قال طلحة بن محمد بن جعفر ابو یوسف مشهور الامر ظاهر الفضل افقه اهل عصره ولم یتقدم احد فی زمانه وکان النهایة فی العلم والحکم والریاسة والقدر وهو اول من وضع الکتب فی اصول الفقه علی مذهب ابی حنیفة واملی المسائل ونشرها وبث علم ابی حنیفة فی اقطار الارض (التاج المکلل ص۹۲)

طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف مشہور الامر، ظاہر الفضل، افقہ، اہل زمانہ، ان کے زمانہ میں ان سے کوئی فضل میں مقدم نہ تھا۔ علم، فیصل جات، ریاست، قدر و منزلت کی منتہا تھے۔ مذہب امام ابو حنیفہ کے موافق اصول فقہ میں اول انہیں نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مسائل کا املا اور ان کا شیوع انہیں نے کیا۔ اطراف عالم میں امام ابو حنیفہ کے علم کو انہیں نے پھیلایا۔

قال عمار بن ابی مالک ما کان فی اصحاب ابی حنیفة مثل ابی

یوسف لولا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفة ولا محمد بن ابی لیلی ولکنه هو الذی نشر قولهما وبث علمها (التاج المکلل ص۹۲)

عمار بن ابی مالک کہتے ہیں کہ اصحاب ابی حنیفہ میں امام ابو یوسف جیسا کوئی شخص نہیں ہے اگر امام ابو یوسف نہ ہوتے تو محمد بن ابی لیلی اور امام ابو حنیفہ کا کوئی ذکر نہ ہوتا انہیں نے دونوں کے قول وعلم کو عالم میں پھیلایا۔

وقال ابو یوسف سألنی الاعمش عن مسئلة فاجبه عنها فقال لی من این لك هذا فقلت من حدیثك الذی حدثتناه انت ثم ذکرت له الحدیث فقال لی یا یعقوب انی لاحفظ هذا الحدیث قبل ان یجتمع ابواك وما عرفت تاویله حتی الآن (التاج المکلل ص۹۲)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مجھ سے اعمش نے ایک مرتبہ ایک مسئلہ پوچھا میں نے اس کا جواب دے دیا تو فرمانے لگے تم کو یہ جواب کہاں سے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ اسی حدیث سے جو آپ نے مجھ سے بیان کی تھی اور پھر وہ حدیث میں نے ان کو دہرا دی تو اعمش کہنے لگے اے یعقوب (یہ امام ابو یوسف کا نام ہے) میں بھی اس حدیث کا حافظ ہوں۔ لیکن اب تک اس کے معنی میری سمجھ میں نہ آئے تھے اس وقت سمجھا ہوں۔

ناظرین اس کو ملاحظہ فرمائیں اور امام ابو یوسف کے حافظہ اور فہم کی داد دیں جس کا اعمش نے بھی اقرار کر لیا۔ اس پر فلاس اور بخاری کثیر الغلط اور متروک کہتے ہیں۔ سبحان اللہ!

"واخبار ابی یوسف کثیرة واکثر الناس من العلماء علی فضله وتعظیمه" (التاج المکلل ص۹۲)

امام ابو یوسف کے اخبار بہت ہیں اور اکثر علماء ان کی فضیلت اور تعظیم کے قائل ہیں۔ یہ نواب صاحب کا قول ہے جو فیصلہ کے طور پر ہے۔ ما قبل میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس کے مدح کرنے والے زیادہ ہوں اس کے بارے میں جارحین کی جرح

مقبول نہیں۔ نیز ہم عصر کی جرح بھی دوسرے ہم عصر کے بارہ میں مقبول نہیں۔ عبداللہ ابن مبارک، وکیع بن الجراح ہم عصر ہیں۔ بخاری، دارقطنی، ابن عدی وغیرہ متعصب ہیں لہٰذا ان کی جرح بھی مقبول نہیں۔

ناظرین اب میزان الاعتدال کی عبارت کے متعلق سنیے۔ مؤلف رسالہ نے جو فلاس والا قول نقل کیا ہے۔ اس کا ایک لفظ ترک کر دیا کیوں کہ وہ امام ابو یوسف کی مدح میں تھا اصل عبارت یوں ہے۔

"قال الفلاس صدوق کثیر الغلط" فلاس کہتے ہیں امام ابو یوسف صدوق کثیر الغلط تھے۔ دوسرے جملہ کا جواب عرض کر چکا ہوں۔ پہلا جملہ الفاظ تعدیل و توثیق میں سے ہے لہٰذا فلاس کے نزدیک بھی ان کا صدوق ہونا مسلم ہے۔

ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

وقال عمرو الناقد کان صاحب سنة (میزان ص۳۲۱)

عمرو کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف صاحب سنت تھے یہ بھی توثیق ہے۔

وقال ابو حاتم یکتب حدیثه (میزان الاعتدال ص۳۲۱)

ابو حاتم کہتے ہیں امام ابو یوسف کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ یہ بھی تعدیل کے الفاظ ہیں۔

وقال المزنی هو اتبع القوم للحدیث (میزان ص۳۲۱)

امام مزنی کا قول ہے کہ وہ اتبع الحدیث دوسروں کے اعتبار سے ہیں یہ بھی مدح ہے۔

واما الطحاوی فقال سمعت ابراهیم بن ابی داؤد البرلسی سمعت یحیی بن معین یقول لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا ولا اثبت من ابی یوسف (میزان ج۲ ص۳۲۱)

لیکن امام طحاوی نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی داؤد برلسی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن معین کو کہتے ہوئے سنا امام ابو یوسف اکثر حدیث اور اثبت

فی الحدیث باعتبار دوسرے اصحاب رائے کے ہیں۔

وقال ابن عدی لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا منه الا انه یروی عن الضعفاء الکثیر مثل الحسن بن عمارة وغیره وکثیر اما یخالف اصحابه ویتبع الاثر فاذا روی عنه ثقة وروی هو عن ثقة فلا باس به

(میزان ص۴۴۲)

ابن عدی کہتے ہیں اصحاب رائے میں ان سے زیادہ حدیث والا کوئی دوسرا نہیں مگر اتنی بات ہے کہ ضعیفوں سے زیادہ روایت کرتے ہیں جیسے حسن بن عمارہ وغیرہ اور بسا اوقات اپنے اصحاب کی مخالفت اور حدیث کی اتباع کرتے ہیں جس وقت ان سے کوئی ثقہ روایت کرے اور وہ بھی ثقہ سے روایت کریں تو لا باس بہ ہیں۔

ناظرین "میزان" کی یہ سب عبارتیں جن میں امام ابو یوسف کی ائمہ نے توثیق کی ہے۔ مؤلف رسالہ نے اپنی حقانیت اور دیانت داری ظاہر کرنے کے واسطے حذف کر دیں اور صرف فلاس اور بخاری کے قول کو نقل کر دیا تاکہ عوام کو دھوکہ میں ڈال دے۔ ضعیف راویوں سے روایت کرنا اگر کسی کو ضعیف بنا دیتا ہے تو پھر امام مسلم اور امام بخاری بھی ضعیف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی روایت ایسے لوگوں سے کی ہے۔ جس نے بخاری، مسلم کا مطالعہ کیا ہے اور کتب رجال پر اس کی نظر ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ بخاری مسلم میں کتنے راوی متکلم فیہ ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر چند نام بخاری کے ذکر کرتا ہوں۔ ان سے اندازہ فرمالیں اور مؤلف رسالہ کو داد دیں۔

حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: کتاب المناقب میں حسن بن بشر موجود ہیں، جن کے ترک پر ائمہ جرح و تعدیل کا اتفاق ہے۔ (مقدمہ ص۳۹۵)

اسید بن زید الجمال بخاری کتاب الرقاق میں موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں نے کسی کی ان کے بارے میں توثیق نہیں دیکھی (مقدمہ ص۳۸۸)

حسن بن بصری کو دیکھیے وہ بخاری میں موجود ہیں۔ امام احمد، ابن معین، امام

نسائی، ابن مدینی۔ یہ پانچوں ان کے ضعیف ہونے کے قائل ہیں۔

(مقدمہ ص ۳۹۴)

غرض ایسے بہت سے نکلیں گے جن میں ائمہ نے کلام کیا اور وہ بھی حد درجہ کا کہ بخاری میں موجود ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی بخاری کو ضعیف کہنے لگے تو کیا مؤلف رسالہ ان مدی اس کے ہم نوا ہوں گے۔ بس جو اس کا جواب ہے وہی امام ابو یوسف کی طرف سے جواب ہے۔

میں نے "التحقیق التام" میں اس کے متعلق زیادہ بسط سے بحث کی ہے جو مطبوع ہے خاص رائے ایسی جرح ہے جس سے راوی مجروح نہیں ہوتا۔ چنانچہ مقدمہ فتح الباری اور کتاب جامع العلم سے منقول ہو چکا ہے لہٰذا ایسے امور کو پیش کرنا مفید نہیں۔ امام ابو یوسف پر جو یہ مصیبت آئی ہے کہ وہ ضعیف ہو گئے وجہ اس کی صرف امام ابوحنیفہ کی شاگردی ہے۔ مؤلف رسالہ نے یہاں پر دریدہ دہنی سے کام لیا ہے جو اہل علم کی شان سے اور خصوصاً اہل حدیث کی شان سے بسا بعید ہے۔ ان الفاظ کی نقل کرنے کو بھی میں اچھا نہیں سمجھتا۔ لہٰذا ترک کرتا ہوں۔ صرف جواباً یہ عرض ہے:

گل ست سعدی و در چشم دشمناں خارست

اعتراض نمبر ۱۶:

یہ تو ہوا حال ابو یوسف کا۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۴۔۱۵)

جواب:

اس کی تفصیل ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۷:

دوسرے بیٹے امام محمد کا حال جنہوں نے ایک موطا بھی لکھ ماری ہے۔ (پانچوں سواروں میں اپنے کو بھی شامل کرنے یا خون لگا کر شہید بننے کو) (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵)

جواب:

ناظرین یہ ہے کہ تہذیب اور سلف کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ ہے۔ کیا آپ ایسا
تحریر لکھتے ہیں۔ جو اور الفاظ گندے لکھے ہیں وہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں نہ
بازاری بھی مات ہیں لیکن یہ حضرات کا طریقہ ہے کہ ہر ایک کو برا بھلا کہا کرتے
اور سوائے اس کے ان کے پلہ میں اور کچھ نہیں

آپ نے گالیاں دیں خوب ہوا خوب کیا بخدا مجھ کو مزا آیا شکر یہ
امام محمد کے موطا تصنیف کرنے پر آپ کو کیوں حسد پیدا ہو گیا۔ اگر آپ میں
ہمت ہے تو اپنی سند کے ساتھ اسی طرح کی حدیث کی کتاب چھوٹی سی چھوٹی تصنیف
کر کے دکھائیں۔ دیکھیں تو سہی آپ کتنے پانی میں ہیں۔ امام محمد نے ایک دو
تصنیف نہیں کی۔ نو سو ننانوے کتابیں تالیف کی ہیں۔ آپ ننانوے ہی تالیف
دکھائیں۔ امام محمد کی تصانیف سے بڑے بڑوں نے فائدہ حاصل کیا ہے اور قرآن
ہے اور ان کے علم کا لوہا مان گئے اور چنانچہ آ رہا ہے۔

یہاں تک تو ناظرین نے مؤلف رسالہ کی علمی حالت کا اندازہ کر لیا ہے۔
آگے چل کر معلوم کر لیں گے۔ نیز امام محمد صاحب کی قدر و منزلت، فضیلت
وغیرہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

امام نسائی نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھا ہے "ومحمد
الحسن ضعیف" اور میزان الاعتدال میں ہے: "لینه النسائی وغیره من
حفظه" اور لسان المیزان میں ہے: "قال ابو داؤد لا یکتب حدیثه" بحوالہ
ترجمہ اردو۔

کم بخت دل خراش بہت ہے صدائے دل
کانوں پہ ہاتھ رکھ کے سنوں ماجرائے دل

میزان الاعتدال میں تلیین امام نسائی ذکر کرنے کے بعد ذہبی فرماتے ہیں "و

عن مالك بن انس وغيره وكان من بحور العلم والفقه قويا في مالك"

(ميزان ج۳ ص۴۲)

حدیث کی روایت امام مالک وغیرہ سے کرتے ہیں۔ علم وفقہ کے دریائے ناپیدا کنار تھے۔ روایات مالک میں قوی تھے۔

ناظرین مقدمہ میزان الاعتدال کی عبارت کو پیش نظر رکھیں کہ میری اس کتاب میں وہ لوگ ہیں جن میں مشددین فی الجرح نے ادنیٰ لین کی وجہ کلام کیا ہے۔ حالانکہ وہ جلیل القدر اور ثقہ ہیں۔ اگر ابن عدی وغیرہ ان کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر نہ کرتے تو میں بھی ان کو ثقہ ہونے کی وجہ سے اپنی اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔ امام ذہبی مالک میں ان کو قوی کہتے ہیں۔ علم کے دریا ناپیدا کنار اور فقہ کے بحر بے پایاں ہیں۔ اس سے امام ذہبی کے نزدیک ممدوح اور ان کا ثقہ ہونا ظاہر ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں "ولم ار من الرای ان احذف اسم احد ممن له ذكر بتليين ما في كتب الائمة المذكورين خوفا من ان يتعقب على لا انى ذكرته لضعف فيه عندي"

میں نے اس خوف کی وجہ سے کہیں لوگ میرے در پے نہ ہو جائیں مناسب نہیں سمجھا کہ جن حضرات کی تلیین کتب ائمہ مذکورین میں ہیں۔ ان کو ذکر نہ کروں۔ اور ان کے ناموں کو حذف کر دوں۔ یہ بات نہیں ہے کہ میرے نزدیک ان میں کسی قسم کا ضعف تھا۔ اس لیے میں نے ان کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ حاشا وکلا۔

لہذا یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام محمد حافظ ذہبی کے نزدیک ضعیف ہیں۔ اس لیے ان کو میزان میں ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی دلیل ہے تو ثابت کر دکھائے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"هو محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني مولاهم ولد بواسط ونشا بالكوفة وتفقه على ابى حنيفة وسمع الحديث من الثوري ومسعر وعمرو بن ذر و مالك بن مغول والاوزاعي ومالك بن انس و ربيعة بن

صالح وجماعة وعنه الشافعي وابو سليمان الجوزجاني وهشام الرازي وعلي بن مسلم الطوسي وغيرهم ولي القضاء في ايام الرشيد وقال ابن عبد الحكم سمعت الشافعي يقول قال محمد اقمت على باب مالك ثلاث سنين وسمعت منه اكثر من سبع مائة حديث وقال الربيع سمعت الشافعي يقول حملت عن محمد وقر بعير كتبا وقال ابن علي بن المديني عن ابيه في حق محمد بن الحسن صدوق" (لسان الميزان) (یہ کتاب حیدرآباد میں مطبوع ہوئی ہے)

محمد بن الحسن مقام واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں انہوں نے نشو ونما پائی۔ فن فقہ امام ابوحنیفہ سے حاصل کیا۔ سفیان ثوری، مسعر، عمرو بن ذر، مالک بن مغول، اوزاعی مالک بن انس، ربیعہ بن صالح اور ایک جماعت محدثین سے فن حدیث کو حاصل کیا۔ امام شافعی، ابوسلیمان جوزجانی، ہشام رازی، علی بن مسلم طوسی وغیرہ محدثین نے فن حدیث کے حصول میں امام محمد کی شاگردی اختیار کی۔ ہارون رشید کی خلافت کے زمانہ میں قاضی مقرر کیے گئے تھے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ امام محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام مالک صاحب کے یہاں تین سال اقامت کی اور سات سو سے زیادہ حدیثیں امام مالک سے سنیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک اونٹ کتابیں امام محمد کی مجھ کو پہنچیں۔ علی بن مدینی کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والد محمد بن الحسن کو صدوق کہا کرتے تھے۔ جب ابن مدینی نے امام محمد کی توثیق کر دی تو اور کسی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ وہی ابن مدینی ہیں جن کے سامنے امام بخاری جیسے شخص نے زانوئے ادب کو تہہ کیا اور ان کے فضل وکمال کا اقرار کیے بغیر چارہ کار نہ تھا چنانچہ گزر چکا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لفظ صدوق الفاظ توثیق میں سے ہے۔

چنانچہ حافظ ذہبی میزان کے دیباچہ میں فرماتے ہیں: **"فاعلى العبارات في الرواة المقبولين ثبت حجة، وثبت حافظ وثقة متقن وثقة ثم ثقة ثم صدوق ولا بأس به الخ" (میزان ج۱ ص۲)**

اور جب ثابت ہوا کہ لفظ صدوق توثیق ہے تو امام محمد صاحب کے مقبول اور ثقہ فی الحدیث ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا اور وہ بھی علی بن مدینی کی توثیق جو امام بخاری اور نسائی وغیرہ پر غالب ہے۔

قال الشافعی ما رایت اعقل من محمد بن الحسن (انساب سمعانی)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سا عاقل کوئی نہیں دیکھا۔

وروی عنه ان رجلا ساله عن مسئلة فاجابه فقال الرجل خالفك الفقهاء فقال له الشافعی وهل رایت فقیها اللهم الا ان یکون رایت محمد بن الحسن (انساب سمعانی)

امام شافعی سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا اس کا انہوں نے جواب دیا سائل نے کہا فقہا تو آپ کی اس مسئلہ میں مخالفت کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا تو نے کیا کوئی بھی فقیہ دیکھا۔ ہاں امام محمد کو دیکھا ہو تو بے شک ٹھیک ہے کہ وہ اس قابل ہیں اس سے ظاہر ہے کہ امام شافعی بھی امام محمد کی فقاہت فی الدین کا لوہا مانے ہوئے ہیں۔

وکان اذا حدثهم عن مالك امتلاء منزله وکثر الناس حتی یضیق علی الموضع (تهذیب الاسماء)

جس وقت امام محمد حدیث کی روایت امام مالک سے کرتے تو ان کا مکان کثرت سامعین اور شاگردوں سے بھر جاتا تھا۔ حتی کہ خود موضع جلوس بھی تنگ ہو جاتا تھا۔ اگر امام محمد صاحب کو حدیث دانی میں دخل نہ ہوتا تو یہ کثرت ازدحام محدثین کی کیوں ہوتی اور وہ ضعیف ہوتے یا حافظ حدیث نہ ہوتے تو یہ محدثین بڑے بڑے کیوں ان کی شاگردی کو مایہ ناز سمجھتے اور کیوں ان کے مکان کو شوق سماعت حدیث میں بھر دیا کرتے۔ اس کو تو وہی حضرات خوب سمجھ سکتے ہیں جن کو خدا نے عقل و ہوش عنایت کیا ہیں اور علم دین سے کچھ حصہ ملا ہے۔

عن یحیی بن معین قال کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن (تاریخ خطیب و تهذیب الاسماء)

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے جامع صغیر کو روایۃً امام محمد سے لکھا ہے۔

عن یحیی بن معین قال سمعت محمدا صاحب الرای فقیل سمعہ هذا الکتاب من ابی یوسف قال واللہ ما سمعته منه وهو اعلم الناس الا الجامع الصغیر فانی سمعته من ابی یوسف.

(مناقب کردری ص ۱۰۱)

امام محمد سے یحییٰ بن معین کا روایت کرنا اور ان کی کتابوں کی سماعت کرنی اور شاگردی اختیار کرنی یہ جملہ امور امام محمد کی فضیلت اور صاحب علم اور عادل ضابط محدث، فقیہ، ثقہ صدوق ہونے پر دال ہیں۔

عن عبداللہ بن علی قال سالت ابی عن محمد قال محمد صدوق

(مناقب کردری ج۲ ص ۱۰۱)

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی بن مدینی سے امام محمد کے بارے دریافت کیا تو کہا کہ امام محمد صدوق ہیں۔

عن عاصم بن عصام الظفی قال کنت عند ابی سلیمان الجوزجانی فاتاه کتاب احمد بن حنبل بانك ان ترکت روایة کتب محمد الیك لنسمع منك الحدیث فکتب الیه علی ظهر رقعته ما مصیرك الا برفعنا ولا نقصدك عنا بعضنا ولیت عندی من هذا الکتاب ارقارا حتی ارویها حسبة (مناقب کردری ج۲ ص۱۵۴)

اگر امام محمد صدوق اور ثقہ، عادل، حافظ، ضابط، محدث نہ ہوتے تو امام احمد جیسا ان کی کتابوں کی روایت کی تمنا نہ کرتا کیوں کہ وہ ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔ جو جواب ابوسلیمان جوزجانی نے امام احمد کو دیا وہ بھی امام محمد کے علم وفضل اور کمال پر دال ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

وذکر السلامی عن احمد بن کامل القاضی قال کان محمد موصوفا بالروایة والکمال فی الرای والضعیف وله المنزلة له الرفیعة و...

صحابه بعظمونه جدا (مناقب کردری ج۲ ص۱۵۲)

ا بن ہلال قاضی کہتے ہیں کہ امام محمد روایت حدیث اور کمال فی الفقہ اور وصف عقل کے جامع تھے۔ ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ ان کے اصحاب ان کی بہت ہی تعظیم کرتے تھے۔

وذکر الحلبی عن یحیٰی بن صالح قال قال یحیٰی بن اکثم القاضی رایت مالکا ومحمدا قلت ایهما افقه قال محمد

(مناقب کردری ج۲ ص۱۵٦)

یحیٰی بن صالح کہتے ہیں کہ یحیٰی قاضی نے فرمایا کہ میں نے امام مالک کو بھی دیکھا اور امام محمد کو بھی میں نے دریافت کیا دونوں میں افقہ کون ہے تو جواب دیا کہ امام محمد افقہ تھا۔

وبه عن ابی عبید قال ما رایت اعلم بکتاب الله تعالیٰ من محمد

(مناقب کردری ج۲ ص۱۵٦)

ابی عبید کہتے ہیں کہ میں نے کتاب اللہ کا عالم امام محمد سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

عن ادریس بن یوسف القراطیسی عن الامام الشافعی ما رایت رجلا اعلم بالحلال والحرام والناسخ والمنسوخ من محمد

(مناقب کردری ص۱۵۷)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کسی کو حلال وحرام اور ناسخ و منسوخ کا عالم نہیں دیکھا۔

عن ابراهیم الحربی قال سالت احمد بن حنبل من این لك هذه المسائل الدقاق قال من کتب محمد بن الحسن

(مناقب کردری ص۱٦٠)

ابراہیم حربی نے امام احمد سے دریافت کیا کہ یہ مسائل دقیقہ آپ نے کہاں سے حاصل کیے تو انہوں نے جواب دیا کہ امام محمد صاحب کی کتابوں سے میں نے حاصل

کیے ہیں۔

اس روایت کو خطیب نے اپنی تاریخ میں اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابو عبید کے قول مذکور کو بھی امام نووی نے کتاب مذکور میں لکھا ہے۔

غرض ناظرین کے سامنے مشتے نمونہ از خروار کے امام محمد کے بارے میں اقوال پیش کیے ہیں جو امام محمد کے فضل وکمال، علم وحفظ، صدق ودیانت، مفسر اور فقیہ ہونے پر شاہد عادل ہیں۔ اگر ایسا شخص ضعیف ہو تو پھر قیامت نہیں تو اور کیا ناظرین ان اقوال سے جلالت شان امام محمد ظاہر ہے۔

اعتراض نمبر۱۸:

یہ تو ہوا امام صاحب کے شاگردوں کا حال۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص۱۵)

جواب:

جس کی کیفیت ناظرین نے معلوم کرلی۔

اعتراض نمبر۱۹:

لیکن امام صاحب کا ایک مزیدار حال اور سنیے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص۱۵۔۱۶)

جواب:

یہ سنا ہے کہ حضرت ناصح یہاں آنے کو ہیں
میں سمجھتا ہوں جو کچھ مجھ سے وہ فرمانے کو ہیں

اس کے متعلق پہلے بھی چند عرض کر چکا ہوں اور آئندہ بھی خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ فرمایئے اور جواب سنیئے۔

اعتراض نمبر۲۰:

امام صاحب اس کے علاوہ کہ ضعیف تھے مرجیہ بھی تھے۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص۱۵،۱۰

جواب:

دیکھتے ہی تجھ کو اے قاصد سمجھ جائیں گے وہ
ان کے دل پر حالِ دل میرا ہے یکسر آئینہ

ہم تو پہلے ہی سمجھ رہے ہیں کہ عوام کو گمراہ کرنا آپ حضرات کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حق پوشی آپ کا شعار اور ناانصافی آپ کا وتیرہ ہے خیر۔

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ نہ تو ضعیف تھے نہ مرجئہ۔ یہ بات نامہ بے اعمال ہوئی ہی ہے۔ امام صاحب پر یہ اتہام اور افتراء ہے۔ سنیئے مرجئہ ارجاء سے مشتق ہے۔ جو باب افعال کا مصدر ہے۔ لغت میں اس کے معنی تاخیر کرنا ہیں۔ اصطلاح میں ارجاء کے معنی اعمال کو ایمان سے علیحدہ رکھنے کے ہیں۔ مرجئہ ضالہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جو صرف اقرار لسانی اور معرفت کا نام ایمان رکھتا ہے۔ اور ساتھ اس کے اس فرقہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ معصیت اور گناہ ایمان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور گناہ گار کو گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی۔ بلکہ معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی اور عذاب و ثواب گناہوں اور نیکیوں پر مترتب ہی نہیں ہوتا۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ فرقہ گمراہ ہے۔ ان کے عقائد اس کے خلاف ہیں چنانچہ امام ابوحنیفہ خود فقہ اکبر میں تصریح فرماتے ہیں اور فرقہ مرجئہ کا رد کر رہے ہیں۔

"لا نقول حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة ولكن نقول من عمل عملا حسنا بجميع شرائطها خالية عن العيوب المفسدة ولم يبطلها حتى يخرج من الدنيا مومنا فان الله تعالى لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها" (فقہ اکبر)

ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجئہ کا اعتقاد ہے کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر سزا نہیں۔ اس کی خطائیں سب معاف ہیں۔ بلکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو اور اس کو

باطل نہ کیا ہو اور دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہو تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

ناظرین اس عبارت نے تمام بہتانوں کو دفع کر دیا۔ امام ابوحنیفہ تو مرجئہ کا رد فرماتے ہیں اگر خود مرجئی ہوتے تو ان کے عقیدہ کا رد کیسا اور اپنے عقیدہ کا اظہار کیوں کرتے جو مرجئہ کے خلاف اور اہل سنت کے موافق ہے۔ افسوس ہے ان حضرات پر جو عداوت اور عناد کو اپنا پیشوا اور امام بنا کر اس کی اقتدا کرتے اور حق کو پس پشت ڈالتے ہیں۔

ومن العجب ان غسان كان يحكى عن ابى حنيفة مثل مذهبه ويعده من المرجئة (الملل والنحل عبدالكريم شهرستانى) تعجب خیز بات ہے کہ غسان اپنا مذہب ابوحنیفہ کے مذہب کی طرح بیان کرتا ہے۔ پھر بھی ان کو مرجئہ میں سے شمار کرتا ہے۔

ناظرین غسان بن ابی ابان مرجئی ہے۔ اس نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لیے امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت کی اور مرجئہ کے مسائل امام صاحب کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا۔ حالانکہ امام صاحب کا دامن اس سے بالکل بری تھا۔

اسی بنا پر علامہ ابن اثیر جزری نے اس کی تردید کی وہ فرماتے ہیں:

"وقد نسب اليه وقيل عنه من الاقاويل المختلفة التى يجل قدره عنها ويتنزه منها القول بخلق القران والقول بالقدر والقول بالارجاء وغير ذلك مما نسب اليه ولا حاجة الى ذكرها ولا الى ذكر قائلها والظاهر انه كان منزها عنها" (جامع الاصول)

بہت سے اقوال مختلفہ ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کا مرتبہ اعلیٰ ہے اور وہ ان سے بالکل منزہ اور پاک ہیں چنانچہ خلق قرآن، تقدیر، ارجاء وغیرہ کا قول جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کی ضرورت نہیں کہ اقوال کا اور ان کے قائلین کا ذکر کیا جائے۔ کیوں کہ بدیہی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ان تمام امور سے بری الذمہ

ے تھے۔ جب علماء اور ائمہ نے اس کی تصریح کر دی کہ یہ جملہ امور امام ابوحنیفہ پر بہتان، جھوٹ اور افترا پردازی ہے۔ اور امام صاحب کا دامن اس سے بالکل پاک و صاف تھا تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے اور حق کا متبع کہلاتے ہیں پھر ایسے غلط اور باطل امور کو کتابوں رسالوں میں لکھ کر شائع کرتے اور عوام کو بہکاتے ہیں۔

اے ہنر ہا نہادہ برکف دست　　عیب ہارا گرفتہ زیر بغل

ناظرین ان عبارتوں پر غور فرمائیں اور مؤلف رسالہ کو داد دیں۔ ایمان کے متعلق امام صاحب کا عقیدہ ان کے اس قول سے معلوم کریجئے:

"اخبرنی الامام الحافظ ابو حفص عمر بن محمد البارع النسفی فی کتابه الی من سمرقند اخبرنا الحافظ ابو علی الحسن بن عبد الملك النسفی انا الحافظ جعفر بن محمد المستغفری النسفی انا ابو عمرو محمد بن احمد النسفی انا الامام الاستاذ ابو محمد الحارثی انباء محمد بن یزید انباء الحسن بن صالح عن ابی مقاتل عن ابی حنیفة رضی الله عنه قال الایمان هو المعرفة والتصدیق والاقرار والاسلام قال والناس فی التصدیق علی ثلاثة منازل فمنهم من صدق الله تعالی وبما جاء منه بقلبه ولسانه ومنهم من یقر بلسان ویکذب بقلبه ومنهم من یصدق بقلبه ویکذب بلسانه فاما من صدق الله وبما جاء من عنده بقلبه ولسانه فهو عند الله وعند الناس مومن ومن صدق بلسانه وکذب بقلبه کان عند الله کافرا وعند الناس مومنا لان الناس لا یعلمون ما فی قلبه وعلیهم ان یسموه مومنا بما ظهر لهم من الاقرار بهذه الشهادة ولیس لهم ان یتکلفوا علم القلوب ومنهم من یکون عند الله مومنا وعند الناس کافرا وذالك بان یکون الرجل مومنا عند الله یظهر الکفر بلسانه

فی حال التقیۃ فیسمیہ من لا یعرفہ مطلعا کافرا وھو عند اللہ مومنا"

(کتاب المناقب للموفق بن احمد المکی ج۱ ص ۸۱،۱۰

امام صاحب فرماتے ہیں کہ معرفت اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی اور اسلام
مجموعہ کا نام ایمان ہے۔ لیکن تصدیق قلبی میں لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ
نے اللہ تعالیٰ کی اور جو امور اس کی طرف سے آئے ہیں دونوں کی تصدیق قلب
زبان سے کی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن قلب
تکذیب کرتے ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو قلب سے تصدیق کرتے اور تکذیب لسانی
ارتکاب کرتے ہیں۔

پہلی قسم کے حضرات عند اللہ اور عند الناس مومن ہیں اور دوسری قسم کے لوگ عند
کافر اور عند الناس مومن شمار ہوتے ہیں کیوں کہ لوگوں کو باطن کا حال معلوم نہیں
صرف ظاہری حال دیکھ کر حکم لگاتے ہیں اور وہ ظاہر میں تصدیق کرتا ہے لہٰذا ان
نزدیک مومن ہے اور چونکہ تکذیب قلبی ہے اس لیے خدا کے نزدیک کافر ہے۔ تیسری
قسم کے لوگ خدا کے نزدیک مومن اور دنیاداروں کے نزدیک کافر شمار ہوتے ہیں
چونکہ کسی خوف ومصیبت کی وجہ سے انہوں نے کلمہ کفر نکالا ہے لیکن دل میں تصدیق
ایمان باقی ہے اس لیے خدا کے نزدیک مومن ہے اور ظاہری حالت تکذیب کی ہے
اس لیے ان پر حکم کفر عائد کرتے ہیں۔

ناظرین اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ایمان میں امام صاحب کا قول فرقہ مرجئہ
بالکل خلاف ہے۔ امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرنا جاہلوں اور مفسدوں کا کام ہے
اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اعمال ظاہریہ تصدیق قلبی کے اجزاء نہیں ہیں
ہاں ایمان کامل کے اجزاء ہیں مطلق ایمان کے متمم اور مکمل ہیں۔ اعمال ظاہرہ
سے ایمان میں کمال نور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ کا عقیدہ اور جملہ
اعتقاد ہے خارجیوں اور رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔ اگر
عمل فرض مثلاً ایک وقت کی نماز کسی نے ترک کر دی تو ان کے نزدیک وہ کافر ہے

ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ فاسق ہے کافر نہیں یہی حنفیوں کا عقیدہ ہے۔ یہ ارجاء کے معنی ہیں کہ اعمال ایمان سے جس کو تصدیق قلبی کہا جاتا ہے علیحدہ ہیں اس کی حقیقت اور ماہیت میں داخل نہیں۔ ہاں اس کے متممات ہیں۔ اسی بنا پر علماء میں مرجئہ کی دو قسمیں کی ہیں۔

ثم المرجئة علی نوعین مرجئة مرحومة وهم اصحاب النبی ﷺ ومرجئة ملعونة وهم الذین یقولون بان المعصیة لاتضرر العاصی لا یعاقب (تمهید ابو الشکور)

مرجئہ کی دو قسمیں ہیں ایک مرجئہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے اور دوسری قسم مرجئہ ملعونہ کی ہے جو اس کے قائل ہیں کہ معصیت ایمان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتی اور عاصی کو عتاب وعذاب نہیں ہوگا۔

تابعین صحابہ کرام بھی مرجئہ کہلاتے ہیں لیکن وہ اس گمراہ فرقہ سے علیحدہ ہیں۔ اگر بالفرض کسی نے امام ابوحنیفہ کو مرجئی لکھا ہے تو اس کا مطلب وہی ہے جو صحابہ پر اس لفظ کا اطلاق کرنے میں لیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ دوسرے فرقے کے واسطے ثبوت کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ امام صاحب کے اقوال واعمال اور ان کا عقیدہ مذہب مرجئہ ضالہ کے خلاف ہے تو پھر کس طرح ان پر اس کو منطبق کیا جاتا ہے۔

حافظ ذہبی مسعر بن کدام کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"اما مسعر بن کدام فحجة امام ولا عبرة بقول السلیمانی کان من المرجئة مسعر وحماد بن ابی سلیمان والنعمان وعمرو بن مرة وعبدالعزیز بن ابی رواد وابو معاویة وعمرو بن ذر وسرد جماعة قلت الارجاء مذهب لعدة من جملة العلماء لا ینبغی التحامل علی قائله"

(میزان الاعتدال ج۳ ص۱۶۴)

قول سلیمانی کا اعتبار نہیں کہ مسعر اور حماد اور نعمان اور عمرو بن مرہ اور عبدالعزیز اور

ابو معاویہ اور عمرو بن ذر وغیرہ مرجئی تھے۔ ان کی طرف اس کی نسبت کرنی اللہ ہے
سے وہی ارجا مراد ہے جو ملعون فرقہ کا اعتقاد ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ ارجا
بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ لہٰذا اس کے قائل پر تحامل مناسب
نہیں اس سے وہی ارجاء مراد ہے جو صحابہ کرام کا طریق تھا۔ صدر اول میں فرقہ معتزلہ
اہل سنت کو مرجہ کہتا تھا۔ پس اگر کسی نے امام کو مرجہ کہا تو اس سے کوئی نقصان نہیں
کیوں کہ یہ اقوال معتزلہ کے ہیں جو اہل سنت کے بارے میں استعمال کرتے تھے
نواب صدیق حسن خاں نے کشف الالتباس میں تصریح کی ہے کہ ائمہ اربعہ کے
مقلدین ہی اہل سنت والجماعت میں منحصر ہیں اور اہل سنت کا انحصار مقلدین ار
اربعہ میں ہے۔ پس وہ حدیث جو مؤلف رسالہ نے ترمذی سے نقل کی ہے جو ابن
عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ وہ امام صاحب اور حنفیہ پر کسی طرح منطبق نہیں ہو
سکتی ورنہ صحابہ کرام اور اجلہ علماء بھی اس سے عبارات بالا بچ نہیں سکتے اور پھر اس کا
کچھ نتیجہ ہے ظاہر ہے۔

اعتراض نمبر ۲۱:

اب سنیے ثبوت۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵۔۱۶)

جواب:

اب ثبوت کی ضرورت نہیں کیوں کہ ان اقوال کا اعتبار نہیں۔

اعتراض نمبر ۲۲:

ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں فہرست اسمائے مرجہ کی یوں گنائی ہے۔

جواب:

جس کا جواب امام ذہبی میزان الاعتدال میں دے چکے ہیں اس کو ملاحظہ فرمائیں
جو ابھی میں نقل کر چکا ہوں۔ اس کے بعد جامع الاصول کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیں،

منقول ہو چکی۔ اس کے بعد تمہید کی عبارت کو غور سے دیکھیں۔ پھر فقہ اکبر کی عبارت کو آنکھیں کھول کر دیکھیں اور کتاب المناقب پر سرسری سی نظر ڈال لیں تو تمام مرحلے طے ہو جائیں گے۔ ابن قتیبہ دینوری کی اگر فہرست گنانے سے یہ منشا ہے کہ یہ حضرات فرقہ ضالہ گمراہ میں داخل ہیں تو عقل ونقل دونوں کے اعتبار سے غلط ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ مرجۂ مرحومہ میں داخل ہیں جو اصحاب رسول کریم ﷺ اور اہل سنت کا فرقہ ہے تو کوئی عیب نہیں ورنہ اس کی دلیل ہونی چاہیے۔ علاوہ ازیں ایک اور مصیبت یہ ہے کہ اگر ابراہیم تیمی، عمرو بن مرہ، مسعر بن کدام، خارجہ بن مصعب، ابو یوسف وغیرہ بقول مؤلف رسالہ مرجئی ہیں۔ اور مرجئی بزعم مؤلف مسلمان نہیں چنانچہ تصریح کی ہے کہ (مطلب یہ ہے کہ مسلمان نہیں) تو امام ابو حنیفہ کے بارے میں ان حضرات کی جرح جو بزعم مؤلف کافر ہیں کیوں کر قابل قبول ہو گی کیوں کہ اگر انہیں حضرات کو جارحین امام میں بھی مؤلف نے شمار کیا ہے اس کا جواب مؤلف صاحب ذرا سوچ سمجھ کر دیں۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

اعتراض نمبر ۲۳:

وہ چاروں کے چاروں مرجئہ ہیں اور مرجئہ کی بابت حدیث اوپر سنائی گئی، یہ لطف پر لطف ہے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵-۱۶)

جواب:

پہلے ارجاء کے معنی کی لغوی واصطلاحی تحقیق کیجیے اس کے بعد مرجئہ کی تقسیم دیکھیے اس کے بعد ائمہ رجال اور محققین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں اور اپنے فہم وشعور اور افترا بہتان سے توبہ کریے تاکہ قیامت میں نجات کی صورت ہو۔ ورنہ مشکل پر مشکل ہے۔

اعتراض نمبر ۲۴:

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے تمام حنفیوں کو مرجئہ لکھا

ہے۔ دیکھو غنیۃ الطالبین ص ۲۲۷۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵۔۱۶)

جواب:

اس کے متعلق میں ابتدا میں کچھ لکھ چکا ہوں۔ شیخ نے کہیں نہیں لکھا کہ تمام و مرجئہ ہیں جو اس کا دعویٰ کرتا ہے اس کو دلیل بیان کرنی ضروری ہے۔ لیکن اہل رہتے ہیں کہ کمن ایک اس طرف ایک اس طرف۔

پیران پیر خود تصریح فرماتے ہیں:

"اما الحنفیۃ فهم بعض اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعم ان الایمان هو المعرفۃ الخ"

لیکن حنفیہ پس اس سے بعض اصحاب امام ابی حنیفہ مراد ہیں کہ انہوں نے یہ خیال ، ہے کہ ایمان صرف معرفت الٰہی کا نام ہے۔ یہ عبارت صریح اس بارے میں ہے کہ تمام حنفیہ مرجئہ نہیں اور وہ بعض بھی غسان جیسے حضرات ہیں جن کا مذہب مرجئہ ہے ا حقیقت میں حنفی نہیں ظاہر میں ابو حنیفہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اس شیخ کی تصریح موجود ہے تو ان کے مجمل قول کو ان کے خلاف منشا پر حمل کرنا جاہلوں ا مؤلف جیسے عقل مندوں کا کام ہے۔

اعتراض نمبر ۲۵:

اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔

لیس لهم فی الاسلام نصیب کما ورد فی الحدیث فالهم ا ر ۲ تعجلوا. (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵۔۱۶)

جواب:

جب ناظرین کو پوری کیفیت معلوم ہو چکی کہ حنفی اس سے بری ہیں یہ ان پر تہمت ہے تو مؤلف رسالہ کا یہ قول کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مؤلف جیسے حضرات کو اسلام میں کچھ حصہ نہیں ہے کیوں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن نے

ا سے میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "لا یتجاوز القرآن عن حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة" صحیح حدیث ہے، صحاح میں موجود ہے۔

اعتراض نمبر ۲۶:

آپ تصریح امام صاحب کے استادوں کے متعلق سنیے۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۶)

جواب:

اگر ان میں کلام کیا جائے گا تو صحاح ستہ کی حدیثوں سے ہاتھ دھو بیٹھیے کیوں کہ جن میں آپ جرح کر رہے ہیں وہ صحاح کے روات ہیں۔ لہٰذا آپ کی کیا مجال ہے کہ آپ ان میں کلام کریں۔ اس کے متعلق میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اب پھر خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

اعتراض نمبر ۲۷:

امام صاحب کے مشہور استاد دو ہیں: (۱) حماد بن ابی سلیمان، (۲) سلیمان بن مہران الکاہلی کوفی اعمش۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۶)

جواب:

غالباً آپ نے اپنے گھر کی شہرت مراد لی ہے۔ ورنہ فقہا اور محدثین کے نزدیک تو بہت سے امام صاحب کے مشائخ ہیں۔ چنانچہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ عطا، نافع، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، سلمہ بن کہیل، ابو جعفر محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار، ابو اسحاق یہ نام تو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیے ہیں۔ اور اس کے بعد یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ خلق کثیر سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ موسیٰ بن ابی عائشہ، ابن شہاب زہری، عکرمہ مولیٰ، ابن عباس، سماک بن حرب، عون بن عبداللہ، علقمہ بن مرثد، علی بن اقمر، قابوس بن ابی ظبیان، خالد بن علقمہ، سعید بن مسروق، شداد بن

عبدالرحمن، ربیعہ بن عبدالرحمن، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید، ابوالزبیر المکی،
السائب، منصور بن المعتمر، حارث بن عبدالرحمن، محارب بن دثار، معن بن عبد
قاسم مسعودی۔ یہ اٹھائیس نام تہذیب الکمال میں امام صاحب کے مشائخ کے
ہیں۔ کل ملا کر تیس تو یہی ہو گئے اگر یہ امام صاحب کے اساتذہ نہیں ہیں تو
کتابوں کے مصنفین نے ان کو امام صاحب کے استاذوں کی فہرست میں شمار کیا
دو وہ ملا لیں تو بتیس ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ کو رسالہ لکھتے وقت کچھ ذہول ہو
اتنی موٹی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ ائمہ علما جھوٹ نہیں بولتے اور کسی قسم
آپ کے ساتھ نہیں رکھتے کہ یہ آپ کے خلاف صدا بلند کر رہے ہیں۔

تمہیں منصف بنو خدا کے لیے
کیا ہمیں ہیں فقط جفا کے لیے

امام صاحب کے استاذوں کو معلوم کرنا ہو تو تبییض الصحیفہ، تنویر الصحیفہ، ...
مناقب منیفہ، تہذیب، تذہیب التہذیب، تہذیب الاسماء، خیرات الحسان، ...
عقلیان، طبقات حنفیہ، تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں اور اگر فہرست
کی معلوم کرنی ہو تو کتاب المناقب موفق بن احمد مکی کی جلد اول کے صفحہ
ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح کتاب المناقب بزاری کروری کے جلد اول کے صفحہ ۷۰ سے
فرمائیں۔ سینکڑوں مشائخ آپ کو امام صاحب کے ملیں گے حتیٰ کہ شمار کرتے
آپ چار ہزار استاذوں تک پہنچ جائیں گے۔ یہاں پر ان کی فہرست شمار کرنی
امر ہے اس لیے کتاب کا حوالہ مع صفحہ لکھ دیا ہے تاکہ ملاحظہ فرمالیں۔ آپ کے
غلط ثابت کرنے کے لیے یہ بتیس ہی کافی ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۸:

حماد کی بابت تقریب التہذیب ص ۶۴ میں لکھا ہے "رمی بالارجاء"

(الجرح علی ابی حنیفہ ص

جواب:

پوری عبارت تقریب کی ص ۶۴ میں یہ ہے:

"حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری مولاهم ابو اسمعیل الکوفی فقیه صدوق له اوهام من الخامسة رمی بالارجاء مات سنة عشرین او قبلها"

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صدوق ہیں بعض اوہام بھی ان کے ہیں۔ ارجا کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حافظ کے نزدیک بھی مرجئی تھے۔ نیز ان کی طرف ارجاء اور وہم کی نسبت کرنی تحامل اور عصبیت پر مبنی ہے جو احادیث حماد روایت کرتے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں امر سے وہ بری تھے۔ ان کی روایات مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام اعظم، موطا امام محمد وغیرہ کتب میں موجود ہیں۔

جن حضرات نے ان کی روایات کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان تمام روایات ارجاء کے داغ کو ان سے مٹاتی ہیں۔ وہ فقیہ، عادل، ضابط، حافظ، متقن، صادق تھے۔ اسی بنا پر حافظ ذہبی یہ فرماتے ہیں اگر ابن عدی ان کو ذکر نہ کرتے تو میں بھی ان کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اپنی کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔ رواۃ حدیث میں اگر بالفرض ارجاء تسلیم کر لیا جائے تو جرح نہیں ہے کیوں کہ صحیحین کے رواۃ میں بہت سے راوی رافضی غالی اور خارجی ہیں جیسے عدی بن ثابت وغیرہ۔ پس اگر ارجا مضرت رساں ہو تو رافضی ہونا بطریق اولیٰ مخل فی الروایۃ ہوگا۔ چہ جائے کہ غلو فی الرفض کیوں کہ رفض مطلق کے اعتبار سے ارجاء کا مرتبہ کم ہے۔ نیز محققین کے نزدیک مسلم ہے کہ اہل بدعت کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ جب تک کوئی داعی نہ ہو اور نہ وہ حدیث ان کی بدعت کی تائید و موافقت کرتی ہو تو جو ارجاء کے ساتھ منسوب ہو اس کی روایت بدرجہ اولیٰ مقبول ہوگی۔ علاوہ ازیں جب کہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرجئہ کی دو قسمیں ہیں: مرحومہ، ملعونہ۔ تو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ وہ فرقہ ملعونہ میں داخل ہیں

اس کے واسطے دلیل کی ضرورت ہے۔ امام حماد کی روایات اور اقوال جو ان سے منقول ہیں وہ صریح اس امر میں ہیں کہ وہ فرقہ ملعونہ میں کسی طرح داخل نہیں۔ پھر قائل کلام کی ایسی تاویل کیوں کی جاتی ہے جو اس کی منشا کے خلاف ہے۔ نیز ابن عدی، بچکے ہیں کہ سلیمانی کے قول کا اعتبار نہیں کہ حماد مرجیہ تھے لہٰذا ان تمام امور پر نظر رکھتے ہوئے کون عاقل ان پر جرح کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

اعتراض نمبر ۲۹:

اور میزان الاعتدال جلد اول ص ۲۳۶ میں ہے "تکلم فیه بالارجاء"

(الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

یہاں بھی وہی مجہول کا صیغہ ہے۔ امام ذہبی کے نزدیک امام حماد مرجی نہیں ہے اسی بنا پر وہ فرماتے ہیں:

"حماد بن سليمان ابو اسماعيل الاشعرى الكوفى احد الائمة الفقهاء سمع انس بن مالك وتفقه بابراهيم النخعى روى عنه سفيان وشعبة وابو حنيفة وخلق تكلم فيه للارجاء ولولا ذكر ابن عدى له في كامله لما اوردته" (میزان جلد اول ص ۲۷۹)

حماد بن سلیمان جن کی کنیت ابو اسمٰعیل ہے جو اشعری کوفی ہیں۔ ائمہ فقہاء سے ایک امام فقیہ ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔ ابراہیم نخعی سے فن فقہ حاصل ہے۔ روایت حدیث میں سفیان، شعبہ، امام ابو حنیفہ اور ایک جماعت محدثین کی ان کی شاگرد ہے۔ ارجاء کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔ اگر ابن عدی اپنے کامل میں ان کو ذکر نہ کرتے تو میں بھی اپنی اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔

"لما ذكرته لثقته" (میزان ج ۱ ص ۲) کیونکہ یہ ثقہ ہیں۔

اگر بالفرض حماد مرجی ہوتے اور بزعم مؤلف رسالہ مرجیہ مسلمان نہیں ہیں تو سفیان اور شعبہ وغیرہ غیر مسلم سے روایت کیوں کرتے۔ اس سے تو ان حضرات کی ...

بھی ساقط ہوگئی اوران کی روایات درجہ اعتبار سے گرگئیں کیوں کہ نعوذ باللہ یہ لوگ کافر کے شاگرد ہوئے اوراسی کافر کی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔

امام ذہبی مسعر بن کدام کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

"ولا عبرة بقول السلیمانی کان من المرجئة مسعر وحماد بن ابی سلیمان"

(میزان ج۴ ص۱۶۲)

سنبھل کر پاؤں رکھنا مے کدہ میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے مے خانہ کہتے ہیں

اب اس عبارت نے بالکل مطلع صاف کردیا۔اب اور سنیئے:

"قال ابن معین حماد ثقة وقال ابو حاتم صدوق وقال العجلی کوفی ثقة وکان افقه اصحاب ابراهیم وقال النسائی ثقة" (تهذیب التهذیب)

"وفی الکاشف کان ثقة امام مجتهدا کریما جوادا"

(تنسیق النظام وتعلیق ممجد)

یحییٰ بن معین کہتے ہیں حماد ثقہ ہیں۔

ابو حاتم کا قول ہے کہ صدوق ہیں۔

عجلی کہتے ہیں کوفی ثقہ ہیں۔

اصحاب ابراہیم میں افقہ ہیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں ثقہ ہیں۔

کاشف میں ہے کہ حماد ثقہ،امام،مجتہد،جواد،کریم ہیں۔

ناظرین! ان اقوال کو ملاحظہ فرما کر مؤلف رسالہ کو داد دیں کہ کتنے حق پوش اور حق کش ہیں۔

اعتراض نمبر۳۰:

دونوں عبارتوں کا ماحصل یہ ہوا کہ حماد مرجئہ تھے۔(الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

میں بھی اقوال نقل کر چکا ہوں ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر بالفرض ارجاء ثابت ہو مرجئہ مرحومہ کی فہرست میں داخل کیے بغیر چارہ کار نہیں۔ نیز ارجاء ثقاہت کے منافی نہیں ورنہ سفیان وغیرہ ثقہ نہیں رہتے اور ان کی روایت پر سے امان اٹھ جائے گا نہ ابن معین، ابو حاتم، نسائی، عجلی، ابن عدی، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر وغیرہ بقول مولف رسالہ اسلام سے خارج ہوں گے کیوں کہ یہ ائمہ اسلام بزعم مؤلف ایک کافر کی تعریف و مدح سرائی کر رہے ہیں اور اس کی روایات کو معتبر سمجھتے بلکہ اپنا پیشوا مجتہد وغیرہ مانے ہوئے ہیں۔ عجب ہے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ناظرین یہ ہے ان حضرات کی تحقیق اور ان کا مبلغ علم

نہ خنجر اٹھے نہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اعتراض نمبر ۳۱:

اب سنو اعمش کے بابت جو دوسرے استاد امام صاحب کے ہیں۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱)

جواب:

سنائیے اور اپنی جہالت کی داد ناظرین سے وصول کریئے پھر میں بھی وہ جواب پیش کروں جس کو آپ کے ہم نوا پر کھ لیں پرکھا لیں اور مبصرین کو دکھا لیں۔

اعتراض:

میزان الاعتدال جلد اول ص ۲۸۰ میں ہے:

"قال ابن المبارك انما افسد حديث اهل الكوفة ابو اسحق والاعمش وقال احمد في حديث الاعمش اضطراب كثير وقال ابن المديني الاعمش كان كثير الوهم انتهى ملخصًا"

جواب:

مناف دیتے ہیں تم کو گواہ کرتے ہیں ہنٹوللک کے گلے سے ہم آہ کرتے ہیں

الر ین یہ اعمش دی ہیں جو صحاح ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں۔ ہمارا کچھ حرج نہیں۔ اگر یہ ضعیف ہو جائیں سب سے زیادہ مصیبت کا سامنا اہل حدیث کو اور مسماۃ مؤلف رسالہ کو ہوگا۔ کیوں کہ یہ اعمش بخاری، مسلم کے راوی ہیں۔ یہ دونوں دو کتابیں ہیں جن پر غیر مقلدین خصوصیت کے ساتھ ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اور بخاری کا تو مرتبہ صحت میں قرآن شریف کے بعد سمجھتے ہیں اس لیے ہماری بلا سے اگر ضعیف ہو جائیں لیکن پھر بھی مؤلف رسالہ کی خاطر سے وہ اقوال پیش کرتے ہیں جن سے روز روشن میں مؤلف رسالہ نے اپنی آنکھیں امام ابو حنیفہ کی عداوت کی وجہ سے بند کر لی ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"سلیمان بن مهران الاسدی الکاهلی ابو محمد الکوفی الاعمش ثقة حافظ عارف بالقراءة ورع لکنه یدلس من الخامسة"

(تقریب ص۷۹)

سلیمان بن مہران اسدی کاہلی جن کی کنیت ابو محمد ہے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں ان کا لقب اعمش ہے ثقہ حافظ ہیں۔ قرأت کے ماہر و عارف ہیں۔ پرہیزگار ہیں۔ لیکن تدلیس کرتے ہیں۔ طبقہ خامسہ میں داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان پر صحاح ستہ کے رواۃ کی علامت لکھی ہے اور مرتبہ ثانیہ میں ان کو داخل کیا ہے۔ اور مرتبہ ثانیہ میں وہ شخص حافظ کی اصطلاح میں داخل ہوگا جس کی محدثین نے تاکید کے ساتھ مدح کی ہو۔

چنانچہ خود فرماتے ہیں

"الثانیة من اکد مدحه اما بافعل کاوثق الناس او بتکریر الصفة لفظا کثقة ثقة او معنی کثقة حافظ" (تقریب ص۲)

مرتبہ ثانیہ میں وہ لوگ ہیں جن کی مدح تاکید کے ساتھ کی گئی یا تو افعل تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے اوثق الناس۔ یا لفظوں میں صفت کو مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ ثقہ۔ یا معنوں میں مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ حافظ۔

ناظرین نے تقریب کی عبارت ملاحظہ فرمائی ہے کہ حافظ ابن حجر نے ان کی تعریف میں ثقہ حافظ اور عارف ورع الفاظ ذکر کیے ہیں۔ لہٰذا ان کے ثقہ حافظ ورع ہونے میں تو کوئی شک وشبہ ہی نہیں۔ ہاں جن کی آنکھوں پر عداوت وتعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ وہ بے شک نہیں دیکھ سکتے کیوں کہ اندھے ہیں وہی منہ اٹھا کر کہہ دیتے ہیں کہ سلیمان مجروح ہیں ان کی مثال بعینہ یہ ہے

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اب امام ذہبی جو فرماتے ہیں ان کو سنیئے "ابو محمد احد الائمة الثقات عداده في صغار التابعين ما نقموا عليه الا التدليس"

(میزان جلد اول ص۴۲۳)

سلیمان بن مہران جن کی کنیت ابو محمد ہے ائمہ ثقات میں سے ایک ثقہ امام ہیں۔ ان کا شمار صغار تابعین میں ہے۔ سوائے تدلیس کے اور کوئی عیب ان میں محدثین کے نزدیک نہیں ہے۔

ناظرین اگر کوئی بات ہوتی تو امام ذہبی اس طرح نہ کہتے۔ "ما نقموا عليه الا التدليس"

امام ذہبی عبداللہ بن مبارک وغیرہ کا قول نقل کر کے جواباً لکھتے ہیں:

"كانه عنى الرواية عمن جاء والا فالاعمش عدل صادق ثبت صاحب سنة وقران يحسن الظن بمن يحدثه ويروى عنه ولا يمكن ان نقطع عليه بانه علم ضعف ذلك الذى يدلسه فان هذا حرام"

(میزان جلد اول ص۴۲۴)

گویا ان کی مراد وہ حضرات ہیں جن سے انہوں نے روایت کی ہے ورنہ خود اعمش

عادل، صادق، ثبت، صاحب سنت وقرآن ہیں۔ جن محدثین سے یہ روایت حدیث کرتے ہیں ان کے بارے میں اعمش کا نیک خیال ہے ہم کو مجال نہیں کہ ہم قطعی طور پر ان پر حکم لگادیں کہ جس سے یہ تدلیس کرتے ہیں اس کے ضعف کا ان کو یقینی علم ہے۔ کیونکہ یہ امر حرام ہے لہٰذا اعمش جیسے شخص سے کبھی یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ وہ اس طرح کریں اور ابن مدینی نے جو کثیر الوہم کہا ہے تو اس کے آگے اتنا جملہ اور ہے فی احادیث هولاء الضعفاء۔

الغرض ناظرین نے مؤلف رسالہ کی دیانت داری دیکھ لی کہ حقیقت حال اور حق کے چھپانے کی کتنی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اس کا بدلہ دیں۔

اعتراض نمبر ۳۲:

اب دیکھو امام صاحب کے استاد کے استاد کی بابت یعنی ابراہیم نخعی جو حماد اور اعمش دونوں کے استاد ہیں۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۶)

جواب:

ناظرین کو ان کے متعلق بھی ابتداء میں معلوم ہو چکا ہے کہ ابراہیم کے حجت ہونے پر محدثین متفق ہیں۔ لہٰذا اس سے کل مؤلف نے کون سے تیر مارے ہیں۔ جواب ابراہیم نخعی کے متعلق تیر ماریں گے۔

اعتراض نمبر ۳۳:

اور اعمش ان کے شاگرد کہتے ہیں "ما رایت احدا روی بحدیث لم یسمعه من ابراهیم الخ". (الجرح علی ابی حنیفة)

جواب:

اول تو تقریب کی عبارت سنیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ابراهیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی ابو عمران الکوفی الفقیه ثقة الا انه یرسل کثیرا من الخامسة مات سنة ست و تسعین

وهو ابن خمسين او نحوها" (التقریب ص۱۱)
ابراہیم نخعی جن کی کنیت ابوعمران ہے کوفی ہیں۔ فقیہ ہیں۔ ثقہ ہیں۔ مگر ارسال بہت کرتے ہیں۔ کہیے حافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح نہیں ہیں۔ جب آپ کو کوئی قول جرح کا نہیں ملا تو آپ نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ شاباش

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ نے جو اعمش کا قول نقل کیا ہے۔ اس سے قبل جو میزان میں عبارت تھی اس کو کیوں ترک کر دیا۔ حق تو یہ تھا کہ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ نقل کر دیتے۔
لیجیے میں ہی نقل کیے دیتا ہوں:

"ابراهيم بن يزيد النخعي احد الاعلام يرسل عن جماعة"

(میزان ص۳۵ ج۱)

ابراہیم نخعی علم کے پہاڑوں میں سے ایک کوہ گراں ہیں ایک جماعت سے ارسال کرتے ہیں۔ زید بن ارقم انس بن مالک وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے جس کو ذہبی نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

"وقد راى زيد بن ارقم وغيره لم يصح له سماع من صحابي"

(میزان صفحہ مذکورہ)

تابعی ہیں خیر القرون میں داخل ہیں اور بشارت نبوی "طوبى لمن راى من رآني" میں شامل ہیں۔ اعمش کے قول مذکور کا مؤلف رسالہ مطلب بیان کریں کہ کیا ہے یہ کن ابراہیم کس لفظ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کا ترجمہ صحیح کیا ہے۔
اعمش جو شاگرد ابراہیم نخعی کے ہیں وہی فرماتے ہیں غور سے دیکھو:

"قال الاعمش كان خيرا في الحديث" (تهذيب التهذيب)

ابراہیم نخعی حدیث میں اچھے اور خیر و پسندیدہ تھے اور دوسرا قول ان کا غور سے پڑھو:

"قال الاعمش قلت لابراهيم اسندلي عن ابن مسعود فقال اذا حدثتكم من رجل عن عبدالله فهو الذى سمعت واذا قلت قال عبدالله

عن غیر واحد" (تهذیب التهذیب)

اعمش کہتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مجھ سے سند بیان کر دیجئے تو انہوں نے جواب دیا کہ جب کسی واسطے سے عبداللہ سے روایت کروں تو میں نے اسی شخص سے وہ روایت سنی ہوتی ہے اور جب یہ کہوں کہ ابن مسعود نے یہ فرمایا ہے تو پھر بہت سے مشائخ کے واسطے سے وہ روایت مجھ کو پہنچی ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا جو آپ نے میزان سے اعمش کا قول نقل کیا ہے وہ جرح نہیں ہے اور نہ انہوں نے بطریق جرح بیان کیا۔ ورنہ انہیں کے اقوال کے متعارض ہوگا جو تہذیب سے نقل کر چکا ہوں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "مفتی اهل الکوفة کان رجلا صالحا فقیها" (تهذیب التهذیب)

کوفہ کے مفتی اور صالح فقیہ تھے

"وجماعة من الائمة صححوا مراسیله" (تهذیب التهذیب)

ائمہ کی ایک جماعت نے ان کے مراسیل کی تصحیح کی ہے۔

"وقال الشعبی ما ترك احدا اعلم منه" (تهذیب التهذیب)

شعبی کہتے ہیں ابراہیم نخعی نے اپنے بعد اپنے سے زیادہ کوئی عالم نہیں چھوڑا۔

ابن حبان نے ثقات تابعین میں ابراہیم نخعی کو ذکر کیا ہے۔

حافظ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں:

"قلت واستقر الامر علی ان ابراهیم حجة" (میزان ص ۳۵)

کہ اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ ابراہیم نخعی حدیث میں حجت ہیں اسی بنا پر صحاح ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں۔ اگر ثقہ عادل نہ ہوتے تو امام بخاری جیسا شخص جس پر غیر مقلد ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اپنی کتاب صحیح میں ان کی روایات نقل نہ کرتے۔

ناظرین یہ ہے تحقیق مؤلف کی ہمارا کچھ حرج نہیں۔ اگر وہ ضعیف ہو جائیں لیکن کہ بخاری مسلم کے راوی ہیں یہ کتابیں پھر صحیح نہیں رہنے کی۔ غیر مقلدوں کو

زیادہ پریشانی ہو گی انہیں خود اس کا انتظام کرنا چاہیے۔

اعتراض نمبر ۳۴:

امام ذہبی کہتے ہیں "کان لا یحکم العربیۃ" یعنی ابراہیم نخعی کو عربی کا علم اچھا نہ تھا۔

جواب:

اس جملہ کے یہ معنی نہیں بلکہ امام ذہبی کی اس سے غرض یہ ہے کہ بولتے وقت کبھی کبھی اعراب میں تغیر و تبدل ہو جاتا تھا۔ جو حدیث دانی میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتا اور نہ اس سے ثقاہت و عدالت میں کوئی فرق آتا ہے اس وجہ سے حجت ہیں اس مطلب کو اس کے بعد والا جملہ ربما لحن متعین کرتا ہے کیوں کہ لحن اعراب ہی میں غلطی کرنے کا نام ہے۔ اسی وجہ سے مؤلف رسالہ نے اس جملہ کو نقل ہی سے اڑا دیا تاکہ اپنا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اگر ایسے امور کسی قسم کا عیب یا راوی میں جرح پیدا کرتے ہوتے تو امام کبھی بھی ان کی تعریف میں احد الاعلام اور حجت کا لفظ استعمال نہ کرتے۔ حافظ ابن حجر ان کو رجل صالح نہ کہتے۔ اعمش ان کو خیرانی الحدیث کے لقب سے یاد نہ کرتے اور ابن حبان ثقات میں شمار نہ کرتے۔

"قال المحاربی حدثنا الاعمش قال ابراهیم النخعی ما اکلت منذ اربعین لیلۃ الاحبۃ عنب" (کاشف)

اعمش کہتے ہیں ابراہیم نخعی بیان کرتے تھے کہ چالیس روز سے سوائے ایک انگور کے اور کچھ میں نے نہیں کھایا ہے۔

"وقال التیمی وکان ابراهیم عابدا صابرا علی الجوع الدائم" (تهذیب التهذیب)

ابواسامہ تیمی کہتے ہیں ابراہیم عابد اور دائمی بھوک پر صبر کرنے والے تھے۔ ذرا کوئی غیر مقلد ایسا مجاہدہ نفس اور ریاضت کرے تو سہی خصوصاً مؤلف رسالہ کر کے دکھلائے تو معلوم ہو۔

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کی عداوت میں بڑے بڑے ائمہ میں جو بخاری مسلم کے راوی کہلاتے ہیں مؤلف رسالہ جرح کرنے بیٹھ گئے۔ یہ خیال نہ کیا کہ آخر اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔ خیر کالائے بد بریش خاوند۔

اعتراض نمبر ۳۵:

یہاں تک تو ناظرین امام صاحب اور ان کی شاگردان اور ان کے استادوں کا حال معلوم ہو گیا ہوگا۔

جواب:

بس کی ناظرین نے پوری کیفیت معلوم کر لی صرف انصاف کی ضرورت ہے۔

اعتراض نمبر ۳۶:

لیکن ہم ایک مزے دار بات سنانا چاہتے ہیں۔

جواب:

اس سے بجز اس کے کہ آپ کی ہٹ دھرمی اور عداوت وتعصب ظاہر ہو اور کیا ظاہر ہو گا۔

اعتراض نمبر ۳۷:

وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے اعلیٰ شاگرد یعنی امام ابو یوسف انہوں نے اپنے استاد امام صاحب کے جہمیہ اور مرجہ ہونے کی کن صاف لفظوں میں تصدیق کی ہے کہ اللہ اللہ چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

ناظرین ارجاء اور مرجہ کے متعلق گزشتہ صفحات میں معلوم کر چکے ہیں۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں پر مؤلف رسالہ کی ایک اور فراست ودانائی کی بات کا

اظہار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف مؤلف رسالہ کے نزدیک مرجئی اہل مرجعہ کی فہرست میں ان کو شمار کر چکا ہے اور جو مرجئی ہو وہ مؤلف رسالہ کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ چنانچہ وہ خود تصریح کر چکا ہے۔ لہٰذا امام ابو یوسف جو اس کے زعم فاسد کے اعتبار سے غیر مسلم ہیں ان کا قول امام ابو حنیفہ کے بارے میں کیونکر معتبر ہوا اس کا جواب مؤلف رسالہ یا ان کے نبی خواہ دیں۔

دوسرے امام ابو یوسف باوجودیکہ جانتے تھے کہ امام ابو حنیفہ مرجئی اور جہمی تھے تو ان کے شاگرد کیوں بنے رہے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی انہوں نے اشاعت کیوں کی ایسے شخص کے مذہب کی اشاعت جو بزعم مؤلف رسالہ غیر مسلم تھا امام ابو یوسف جیسے شخص سے عادۃً محال ہے۔

تیسرے جب ان کے نزدیک جہمی اور مرجئی تھے تو پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کیوں کی۔ چنانچہ ماسبق میں بعض اقوال ان کے منقول ہو چکے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے

مؤلف رسالہ جیسے حضرات نے موضوع روایت امام ابو یوسف کی طرف سے گھڑلی ہے اور ان کی طرف اس کو منسوب کر دیا۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں کہ کہاں تک یہ قول صحیح ہوگا۔

چوتھے خطیب کی روایات اسانید معتبرہ سے ثابت نہیں "وبعض الجروح لاتثبت برواية معتبرة كرواية الخطيب فى جرحه واكثر من جاء بعده عيال ولى روايته فهى مردودة و مجروحة"

(مقدمه تعليق ممجد ص ۳۲)

بعض جرح روایات معتبرہ سے ثابت نہیں چنانچہ خطیب کی روایات اور جو لوگ خطیب کے بعد ہوئے ہیں۔ وہ خطیب ہی کی روایات کے مقلد ہیں لہٰذا یہ جروح مردود و مجروح ہیں۔ ان کا اعتبار نہیں۔

حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

"اعلم انه لم يقصد الا جمع ما قيل في الرجل على عادة المورخين ولم يقصد بذالك تنقيصه ولا حط من ثبته بدليل انه قدم كلام المادحين واكثر منه ومن نقل مأثره ثم عقبه بذكر كلام القادحين ومما يدل على ذالك ايضًا ان الاسانيد التي ذكرها للقدح لا يخلو غالبها من متكلم فيه او مجهول ولا يجوز اجماعا ثم عرض مسلم بمثل ذلك فكيف بامام من ائمة المسلمين"

(خیرات الحسان فصل ۳۹)

مورخین کے طریق پر کسی شخص کے بارے میں جو جو اقوال ملے خطیب نے ان کو جمع کر دیا۔ اس سے امام کی تنقیص شان اور مرتبہ کا کم کرنا مقصود نہیں کیوں کہ اول خطیب نے مادحین کے اقوال کو نقل کیا اس کے بعد جو جرح کرنے والے ہیں ان کا کلام نقل کیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ تنقیص مقصود ہی نہیں۔ اور اس پر ایک اور بھی قرینہ قویہ ہے کہ جن روایات کو جرح کے طور پر ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کی سند میں مجہول اور ضعیف لوگ موجود ہیں اور ائمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ ان جیسی روایات سے کسی ادنیٰ مسلمان کی آبرو ریزی کرنی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک مسلمانوں کے امام و پیشوا کی ہتک کرنی بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔ ابن حجر مکی نے اس فصل میں خطیب کی جروح کے جواب دیئے ہیں۔ حافظ ابن حجر مذہب کے شافعی ہیں۔ مؤلف رسالہ کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ یہ مخالفین مذہب امام ابوحنیفہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اس فصل میں آگے فرماتے ہیں:

"وبفرض صحة ما ذكره الخطيب من القدح عن قائله يعتد به فانه ان كان من غير اقران الامام فهو مقلد لما قاله او كتبه اعداءه وان كان من اقرانه فكذالك لما مر ان اقوال الاقران بعضهم في بعض غير مقبول" (خیرات الحسان)

اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ جو قول خطیب نے جرح میں نقل کیے ہیں۔ وہ صحیح

ہیں تو اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ اقوال امام صاحب کے ہم زمانہ کے ہیں یا
عصروں کے نہیں ہیں۔

اگر دوسری صورت ہے تو اس کا اعتبار ہی نہیں کیوں کہ یہ جو کچھ دشمنوں نے لکھا
ہے اس کی تقلید کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دشمنوں کا قول معتبر نہیں اور اگر پہلی صو
ہے کہ یہ جرح امام صاحب کے ہم عصروں سے صادر ہوتی ہے تو اس کا بھی اعتبا
کیوں کہ بعض ہم عصر کا قول دوسرے ہم عصر کے حق میں مقبول نہیں۔ چنانچہ حافظ ا
حجر عسقلانی اور حافظ ذہبی نے اسی کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا جمیع یا مرجوح ہونے ل
روایت ہے خواہ کسی کی بھی ہو اور صحت کے درجہ پر پہنچی ہوتی ہو وجہ قبول اور صد ا
سے ساقط ہے

"قالا لا سیما اذا لاح اللہ لعداوۃ او لمذھب اذا لحسد لا ینجو منہ ا
من عصمہ اللہ قال الذھبی وما علمت ان عصر اسلم اھلہ من ذلک ا
عصر النبیین والصدیقین"

دونوں حافظ فرماتے ہیں خصوصاً اس وقت تو بالکل ہی وہ جرح مردود ہے جب
ظاہر ہو جائے کہ یہ عداوت یا مذہب کی وجہ سے ہے کیوں کہ حسد ایک ایسا مرض ہے
سوائے انبیاء اور صدیقین کے اور کوئی اس سے محفوظ اور بچا ہوا نہیں۔

وقال التاج السبکی ینبغی لک ایھا المسترشد ان تسلک سب
الادب مع الائمۃ الماضین وان لا تنظر الی کلام بعضھم فی بعض ا
اذا اتی ببرھان واضح ثم ان قدرت علی التاویل وحسن الظن فدالک
والا فاضرب صفحا الی ماجری بینھم

امام سبکی فرماتے ہیں اے طالب ہدایت تیرے لیے یہ مناسب ہے کہ ائمہ گزشتہ
ساتھ ادب و لحاظ کا طریق ہاتھ سے جانے نہ دینا اور جن بعض نے بعض میں کلام
ہے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی تو نہ دیکھنا جب تک وہ دلیل روشن اور برہان قوی اس
پیش نہ کرے پھر اگر تجھ کو قدرت تاویل و حسن ظن کی ہے تو اس پر عمل کر ورنہ ان ام

ہو آپس میں جاری ہوئے اور پیش آئے پس پشت ڈال دے۔ اس میں مشغول ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ بیش بہا اوقات ضائع ہوتے ہیں۔

فانک اذا اشتغلت بذلک وقعت علی الهلاک فالقوم ائمة اعلام ولا قوالهم محامل وربما لم نفهم بعضها فلیس لنا الا الترضی والسکوت عما جری بینهم کما نفعل فیما جری بین الصحابة اه

اگر تم ان امور کے در پے ہوگے تو ہلاکت میں پڑو گے کیوں کہ یہ لوگ ائمہ اعلام ہیں۔ اور ان کے اقوال محامل حسنہ پر محمول ہیں۔ بسا اوقات ہم بعض امور کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ لہٰذا سوائے سکوت اور رضا مندی ظاہر کرنے کے اور کچھ ہم کو اختیار نہیں وہی طریق اسلم ہے جو صحابہ علیہم السلام کے واقعات ومعاملات میں ہم نے اختیار کیا ہے۔ مرآۃ الزمان کی عبارت پہلے منقول ہو چکی ہے کہ خطیب سے یہ تعجب خیز امر نہیں کیوں کہ ان کی عادت ہے کہ وہ ائمہ میں کلام کیا کرتے ہیں اور ان کو اپنے طعن کا نشانہ بناتے ہیں۔

ولیس العجب من الخطیب بانه یطعن فی جماعة من العلماء (مرآة الزمان) پس ان تمام عبارات سے یہ ظاہر ہے کہ یہ روایات خطیب قابل اعتبار نہیں اور امام ابو یوسف پر یہ الزام اور بہتان ہے۔

ولا عبرة لکلام بعض المتعصبین فی حق الامام (الی ان قال) بل کلام من یطعن فی هذا الامام عند المحققین یشبه الهذیانات (میزان کبری شعرانی ص ۸۱) یہ عبارت بھی منقول ہو چکی ہے لیکن ضرورتاً یاددہانی کے طور پر پیش کیا ہے۔

ذکر الامام الثقة ابو بکر محمد بن عبد الله بن نصیر الزعفرانی ببغداد قال ان الرشید استوصف الامام من ابی یوسف فقال قال الله تعالی ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید کان علمی به انه کان شدید الذب عن المحارم شدید الورع ان ینطق فی دین الله تعالی بلا علم

یحب ان یطاع اللہ تعالی ولا ینافس اهل الدنیا فیما فی ایدیهم طویل الصمت دائم الفکر مع علم واسع لم یکن مهذارا ولا ثرثارا ان سئل عن مسئلة ان کان له علم بها اجاب والا قاس مستغنیا عن الناس لا یمیل الا طمع ولا یذکر احدا الا بخیر فقال الرشید هذه اخلاق الصالحین فامر الکاتب فکتبها ثم اعطاها لابنه وقال احفظها

(مناقب کردری جلد اول ص ۱۲۶)

ناظرین اس واقعہ سے کالشمس فی نصف النہار ثابت ہے کہ امام ابو یوسف پر ... اور بہتان ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کو بھی یا مرجئی کہتے تھے ورنہ جس وقت خلیفہ ... رشید نے امام ابو حنیفہ کے اوصاف ان سے دریافت کیے تھے تو ضرور وہ ان امور کا ذکر کرتے جو دشمنوں کا خیال ہے انہوں نے تو ایسے اوصاف بیان کیے کہ جو ایک ... سنت والجماعت کے ہونے چاہیں اور ایک پیشوائے قوم اور مقتدائے وقت کے ... لازم اور ضروری ہوں۔ جس کا خلیفہ نے بھی اقرار کر کے یہ کہہ دیا کہ بے شک ... اخلاق صالحین کے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عیب یا جرح وغیرہ ہوتی تو فوراً خلیفہ وقت اس کو ذکر کرتا اور ابو یوسف کو روکتا کہ تم جو یہ باتیں بیان کر رہے ہو یہ غلط ہیں بلکہ وہ مرجئی تھے یا جہمی تھے وغیر ذلک لیکن اس نے کچھ نہ کہا جو ظاہر دلیل ہے کہ امام ابو یوسف پر تہمت ہی تہمت ہے۔

کتاب المناقب للموفق کے جلد اول صفحہ ۲۶۰ میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے اس طرح یہ ہے کہ امام ابو یوسف اپنا علم اور یقین ظاہر کر رہے ہیں اور اس سے قبل قرآن کی آیت شہادت میں پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت رہے کہ میں جو کچھ امام کے حق میں بیان کر رہا ہوں یہی حق ہے کیوں کہ میں جانتا ہوں جو کچھ زبان سے نکلتا ہے نامہ اعمال میں مکتوب ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ ایسی تصریحات کے باوجود بھی کوئی ... انصاف سے دیکھنا نہیں چاہتا اور وہی اپنی عداوت کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے ہے۔ "من کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی"

اعتراض نمبر ۳۸:

امام ابو یوسف نے تو اپنے استاد کی یہ گت کیا۔

جواب:

جس کو ناظرین نے معلوم کر لیا۔ مؤلف رسالہ کو چاہیے کہ پہلے اردو بولنا سیکھے پھر کچھ لکھے۔ اگر جو اس مروی ہے تو امام ابو یوسف کے قول کو سند کے ساتھ پیش کرے پھر دیکھیں گے کہ کیا گل کھلتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳۹:

اور امام محمد نے یہ گت کیا کہ امام مالک کو ہر بات میں ابو حنیفہ پر فضیلت دے دی۔ (الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

امام محمد کے اس قول کو نقل کریے۔ جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہ پر امام مالک کو ہر بات میں فضیلت دی ہے۔ یہ تو آپ کا زبانی جمع خرچ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں اگر امام محمد صاحب کے نزدیک ہر امر میں امام مالک افضل ہوتے تو امام ابو حنیفہ کے مذہب کی ترویج اور ان کے مطابق تصنیف و تالیف نہ کرتے بلکہ امام مالک ہی کے مذہب کو رواج دیتے۔ جس نے کتب ظاہر روایت کا خصوصاً اور ان کی دیگر تصانیف کا عموماً مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ امام محمد کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا کیا مرتبہ ہے۔

وقال اسماعيل بن ابى رجاء رايت محمدا فى المنام فقلت له ما فعل الله بك فقال غفرلى ثم قال لو اردت ان اعذبك ما جعلت هذا العلم فيك فقلت له فاين ابو يوسف قال فوقنا بدرجتين قلت فابى حنيفة قال هيهات ذاك فى اعلى عليين (در مختار ص۳۶)

اسماعیل بن ابی رجاء کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تو انہوں نے فرمایا مجھ کو بخش دیا اور ...
کہ اگر میرا ارادہ عذاب دینے کا ہوتا تو تمہارے اندر یہ علم دین امانت نہ رکھتا
نے پوچھا کہ امام ابو یوسف کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا ہم سے دو درجہ اونچا
مقام ہے۔ میں نے کہا ابوحنیفہ کہاں ہیں تو امام محمد فرماتے ہیں ان کا کیا پوچھنا وہ
علیین میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے مراتب عطا کیے ہیں۔

گو یہ واقعہ خواب کا ہے لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد صاحب
دل میں امام ابوحنیفہ کی کیا وقعت تھی۔ امام محمد صاحب کی جتنی کتابیں کبیر کے نام
مشہور ہیں ان میں امام ابوحنیفہ سے بغیر واسطہ روایت کی ہے اور جو صغیر کے نام
موسوم ہیں ان میں بواسطہ امام ابو یوسف کے امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔
اگر امام مالک ہر امر میں امام ابوحنیفہ پر فضیلت رکھتے تھے تو امام محمد کو چاہیے تھا کہ
مالک سے روایات بواسطہ اور بے واسطہ جمع کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے

وذكر الامام ظهير الائمة المدنى الخوارزمى انه قال ملهبى ومذهب الامام وابى بكر ثم عمر ثم عثمان ثم على عليهم واحد

(مناقب کردری ج ۲ ص ۱۹۲)

امام محمد صاحب فرماتے ہیں میرا اور امام ابوحنیفہ اور ابو بکر و عمر اور عثمان و علی کا
مذہب ایک ہی ہے۔ اس سے بھی امام صاحب کی عزت و توقیر جو امام محمد کے دل میں
ہے ثابت ہے۔ اگر ابوحنیفہ سے امام مالک افضل تھے تو امام محمد نے ایک افضل کو چھوڑ
کر مفضول کے ساتھ اپنے مذہب کی کیوں توحید بیان کی۔ غرض یہ سب عوام کو دھوکہ
میں ڈالنے کی باتیں ہیں۔ مؤلف رسالہ کا مقصود اظہار حق نہیں بلکہ سلف کو برا کہنا
ہے۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے۔

اعتراض نمبر ۴۰:

لو صاحبو کچھ اور بھی سنو گے۔ آؤ ہم تو اور بھی سناتے ہیں امام صاحب زندیق؟

تھے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ الخ (الجرح علیٰ ابی حنیفہ)

جواب:

ناظرین کو خطیب بغدادی کی روایات کے متعلق مفصل معلوم ہو چکا ہے لہٰذا اس کا اعادہ کرنا تحصیل حاصل ہے کیوں کہ محققین نے ان کا اعتبار ہی نہیں کیا اور ایک لایعنی امر خیال کر کے ترک کر دیا "کان ابو حنیفة یحسد وینسب الیه ما لیس فیه ویختلق الیه ما لا یلیق به" (کتاب العلم لابن عبد البر)

امام صاحب کے حاسد بہت تھے اور ایسے امور ان کی طرف منسوب کیے جاتے تھے جو ان میں نہ تھے اور ایسی باتیں ان کے متعلق گھڑی جاتی تھیں جن کے شایان شان وہ نہ تھے۔

"قال الحافظ عبدالعزیز بن رواد من احب ابا حنیفة فهو سنی ومن ابغضه فهو مبتدع" (خیرات الحسان)

"قلت قد احسن شیخنا ابو الحجاج حیث لم یورد شیئًا یلزم منه التضعیف" (تهذیب)

ذہبی کہتے ہیں ہمارے شیخ ابوالحجاج مزی نے بہت ہی اچھا کام کیا کہ اپنی کتاب میں امام صاحب کے بارے میں کوئی قدح بیان نہیں کیے۔ جن سے ان کی تضعیف ہوتی ہو۔

"وقد جهل کثیر ممن تعرضوا اللسهام القضیمة وتحلوا بالصفات القبیحة الشنیعة علی ان یحطوا من مرتبة هذا الامام الاعظم والحبر المقدم الی قول له نما قدروا علی ذالك ولا یفید کلامهم فیه"

(خیرات الحسان)

بہت سے جاہل جو اوصاف قبیحہ سے آراستہ ہیں اس بات کے در پے تھے کہ اس امام اور حبر مقدم کے مرتبہ کو گھٹا دیں لیکن ان کو قدرت نہ ہوئی اور نہ ان کا کلام کچھ امام صاحب کے بارے میں اثر کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ خود رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں ان کو امام

ابوحنیفہ کے مرتبہ کی خبر نہیں۔

ناظرین جس کی ائمہ اتنی تعریف کرتے ہوں سینکڑوں کتابیں اس کے مناقب میں لکھی ہوں۔ سینکڑوں اس کے شاگرد ہوں۔ سینکڑوں کتابیں اس کے مذہب کی دنیا میں پھیلی ہوئی ہوں۔ لاکھوں اس کی تقلید کرتے ہوں۔ جن میں علما، صلحا، شہدا، ہر قسم کے لوگ موجود ہوں۔ حافظ حدیث، مجتہد، فقیہ، عادل، صالح، امام الائمہ کہا جاتا ہو۔ کیا وہ شخص یہ جتنے بھی گزرے ہیں سب ہی کے لیے یہ حکم لگایا جا سکتا ہے؟ وہ بھی اس فہرست میں معدود ہو جائیں گے۔ مؤلف رسالہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان سے تو بہ دو مرتبہ کرائی گئی گویا اس کے نزدیک امام ابوحنیفہ زندیق کافر وغیرہ تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ناظرین کے اطمینان قلب کے واسطے یہاں پر ایک واقعہ کو نقل کرتا ہوں جس سے زندقیت اور کافریت کی حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا اور معلوم ہوگا کہ اصلیت کیا ہے اور دشمنوں نے اس کو کس صورت میں پیش کیا ہے۔

اخبرنا الامام الاجل ركن الدين ابو الفضل عبدالرحمن بن محمد الكرماني انا القاضي الامام ابوبكر عتيق بن داؤد اليماني قال حكي ان الخوارج لما ظهروا على الكوفة اخذوا ابا حنيفة فقيل لهم هذا شيخهم والخوارج يعتقدون تكفير من خالفهم فقالوا تب يا شيخ من الكفر فقال انا تائب من كل كفر فخلوا عنه فلما ولى قيل لهم انه تاب من الكفر وانما يعني به ما انتم عليه فاسترجعوه فقال راسهم يا شيخ انما تبت من الكفر وتعني به ما نحن عليه فقال ابوحنيفة ابظن تقول هذا ام بعلم فقال بل بظن فقال ان الله تعالى يقول ان بعض الظن اثم وهذه خطيئة منك وكل خطيئة عندك كفر فتب انت اولاً من الكفر فقال صدقت يا شيخ انا تائب من الكفر فتب انت ايضًا من الكفر فقال ابو حنيفة رحمه الله انا تائب الى الله تعالى من كل كفر فخلوا عنه فلهذا قال

عصماء استتب ابو حنيفة من الكفر مرتين فلبسوا على الناس والهما موه به استتابة الخوارج. (كتاب المناقب للموفق ص۱۷۷ ج۱)

اب کوفہ پر خوارج کا غلبہ ہوا تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کو پکڑا۔ کسی نے خارجیوں سے کہہ دیا کہ یہ شخص کوفہ والوں کا شیخ و پیشوا ہے۔ خارجیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو ان کی مخالفت کرے وہ کافر ہے۔ انہوں نے امام صاحب سے کہا اے شیخ کفر سے توبہ کر امام صاحب نے فرمایا کہ میں ہر قسم کے کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ خارجیوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ جب امام صاحب وہاں سے جانے لگے تو خارجیوں سے مؤلف مالہ جیسے شخص نے کہا کہ انہوں نے اس کفر سے توبہ کی ہے جس پر تم جمے ہوئے ہو تو اور امام صاحب کو واپس بلایا اور ان کے سردار نے امام صاحب سے کہا آپ نے تو اس کفر سے توبہ کی جس پر ہم چل رہے ہیں۔ امام صاحب نے جواب دیا یہ بات تو کس دلیل سے کہتا ہے یا صرف تیرا ظن ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ظن سے کہتا ہوں۔ کوئی یقینی دلیل اس کی میرے پاس نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اور یہ خطا تجھ سے صادر ہوئی اور ہر خطا تیرے اعتقاد کے مطابق ہے پس اول تجھ کو اس کفر سے توبہ کرنی چاہیے۔ اس سردار نے جواب دیا بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ میں کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ بھی توبہ کریں امام صاحب نے فرمایا: میں تمام کفریات سے اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ انہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔

اس واقعہ کی بنا پر امام صاحب کے دشمن کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی۔ انہوں نے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے کیوں کہ خارجیوں کے جواب میں امام صاحب نے یہ الفاظ فرمائے تھے۔

ناظرین دشمنوں نے اس کو امام صاحب کے کفر پر محمول کر کے روز روشن میں لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کی ہے مگر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳۱:

اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الی قولہ

ایں خیال است ومحال است جنوں۔

جواب:

آپ کو خبر ہی نہیں کہ کس بنا پر کہا جاتا سنو اور غور سے سنو اور اگر آنکھیں ہوں تو دیکھ بھی لو۔ صحیح مسلم ص ۳۱۲ میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لو کان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ

(صحیح مسلم ص ۳۱۲)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو ایک شخص اہل فارس میں کا اس کو ضرور حاصل کرے گا۔ اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے بھی بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے۔ فارس سے مراد عجم ہے (خیرات الحسان)

اس حدیث کا مصداق علما نے امام صاحب کو بتایا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں۔

"ھذا اصل صحیح یعتمد بہ علیہ فی البشارۃ بابی حنیفۃ وفی الفضیلۃ التامۃ" (تبییض الصحیفۃ)

یہ حدیث ایسی اصل صحیح ہے جس پر امام ابوحنیفہ کی بشارت اور فضیلت تامہ کے لیے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کے شاگرد رشید علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی فرماتے ہیں:

"وما جزم بہ شیخنا من ان ابا حنیفۃ ھو المراد من ھذا الحدیث ظاھر لا شک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغہ احد"

(حاشیہ علی المواھب)

جو ہمارے استاد نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ ہی مراد ہیں یہی ظاہر ہے،

کی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیوں کہ ابنائے فارس میں کوئی شخص بھی علم میں امام ابو حنیفہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچا۔ اسی طرح حافظ ابن حجر کی شافعی اور عبدالوہاب شعرانی شافعی وغیرہ نے بھی امام ابو حنیفہ کو اس حدیث کا مصداق بتایا ہے پس ان بڑے بڑے اماموں کے مقابلہ میں کسی کا قول قابل سماعت نہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے اپنی بعض تالیفات میں اس بحث کو چھیڑ کر بخاری وغیرہ کو اس بشارت میں داخل کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کو خارج کر دیا ہے۔ یہ سراسر تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کیوں کہ ائمہ مذکورین نے تصریح کی ہے کہ عجم میں کوئی بھی امام ابو حنیفہ کے مرتبہ کا نہیں ہوا۔ بخاری، اجتہاد، تفقہ، حفظ، امامت، عدالت، ریاضت، عبادت، زہد، ورع، تقویٰ، مجاہدہ نفس وغیرہ میں امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ امام صاحب کے اوصاف مذکورہ میں شرکت کریں۔ انہیں امور کی وجہ سے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں ان کو اپنا پیشوا جانتے ہیں بلکہ تابعی ہونے کی وجہ سے تمام ائمہ سے افضل سمجھتے ہیں۔

یہ تو نعمان ہی خورشید فلک ہے واللہ
مہر تاباں ہمکو آج ایسا دکھائے کوئی

ہمیں جھوٹی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود مخالفین امام صاحب کے علم وفضل کے قائل ہیں اور لوہا مانے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ماسبق میں مفصل ظاہر ہو چکا۔

اعتراض نمبر ۳۲:

ملا اور غور سے سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود امام ابو حنیفہ کی فقہ سیکھنے سے منع کیا ہے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو
میرا کہا کرو جو تمہیں کچھ بھی ہوش ہو

لیجئے اب کوئی اور صورت نہیں رہی جو خواب کے واقعات سے استدلال ہونے لگا۔

اچھا یہی ہے تو دیکھو اور غور سے آنکھیں کھول کر دیکھو:

"عن ابی معانی فی الفضل بن خالد قال رایت النبی ﷺ فقلت یا رسول اللہ ما تقول فی علم ابی حنیفۃ قال ذلک علم یحتاج الیہ"

فضل بن خالد کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے امام ابوحنیفہ کے علم کے بارے میں آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایسا علم ہے جس کی لوگوں کو حاجت ہے۔ کہیے اجازت دی یا منع فرمایا۔ اور غور سے دیکھیے

"بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ مے شود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم مے نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض و جداول بنظر مے درآیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ مے آید سواد اعظم از اہل اسلام متبعان ابی حنیفہ اند"

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم)

غور فرمایئے کہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے کیا فرمایا۔ یہ مجدد صاحب وہی ہیں جن کے بارے میں نواب صدیق حسن خان قنوجی کہتے ہیں۔ علو مرتبہ کشف ہائے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمہ کو سر زدہ و گاہے مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع مؤید است (ریاض المرتاض ص ۳۱) کہ مجدد صاحب کے کشف کبھی بھی شریعت کے مخالف نہیں ہوئے بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے۔ اس لیے ان کے کشف کے مراتب تو بہت ہی بالاتر ہیں۔ وہ مجدد صاحب یہ فرماتے ہیں کشفی نظر میں مذہب حنفی کی نورانیت ایک دریائے ناپیدا کنار معلوم ہوتی ہے اور باقی مذاہب چھوٹی نالیاں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

اور لیجیے استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ" (فیوض الحرمین)

شاہ صاحب کو آنحضرت ﷺ نے تعلیم کی ہے کہ مذہب حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے اور غور سے دیکھو نواب صدیق حسن خاں معاذ رازی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ "معاذ رازی گفت پیغمبر ﷺ را در خواب دیدم گفتم این اطلبك فرمود عند علم ابی حنیفة" (انتصار)

معاذ رازی فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت ﷺ سے خواب میں پوچھا کہ آپ کو کہاں تلاش کروں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے علم کے پاس مجھے تلاش کرتا رہیں میں تم کو ملوں گا۔

رای بعض ائمة الحنابلة النبی ﷺ قال فقلت له یا رسول الله حدثنی من المذاهب فقال المذاهب ثلاثة فوقع فی نفسی انه یخرج مذهب ابی حنیفة لتمسکه بالرای فابتداه وقال ابو حنیفة والشافعی واحمد ثم قال ومالك اربعة (خیرات الحسان)

بعض حنبلی مذہب کے ائمہ نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ سے مذاہب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مذہب تین ہیں۔ وہ کہتے ہیں میرے دل میں خطرہ گزرا کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کو آپ بیان نہ فرمائیں گے کیوں کہ امام صاحب رائے سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن جب آپ نے ابتداء فرمائی تو فرمایا مذہب امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور احمد کا ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا اور امام مالک۔ یہ چار مذہب ہیں۔

اس واقعہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں چاروں مذہبوں سے پہلے آنحضرت نے امام ابو حنیفہ ہی کا نام ذکر فرمایا کہ یہ مذہب حق ہے۔ اس کے بعد اوروں کو ذکر کیا۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حق مذہب چار ہی ہیں۔

مؤلف رسالہ نے جو مذہب اختیار کر رکھا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے خلاف ہے۔ وہ حقانیت سے دور ہے۔ کہیے صاحب اب تو معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کا علم اور ان کا مذہب کس مرتبہ کا ہے۔ جس کی تصدیق آنحضرت ﷺ نے بھی فرما دی۔

آپ نے نام گنائے ہیں کہ انہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا اس سے یہ لازم نہیں کہ حنفی مذہب حق نہیں یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ بہت سے ایسے ہیں۔ جنہوں نے شافعی مالکی، حنبلی مذہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا ہے۔

اعتراض نمبر ۴۳:

اسی طرح بہت سے لوگوں نے اس مذہب کو چھوڑ دیا جب ان کو امام صاحب کے مزے دار مسائل سے واقفیت ہوئی جن کو ہم مختصراً ذیل میں بیان کر کے ان لوگوں کے نام بالتصریح بتلا دیں گے۔ جنہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا۔ (الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

ناظرین میں بھی چند نام بتلاتا ہوں جنہوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ امام ابوجعفر طحاوی پہلے یہ شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے۔

"کان تلمیذ المزنی فانتقل من مذھبہ الی مذھب ابی حنیفۃ" (انساب سمعانی) اسی طرح مرآۃ الجنان اور کتاب الارشاد اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں ہے۔ دوسرے امام احمد بن محمد بن محمد بن حسن تقی شمنی پہلے مالکی تھے پھر حنفی مذہب کو اختیار کیا۔ چنانچہ سخاوی نے ضوء لامع میں ذکر کیا ہے۔ فوائد بہیہ ص ۱۸ میں ان کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ تیسرے علامہ عبدالواحد بن علی العکبری اول یہ حنبلی تھے اس کے بعد حنفی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں بیان کیا ہے۔ "وکان حنبلیا فصار حنفیا" اسی طرح کفوی نے اپنے طبقات میں بیان کیا ہے۔ فوائد بہیہ ص ۱۱۲ میں دونوں کتابوں سے نقل کیا ہے۔ چوتھے علامہ یوسف بن فرغلی البغدادی سبط ابن الجوزی پہلے حنبلی مذہب رکھتے تھے۔ پھر حنفی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ کفوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور ان کے ترجمہ کو فوائد بہیہ کے ص ۲۳۰ میں نقل کیا ہے۔ غرض نمونہ کے طور پر چار عالم جو اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے میں نے پیش کیے ہیں۔ جنہوں نے مذہب شافعی، مالکی، حنبلی کو چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا۔ اگر کتب طبقات و رجال پر نظر ڈالی جائے تو بہت سے ایسے ائمہ نکلیں گے

لوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ لیکن یہاں ان کی
ر ست شمار کرنی مقصود نہیں۔ صرف مؤلف رسالہ کی بے ہودہ بکواس کے جواب میں
ناظرین کی تسلی قلب کے واسطے نقل کیا ہے۔ ورنہ ضرورت نہ تھی۔ جرح اور مسائل
اب وقت آئے گا ہم ان کے جواب کے واسطے تیار ہیں آپ کی کج فہمی اور بے عقلی
ثابت از بام کر دیا جائے گا۔

اعتراض نمبر ۴۴:

ہم کو ایک بہت بڑا تعجب تو یہ ہے کہ امام صاحب کا حافظہ جیسا کچھ تھا ہم نے اوپر
بیان کیا ہے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۸)

جواب:

اس کی مفصل کیفیت اور شرح ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اعتراض نمبر ۴۵:

لیکن پھر بھی امام صاحب کی نسبت کس خوش اعتقادی سے کہا جاتا ہے کہ "صلی
ابو حنیفة صلوة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة" الی طولہ یہ گپ نہیں
تو پھر کیں تو اور کیا ہے۔ ان کو بھلا اپنا وضو کیونکر یاد رہتا تھا۔

جواب:

اولاً امام صاحب آپ کی طرح سے مجنون اور دیوانے نہ تھے بلکہ ذی ہوش،
صاحب عقل و احساس تھے۔ اس لیے ان کو اپنا وضو یاد رہتا تھا۔ وضو تو اس شخص کو یاد نہ
رہا ہو جس کے حواس مختل ہو گئے ہوں ورنہ نماز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنے
کا یاد نہ رہنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ حنفیوں کے ہی اقوال نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے
مذاہب کے لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور تسلیم کر لیا ہے۔ جو امور حد تواتر کو پہنچے
ہوں ان کو گپ شمار کرنا مؤلف رسالہ جیسے کا کام ہے جس کو اپنا وضو یاد نہیں رہتا۔

اعتراض نمبر ۴۶:

کیوں کہ امام صاحب اگر عشاء پڑھ کر سو رہے تھے تو وضو ندارد۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۰)

جواب:

عشا کی نماز پڑھ کر سوتے نہیں بلکہ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اس لئے وضو باقی رہتا تھا۔

اعتراض نمبر ۴۷:

اور اگر جاگتے رہتے برابر فجر تک تو دن کو سوتے یا نہیں۔

جواب:

جب چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے تو پھر کون عقل مند یہ پوچھ سکتا ہے کہ رات میں سوتے تھے یا نہیں۔ اگر دن میں آرام کرتے ہوں تو اس میں کون سا استحالہ ہے جو نوم کو مستعمی الی الخلف ہو وہ نہیں پائی جاتی تھی جیسا کہ مؤلف رسالہ کی الٹی سمجھ رہی ہے۔

اعتراض نمبر ۴۸:

اگر دن کو سوتے تو یہ غفلت عبادت شب کے منافی اور عبادت شب بے سود ہے۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۸)

جواب:

ناظرین عجب منطق ہے رات کو کوئی شخص عبادت کرے اور دن میں کسی وقت آرام کرے تو یہ آرام عبادت شب کے منافی ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو بھی اس کا علم نہ ہوا کہ جو آپ قیلولہ دن میں فرمایا کرتے تھے۔ یہ عبادت شب کے منافی ہے اور رات کی عبادت اس قیلولہ کی وجہ سے بالکل بیکار اور بے فائدہ ہو جاتی ہے صرف مؤلف رسالہ کی یہ سمجھ آیا۔

ہزار تف اسکی عقل و سمجھ پر

ناظرین مؤلف رسالہ یہ سمجھا کہ میری طرح امام صاحب بھی دن بھر سوتے رہتے ہوں گے۔ پھر دن میں سونا غفلت کو کس طرح مستلزم ہے اس کے واسطے ملازمت بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح عبادت شب کے بے سود ہونے اور دن کو سونے میں لزوم بیان کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح مؤلف کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ امام صاحب ظہر سے لے کر عشاء تک برابر سوتے رہتے تھے تاکہ عبادت شب کا بے سود ہونا اس پر مرتب ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات بھر عبادت کرتے تھے۔ اسی طرح تمیم داری اور سعید بن جبیر رات بھر عبادت کیا کرتے تھے اور ایک رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے تو کیا کوئی عقل کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرات دن کو سوتے تھے یا نہیں۔ اگر دن کو سوتے تھے تو یہ غفلت عبادت شب کے مناقض اور عبادت شب بے سود ہے اور اگر دن میں بھی نہیں سوتے تھے تو ان حضرات کا برابر جاگنا محال کیوں کہ نوم طبعی کے ضائع ہونے سے حیات کی امید نہیں۔ اور اگر عشاء پڑھ کر سو رہتے تھے۔ تو شب بھر جاگنا اور باقی رہنا محال عقلی و شرعی ہے۔ پس جو اس کا جواب ہے وہی جواب امام صاحب کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔ اگر مفصل بحث اس کے متعلق دیکھنی ہو تو کتاب "اقامۃ الحجۃ فی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ" دیکھنی چاہیے، جو اس بحث میں مبسوط کتاب ہے۔

حدثنا سليمان بن احمد ثنا ابو يزيد القراطيسى ثنا اسد بن موسى ثنا سلام بن مسكين عن محمد بن سيرين قال قالت امراة عثمان حين اطافوا به يريدون قتله ان تقتلوه او تتركوه فانه كان يحيى الليل كله فى ركعة يجمع القران فيها (حلية الاولياء لابى نعيم)

اور سنیے: "وبه الى الخطيب حدثنا انا الخلال انا الحريرى ان النخعى حدثهم انبا ابراهيم بن مخلد البلخى انبا ابراهيم بن رستم المروزى سمعت خارجة بن مصعب يقول ختم القران فى الكعبة اربعة من

الائمۃ عثمان بن عفان وتمیم الداری وسعید بن جبیر وابو حنیفۃ
(مناقب موفق احمد مکی ص ۲۳۷ ج ۱ مناقب بزازی ج ۱ ص ۲۴۲)
عن عائشۃ قالت قام النبی ﷺ بآیۃ من القرآن لیلۃ
(ترمذی ج ۱ ص ۱)

غرض یہ روایات آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ہیں ان ...
کر جواب دیں اور اس کے بعد کوئی بکواس کریں ورنہ سب سے بہتر خاموشی ہے
ناظرین یہاں پر جواب ختم ہو جاتا ہے۔ رسالہ کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے ...
میرے پاس نہیں ہے چنانچہ شروع میں، میں عرض کر چکا ہوں۔ اگر انصاف ...
نظر سے دیکھا جائے گا تو ان اوراق میں مؤلف رسالہ کے تمام اعتراضات کا ...
ملے گا۔ مؤلف رسالہ نے کوئی علمی تحقیق نہیں کی صرف گالیاں اور بکواس سے ...
ہوا ہے۔ اس لیے ان امور کے جوابات کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر کسی صاحب ...
پاس ہو تو اس کے آگے جوابات کی زیادتی کر کے پورا کردیں۔ اگر میرے ...
پسند نہ ہوں تو نئے سرے سے جواب لکھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام خیر ...

تنبیہ:

میں شروع میں کسی مقام پر عرض کر چکا ہوں کہ امام ذہبی نے امام اعظم ...
"میزان" میں جو تضعیف کی ہے اس کے متعلق میں کسی جگہ پر تحقیق کروں گا۔ ...
میں اس وعدہ کو پورا کر کے جواب ختم کرتا ہوں۔

"میزان الاعتدال" جلد ثالث کے صفحہ ۲۳۷ میں امام صاحب کے بارے ...
عبارت ہے: "النعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنیفۃ الکوفی امام ...
الرای ضعفہ النسائی من جہۃ حفظہ وابن عدی وآخرون وترجم ...
الخطیب فی فصلین من تاریخہ واستوفی کلام الفریقین معدلیہ
ومضعفیہ"

یہ وہ عبارت ہے کہ جس کی وجہ سے غیر مقلدین زمانہ خصوصاً مؤلف رسالہ ...

کو پھاند کرتے ہیں کہ ذہبی نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے اور امام صاحب کی تضعیف میزان میں موجود ہے۔ لیکن ناظرین جس وقت تحقیق و تنقیح کی جاتی ہے۔ اس وقت حق، حق اور باطل، باطل ہو کر رہتا ہے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ترجمہ امام صاحب کا میزان میں کسی دشمن و معاند نے لاحق کر دیا ہے خود امام ذہبی کا نہیں ہے۔ اس کی دلیل روشن یہ ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں خود تصریح کی ہے کہ ائمہ متبوعین کو اس کتاب میں ذکر نہیں کروں گا۔

چنانچہ فرماتے ہیں: "وما کان فی کتاب البخاری وابن عدی وغیرهما من الصحابة فانی اسقطهم لجلالة الصحابة ﷺ ولا اذکرهم فی هذا المصنف اذا کان الضعف انما جاء من جهة الرواة الیهم وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احد الجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری"

(میزان ج۱ ص۲)

کتاب بخاری اور ابن عدی وغیرہ میں جو صحابہ کا بیان ہے میں اپنی اس کتاب میں ان کی جلالت شان کی وجہ سے ذکر نہ کروں گا۔ کیوں کہ روایت میں جو ضعف پیدا ہوتا ہے وہ ان کے نیچے کے رواۃ کی وجہ سے نہ صحابہ کی وجہ سے لہٰذا ان کے تراجم ساقط کر دیئے۔

اسی طرح ان ائمہ کو بھی اس کتاب میں ذکر نہ کروں گا جن کے مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں تقلید و اتباع کی جاتی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری کیوں کہ یہ حضرات اسلام میں جلیل القدر بڑے مرتبہ والے ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق امام کی کنیت بھی باب الکنی میں نہیں ذکر کی۔ علامہ عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی میں بھی اقرار کرلیا ہے کہ ذہبی نے صحابہ اور ائمہ متبوعین کو میزان میں ذکر نہیں کیا۔ "الا انه لم یذکر احدا من الصحابة والائمة المتبوعین" (التعلیق الحسن ص۸۸ حاشیہ آثار السنن)

غرض ان جملہ امور سے یہ ثابت ہوا کہ یہ ترجمہ امام ذہبی نے امام صاحب کا نہیں لکھا بلکہ کسی متعصب نے لاحق کر دیا ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں۔ نیز میزان کے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود ہی نہیں۔ بعض نسخوں کے حاشیہ پر یہ عبارت پائی جاتی تھی۔ اس کو متن میں داخل کر دیا ہے۔

"قلت هذه الترجمة لم توجد في النسخ الصحيحة من الميزان وانما يوجد على هوامش النسخ مطبوعة نقلا عن بعض النسخ المكتوبة فانما هو الحاق من بعض الناس وقد اعتذر الكاتب وعلق عليه هذه العبارة ولما لم تكن هذه الترجمة في نسخة وكانت في اخرى اوردتها على الحاشية" (التعليق الحسن ج۱ ص۸۸)

اس بناء پر کہ یہ ترجمہ الحاقیہ ہے کاتب نے بھی عذر بیان کیا اور حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ بعض نسخوں میں یہ ترجمہ نہیں ہے اور بعض میں ہے اس لیے اس کو میں حاشیہ پر لکھ دیتا ہوں۔ غرض ان جملہ امور سے یہ ثابت ہے کہ یہ ترجمہ الحاقیہ ہے صاحب میزان کا نہیں۔

"فهذه العبارات تنادي باعلى صوت ان ترجمة الامام على ما في بعض النسخ الحاقية جدا" (التعليق الحسن ص۸۸)

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ، عادل، ضابط، متقن، حافظ حدیث، ورع، امام، مجتہد، زاہد، تابعی، عالم، عامل، متعبد ہیں۔ ان کے زمانہ میں ان کے برابر عالم، عامل، فقیہ، عبادت گزار کوئی دوسرا نہ تھا۔ کوئی جرح مفسر نقادان رجال سے ان کے حق میں ثابت نہیں۔ ابن عدی دار قطنی وغیرہ متعصبین کی جرح مع مبہم ہونے کے مقبول نہیں۔ دشمنوں اور حاسدوں کے اقوال کا اعتبار نہیں۔ جو اوراق گزشتہ میں مفصلاً معلوم ہو چکا ہے۔

والحمد لله اولا وآخرا والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله وصحبه واتباعه دائما ابدا.

کتبہ السید مہدی حسن غفرلہ شاہ جہان پوری

السَّیْفُ الصَّارِمُ

لِمُنْکِرِ

شَانِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ

مؤلفہ

مولانا فقیر محمد جہلمیؒ

تلخیص

پیرجی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیرجی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

FREE
PALESTINE

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

چند روز سے لکھنؤ سے ایک رسالہ موسومہ اہل الذکر حسب گستاخ غیر مقلد نے شائع کرنا شروع کیا ہے جس کا اہم مقصد (جیسا کہ اس کے مضامین سے ظاہر ہے) حضرت امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توہین اور مسلمانوں کے سواد اعظم (گروہ کثیر) حنفیوں کی دل آزاری ہے۔ مجھے ایک دوست کے ذریعہ اس کے چند نمبرات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے کسی نمبر میں بھی کوئی علمی یا اخلاقی مضمون نہیں دیکھا۔ بجز اس کے کہ ہر ایک نمبر میں حضرت امام ہمام کی شان والا میں بے ہودہ اور بے جا حملے کیے گئے اور حنفی مسلمانوں کو پانی پی پی کر کوسا گیا ہے۔ ایڈیٹر اہل الذکر کی طرز تحریر اور روش بحث سے ظاہر ہے کہ علمیت سے وہ بالکل بے بہرہ ہے اور تہذیب سے اس کو مطلق مس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ رسالہ اہل الذکر پبلک کی نگاہ میں نفرت و نفرین کا مستحق سمجھا گیا ہے اور اس کے لچر اور دل آزار مضامین سے ہر طبقہ کے مسلمانوں نے بیزاری اور ناراضگی کا اظہار کیا ہے اہل الذکر کی گستاخ اور بے ادبانہ تحریرات سے نہ صرف حنفی ہی مسلمانوں بلکہ اس کے ہم مذہب اہل حدیث مسلمانوں کے بھی دل کانپ اٹھے ہیں اور اگر حنفی مسلمان صبر و حوصلہ سے کام نہ لیتے اور عدالت تک نوبت پہنچتی تو اہل الذکر کا مدیر کب کا واصل جیل ہو گیا ہوتا اور اب بھی اندیشہ ہے کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو آخر عدالت تک نوبت پہنچے گی۔ اہل الذکر کے دل آزار اور فحش مضامین کی نسبت جو رائے اس کے ہم مذہب اہل حدیث نے ایک کثیر الاشاعت اخبار میں شائع کرائی ہے وہ قابل غور ہے جس کو ہم بجنسہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

روزانہ "پیسہ اخبار" لاہور مطبوعہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۸ء میں اہل حدیث امرتسر نے اہل الذکر کے مضامین کی نسبت اپنی منصفانہ رائے یوں درج کرائی کہ:

"ہم اہل حدیث کسی خاص امام کے معتقد نہیں۔ لیکن ہم کو کسی خاص بزرگ ۔
خاص بحث نہیں اور نہ کسی خاص بزرگ سے عداوت ہے۔ ہماری نظر میں تما
مجتہدین اور تمام محدثین بڑے متقی اور واجب التکریم بزرگ تھے۔ اس لیے
مضامین سے نفرت رکھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے جائیں۔
الذکر نے ائمہ مجتہدین کی شان میں جس قدر برے الفاظ سے کام لینا شروع کیا
اس سے ہمارے دل کانپ اٹھے ہیں پس کسی ایمان دار اہل حدیث کا یہ حوصلہ نہیں
کہ اہل الذکر کے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھے۔"

اہل حدیث امرتسر کی تحریر بالا بالخصوص اس حصہ عبارت سے جس پر ہم نے خط کھینچا
ہے امور ذیل کا صریح فیصلہ ہو گیا ہے:

۱...... اہل حدیث مسلمان بھی حنفی مسلمانوں کی طرح ایسے مضامین کو حقارت والی
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے جائیں۔

۲...... اہل الذکر کے مضامین ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے گئے ہیں اور
لیے ان سے اہل حدیث مسلمانوں کو حنفی مسلمانوں کی طرح سخت نفرت ہے۔

۳...... اہل الذکر نے ائمہ مجتہدین کی شان میں سخت برے الفاظ سے کام لینا شروع
کیا ہے اور اس لیے ان سے اہل حدیث مسلمانوں کے دل بھی حنفیوں کی طرح کانپ
اٹھے ہیں۔

۴...... کسی ایمان دار مسلمان (اہل حدیث ہو یا حنفی) کا یہ حوصلہ نہیں کہ اہل الذکر
کے مضامین کو بنظر استحسان دیکھے۔

۵...... جو شخص برخلاف اس کے، اس کے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے وہ
ایمان دار نہیں۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ رسالہ "اہل الذکر" کے مضامین کی نسبت اہل حدیث امرتسر
کی اس زبردست شہادت کے بعد کسی مزید بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ ایسے
شخص کے پھر مضامین قابل جواب ہو سکتے ہیں جن کو نہ بیگانے بلکہ اپنے ہی پھٹکار

ہے ہوں۔ لیکن تاہم بقول شخصے

خدا پنج انگشت یکساں کرد

ممکن ہے کہ کوئی ناواقف مسلمان اہل الذکر کے بے ہودہ مضامین کی وجہ سے مغالطہ میں پڑ جائے یا خود اہل الذکر کا ایڈیٹر اس بات پر مغرور ہو کر ہمیشہ کے لیے گمراہ رہے کہ اس کے کسی مضمون کا کسی نے جواب نہیں لکھا۔ ہداہ علیہ ہم صرف ابتغاءً لمرضاۃ اللہ اپنا یہ فرض سمجھتے ہیں اس لیے اُن کے اباطیل کا قرار واقعی تعاقب کر کے اس کے پورے دلائل کا قلع وقمع کر کے حضرت الامام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل مسلمہ بیان کریں اور ثابت کریں کہ بے شک حضرت امام ہمام رحمہ اللہ آفتاب شریعت تھے اور ان کا مخالف دشمن دین وہ اندھا ہے جو نور آفتاب کا منکر ہے۔

والشمس شمس ولو لم یرہ ضریر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اس وقت میرے سامنے رسالہ اہل الذکر کا وہ نمبر ہے جو بابت ماہ رمضان ۱۳۲۶ھ شائع کیا گیا تھا اور جس میں ابتداء سے انتہا تک حنفیوں اور ان کے امام رحمہ اللہ کو بے نقط گالیاں دی گئی ہیں لیکن ہم اس کی گالیوں سے قطع نظر کر کے صرف اس کے دو مضامین کا جواب لکھیں گے۔

پہلا مضمون وہ ہے جس کا عنوان مہذب ایڈیٹر اہل الذکر نے یوں لکھا ہے:

کیا اہالی اہل بدعت ذریت شیطان نہیں؟

اور دوسرا مضمون جس کا ہیڈنگ "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کا اجتہاد" رکھا گیا ہے۔

پہلے مضمون کا جواب:

واضح ہو کہ پہلے مضمون میں جس کا عنوان پہلے لکھا گیا ہے۔ بے ادب اور غیر مہذب ایڈیٹر اہل الذکر نے ہمارے مقتدیٰ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو جن کی مدح و تعریف میں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ تمام ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اور محدثین کرام رحمہم اللہ رطب اللسان ہیں اور جن کے تابع نہ صرف مسلمانان ہند و پنجاب کا گروہ عظیم ہے جن

کے مقابلہ میں غیر مقلدین آنے میں تنگ بھی نہیں (بلکہ خود والیٔ ملک عرب و حرمین شریفین سلطان روم خلد اللہ ملکہ اور اس کی رعایا برایا ارض عرب وغیرہ کی والی ہے۔) نعوذ باللہ شیطان کا خطاب دیا گیا ہے۔ (والی اللہ المشتکی) اور مسلمانان حنفیہ کرام کثرہم اللہ کو جن میں بڑے بڑے بزرگ اولیاء اور صلحاء وعلماء اہل باطن ہو گزرے ہیں اور موجود ہیں ذریت شیطان کہا گیا ہے اور کوئی وجہ تو ہتک کا باقی نہیں چھوڑا گیا۔ ایڈیٹر اہل الذکر کی اس گستاخی اور بے ادبی کا اجر تو حقیقی کے ہاں ہے جس نے قرآن کریم میں فرمادیا ہے:

اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ۝

البتہ ہم کو ایڈیٹر اہل الذکر کی اس جرأت پر سخت تعجب ہے کہ اس نے کس طرح قصہ کو چھپا کر ایک غلط روایت کی بنا پر کہہ دیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو امام صادق رحمہ اللہ نے معاذ اللہ ایسا خطاب دیا ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اہل الذ اصل عبارت کو جو اس نے اس بارہ میں لکھی ہے پہلے نقل کر دیں اور پھر اس کا جو لکھیں۔ گستاخ اہل الذکر عنوان مذکورہ بالا لکھ کر یوں کہر افشانی کرتا ہے۔" سوال ہے" اس کا جواب جو ہم دیتے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ وہ جواب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے ایک قول کا مفہوم ہے اس سے پر روشن ہو جائے گا کہ لہابیوں کو ذریت شیطان کا خطاب کب ملا ہے اور کس نے ہے اور کیوں دیا ہے اور کیسا ٹھیک دیا ہے اور کیسے معقول الفاظ میں دیا ہے۔ الخ ان میں ہے:

قال ابن شبرمة دخلت انا وابو حنيفة على جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ فقلت هذا الرجل فقيه العراق فقال لعله يقيس الدين برأيه وهو نعمان بن ثابت ولم اعرف اسمه الا ذلك اليوم فقال ابو حنيفة نعم انا ذاك اصلحك الله فقال له جعفر الصادق اتق الله ولا تقل في الدين برأيك فان اول من قاس ابليس اذ قال: "اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِیۡ

نَارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ☆" فاخطاء بقياسه وضلَّ الى ان قال فانا نقف ومن خالفنا فنقول قال الله وقال رسول الله ﷺ وتقول انت واصحابك سمعنا ورأينا فيفعل الله بنا وبكم ما شاء

میں کہتا ہوں کہ اگر اہل الذکر کے ایڈیٹر کی نظر کتب دینیہ پر ہوتی تو وہ کبھی حیات الحیوان ایک گمنام کتاب (۱) کے حوالہ سے ابن شبرمہ کی بے اصل یہ روایت لکھ کر حضرت امام ہمام رحمہ اللہ کی توہین کی جرأت نہ کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر مذکور یا تو کتب دینیہ سے محض نابلد ہے اور یا تعصب کی پٹی اس نے آنکھوں پر مضبوطی سے باندھ رکھی ہے۔ بہرحال ایڈیٹر مذکور کی یہ حرکت نہایت نازیبا ہے کہ اس نے اصل قصہ کو چھپا دیا اور تراش خراش کر کے ابن شبرمہ کی روایت کو پبلک کے سامنے پیش کر کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

اب ہم تمہیں بتائیں کہ اس قصہ کی اصلیت کیا ہے اور اس قصہ سے حضرت امام رحمہ اللہ کی مدح ثابت ہوتی ہے یا ذم؟ سو واضح ہو کہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ کا اصل قصہ بقول ابو مطیع (جو فقہ اور زہد و عبادت میں مشہور امام ہیں اور جنہوں نے چار ہزار مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے امتحاناً استفسار کے لیے جمع کیا تھا۔ جیسا کہ امام کردری کے جمع کردہ مناقب کے صفحہ ۱۸۳ میں مصرح ہے) میزان الشعرانی کے صفحہ ۷۱، ۷۲ میں اس طرح پر لکھا ہے:

وكان ابو مطيع يقول كنت عند الامام ابى حنيفة فى جامع الكوفة فدخل عليه سفيان الثورى ومقاتل بن حيان وحماد بن سلمة و جعفر الصادق وغيرهم من الفقهاء فكلموا الامام ابا حنيفة وقالوا قد بلغنا انك تكثر من القياس فى الدين و انا نخاف عليك منه فان اول من

---

(۱) جس زمانے میں یہ مضمون لکھا گیا تھا یہ اس زمانے کی بات ہے کیوں کہ برصغیر میں حیات الحیوان کچھ عرصہ سے شائع ہوئی ہے۔

قاس ابلیس فناظرهم الامام من بكرة نهار الجمعة الى الزوال و
عليهم مذهبه وقال انى اقدم العمل بالكتاب ثم بالسنة ثم
الصحابة مقدمًا ما اتفقوا عليه على ما اختلفوا فيه وحينئذ اقيس
كلهم وقبلوا يده وركبه وقالوا له انت سيد العلماء فاعف عنا
مضى منا من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله لنا ولكم اجمعين

یعنی ابو مطیع فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت امام ابو حنیفہ
پاس بیٹھا تھا کہ سفیان ثوری اور مقاتل بن حیان اور جعفر صادق اور دیگر فقہاء
کے پاس آئے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کرنے لگے اور کہا کہ ہم کو
کہ آپ دینی امور میں زیادہ کام قیاس سے لیتے ہیں اور یہ بات آپ کے
خوف ناک ہے کیوں کہ پہلا شخص جس نے صرف قیاس سے کام لیا ابلیس تھا
حضرت امام نے روز جمعہ کی صبح سے وقت زوال تک ان سے مناظرہ کیا اور اپنا
ان کو بتایا اور کہا کہ میں سب سے پہلے قرآن پر عمل کرتا ہوں پھر حدیث پر اور
کرام کے فیصلوں پر اور ان کے متفق علیہ فتووں کو مختلف فیہ پر مقدم رکھتا ہوں
کے بعد قیاس سے کام لیتا ہوں پھر سب فقہاء اٹھ کر حضرت امام کے ہاتھ اور
چومنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ تو سید العلماء ہیں ہم نے آپ کے بارہ میں لاعلمی
وجہ سے جو کچھ کہا اس سے معافی مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا ہم تم سب کو
دے۔

حضرات ناظرین اس قصہ کو پڑھ کر انصاف کریں کہ اس میں حضرت امام اعظم
کہاں تک بزرگی ثابت ہوتی ہے اور الٹی الذکر اور اس کے ہم خیالوں کی کیسی
ہوتی ہے حضرت امام کا اپنا مذہب یہ بتانا کہ سب سے پہلے میرا عمل قرآن پر
حدیث پر اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ فتووں پر اور ان سب کے بعد قیاس سے
لیا جاتا ہے کہاں تک مخالفین کا مسکت جواب ہے اور پھر تمام جلیل القدر فقہاء کا
میں سفیان ثوری اور حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اپنی غلطی کا اعتراف کر

• ۔۔۔ امام سے معافی مانگنا اور ان کے دست و پا کو چومنا اور سید العلماء کا خطاب دینا
یہاں تک حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

پس اصل قصہ جو متعصب اور خائن اہل اللہ کرنے چھپا کر ابن شبرمہ کا ادھورا قول نقل کر کے حضرت امام رحمہ اللہ کی توہین کی جرأت کی ہے اسی طرح ایک دوسرے واقعہ کا بیان کتب معتبرہ دینیہ میں موجود ہے اور اس سے بھی حضرت امام رحمہ اللہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کردری کی کتاب (ج ۱ ص ۲۰۸) اور علامہ ابن حجر مکی شافعی کی کتاب "خیرات الحسان" (ص ۵۶) میں ابن مبارک اور امام ائمہ اہل حدیث سے مروی ہے:

عن عبداللہ بن المبارک قال حج الامام ابو حنیفۃ فلقی فی المدینۃ محمد بن علی بن الحسین بن علی الباقر فقال انت الذی خالفت احادیث جدی علیہ السلام بالقیاس فقال معاذ اللہ عن ذلک اجلس فان لک حرمۃ کحرمۃ جدک علیہ السلام علی اصحابہ فجلس وجلس ابو حنیفۃ بین یدیہ وقال اسألک عن ثلاث مسائل فاجبنی فقال الرجل اضعف ام المراۃ فقال المراۃ فقال کم سھم المراۃ قال سھم المراۃ نصف سھم الرجل قال لو قلت بالقیاس لعکست الحکم والثانی الصلوۃ افضل ام الصوم فقال الصلوۃ فقال لو قلت بالقیاس لقلت الحائض تقضی الصلوۃ لا الصوم الثالث البول انجس ام النطفۃ قال البول قال لو قلت بالقیاس لقلت لا غسل من المنی انما الغسل من البول معاذ اللہ ان اقول علی خلاف الحدیث بل اخدم قولہ فقام وقبل وجھہ.

یعنی عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حج کیا اور مدینہ میں محمد باقر رحمہ اللہ بن علی رحمہ اللہ بن حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا کیا تو ہی وہ شخص جس نے میرے نانا ﷺ کی احادیث کی مخالفت کی ہے قیاس کی بنا پر ابوحنیفہ

نے کہا معاذ اللہ ایسا نہیں ہے آپ ذرا بیٹھ جائیں میرے دل میں آپ کی وہی عزت
ہے جو آپ کے نانا پاک ﷺ کی صحابہ کرام علیہم السلام کے نزدیک تھی۔ پھر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا میں آپ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں۔ آپ جواب دیں
پوچھا کہ مرد ضعیف ہے یا عورت؟ آپ نے کہا عورت۔ پوچھا عورت کا کیا حصہ ہے؟
کہا مرد سے نصف۔ کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا تو میں اس کے برخلاف حکم کرتا۔ دو
یہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ آپ نے کہا نماز۔ کہا اگر میں قیاس پر عمل کرتا اور نص کی
مخالفت کرتا تو کہتا کہ حائضہ نماز کو قضا کرے نہ روزہ کو۔ تیسرا یہ کہ بول بہت پلید ہے یا
منی؟ آپ نے کہا بول۔ کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا تو کہتا کہ منی سے نہیں بلکہ بول
سے غسل فرض ہوتا ہے معاذ اللہ میری کیا مجال ہے کہ حدیث کی مخالفت کروں۔
احادیث رسول کا میں خادم ہوں پھر محمد بن علی نے اٹھ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا منہ چوما

اب روایات مندرجہ بالا سے جو معتبر کتب میں ثقہ راویوں کی روایت سے بیان کی
گئی ہیں۔ صاف ثابت ہو گیا کہ اہل بیت نبوی اور فقہاء وقت نے حضرت ا
امام رحمۃ اللہ علیہ کی کمال تعظیم کی اور آپ کو سید الفقہاء کا خطاب دیا۔ اور ادھر ایک غیر اہل اللہ
ہے جو اس جلیل القدر امام کی جس کے ہاتھ اور منہ اہل بیت نبوی نے چومے ہوں اور
علمائے امت محمدیہ کا سردار مانا گیا ہو اور جس کے پیرو اقطاع الارض میں بڑے بڑے
بزرگ اولیاء، اتقیاء، علماء، امراء و سلاطین موجود ہوں۔ کمال گستاخی اور سوء ادبی سے
توہین کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتا ہے۔ او بے ادب انسان کچھ تو اللہ کا خوف کر

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

روایات بالا سے اصلیت قصہ کی تو ظاہر ہو گئی اب دیکھنا یہ ہے کہ ابن شبرمہ کی
روایت جو اہل الذکر نے نقل کی ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے سو اول ہم بڑی دلیل
سے کہتے ہیں کہ ابن شبرمہ کی روایت کو اہل الذکر نے پورا نقل نہیں کیا ہے۔
اصلیت ظاہر ہو جاتی۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر عمل کرنا اور وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى سے الگ

کرنا اہل الذکر اور اس کے ہم خیالوں کا مذہب ہے۔ چنانچہ پچھلے سال کا ذکر ہے کہ ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر نے اپنے ۷ فروری ۱۹۰۸ء کے اخبار میں تمام حنفیوں کو فرقہ مرجیہ میں قرار دینے کی غرض سے غنیۃ الطالبین جیسی مشہور اور متداول کتاب میں سے اپنے مطلب کی عبارت نقل کرتے ہوئے لفظ بعض کا عمداً قصداً ترک کر دیا تھا جس کا تعاقب سراج الاخبار مطبوعہ ۱۸ فروری ۱۹۰۸ء میں ایسے طور سے کیا گیا تھا کہ جس کی شرمساری ان کو عمر بھی نہ بھولے گی خیر یہ معاملہ تو ایک سال کا ہے لیکن اب ایسی ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک متعصبانہ خیانت کی حرکت خود بدولت ایڈیٹر اہل الذکر ہی سے ماہ محرم ۱۳۲۷ھ کے رسالہ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۱ میں حنفی مذہب کے رواج اور کثرت کا سبب بحوالہ کتاب بستان المحدثین ابن حزم کا قول مندرجہ صفحہ... اس طرح پر نقل کرنے میں سرزد ہوئی ہے۔

"قاضی ابو یوسف قضاۃ کل ممالک بدست آوردہ از طرف او قضاۃ می رفتندپس بر ہر قاضی شرط می کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابو حنیفۃ نماید"

حالانکہ اصل عبارت بستان المحدثین کی اس طرح پر ہے:

ابن حزم در جائے نوشتہ است کہ ایں دو مذہب در عالم ازراہ ریاست و سلطنت رواج و امتیاز گرفتہ اند مذہب ابو حنیفۃ و مذہب مالک زیرا کہ قاضی ابو یوسف قضائے کل ممالک بدست آوردہ از طرف او قضاۃ مے رفتند پس بر ہر قاضی (شرط) می کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابو حنیفۃ نماید و در اندلس یحیٰی بن یحیٰی را نزد سلطان آں وقت بحدی مکنت وجاہ حاصل گشت کہ ہیچ قاضی و حاکم بے مشورہ او منصوب نمیشد پس اور غیر ازیاران و ہمذہبان خود را متولی نمی ساخت۔ انتہی

دیکھو آپ کو چونکہ حنفی مذہب کے رواج اور اس کی کثرت کی ملعصت اور مالکی مذہب

کی عظمت وجلالت ثابت کرنی مدنظر تھی۔ اس حالت میں اگر آپ ابن حزم کا پورا قول نقل کرتے تو امام مالک کے مذہب کی اشاعت پر بھی وہی اعتراض آتا جو حنفی مذہب کی کثرت پر آپ ثابت کرنا چاہتے تھے کیونکہ مالکی مذہب کے حامی یحییٰ بن یحییٰ کو بھی سلطان وقت کے پاس اس کا مشیر ہونے کی وجہ سے ایسا مرتبہ حاصل تھا کہ قاضی ابو یوسف کو بوجہ ایک ملازم ہونے کے خواب وخیال میں بھی میسر نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے آپ نے بڑے شدومد سے ابن حزم کا قول اس قدر تو لکھ دیا جو حنفی مذہب کے متعلق تھا اور مالکی مذہب کے متعلقہ حصہ کو بالکل چھوڑ دیا اور اشارہ تک نہ کیا۔ پس جب آپ نے ایک ایسی متداول کتاب میں سے جس کے وجود سے شاذ ونادر ہی کسی حنفی عالم یا غیر مقلد مولوی کا کتب خانہ خالی ہوگا۔ اصل عبارت کے نقل کرنے میں اس قدر خیانت کی ہے تو کیا حیات الحیوان کتاب میں سے پوری عبارت کے نقل کرنے میں آپ نے خیانت نہ کی ہوگی۔ پس اس سے اظہر من الشمس ثابت ہو گیا کہ آپ نے محض فیہ قصہ مذکور میں ابن شبرمہ کا صرف پہلا حصہ جس سے آپ کا مدعا ثابت ہوتا تھا لکھ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ جس سے آپ کے مدعا کی تردید ہو جاتی تھی ضرور ہی ترک کر دیا ہے۔

دوم اگر ہم فرض کر لیں کہ ابن شبرمہ نے ہی آخری حصہ حذف کر دیا ہے تو بھی بموجودگی دوسری معتبر روایات کے ابن شبرمہ کی اس روایت کی کیا وقعت ہو سکتی ہے بالخصوص جب اس امر کی طرف خیال کیا جائے کہ ابن شبرمہ حضرت امام ابو حنیفہ کے ہم عصر اور ہم وطن تھے اور حضرت امام کی وجہ سے ابن شبرمہ اور اس کے دیگر معاصر فقہاء کی بالکل کساد بازاری ہو گئی تھی اور اس وجہ سے ہر وقت دل میں حسد رکھتے تھے۔ چنانچہ کتاب موفق (ج ۲ ص ۴۱) میں یحییٰ بن آدم سے جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ میں سے ہیں اس طرح پر مروی ہے:

سمعت يحيى بن آدم يقول كانت الكوفة مشحونة بالفقه فقهاء ها كثيرة مثل ابن شبرمة وابن ابى ليلى والحسن بن صالح وشريك

واشالهم فكسدت اقاويلهم عند اقاويل ابى حنيفة وسير بعلمه الى البلدان وقضى به الخلفاء والائمة والحكام واستقر عليه الامر.

یعنی یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ کوفہ اہل فقہ سے پُر تھا۔ فقہاء اس میں کثرت سے تھے جیسا کہ ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن صالح اور شریک وغیرہ لیکن ان سب کے اقاویل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقاویل کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم کی تمام بلاد میں شہرت ہو گئی اور آپ کے فتوٰی پر تمام بادشاہوں اور اماموں اور حکام کا عمل درآمد ہو گیا پھر اگر ابن شبرمہ کوئی روایت حضرت امام کے برخلاف بھی لکھ دیں تو ہم معاصرانہ عداوت وحسد پر محمول ہو گا خصوصاً جب دوسری معتبر روایات اس کے برخلاف موجود ہوں۔

سوم بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ قصہ مذکورہ کے بعد حضرت امام جعفر نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ملاقات کے وقت ان کی بڑی عزت کی اور جب وہ چلے گئے تو پیچھے تعریف کر کے ان کو افقہ اہل بلدہ کا خطاب دیا۔ چنانچہ علامہ موفق احمد مکی نے مناقب امام کے (ج ۲ ص ۳۳) میں عبدالعزیز بن ابی رواد سے جو حسن ابن اربعہ کے شیوخ میں سے ہیں اس طرح پر روایت کی ہے:

قال كنا مع جعفر بن محمد جلوسا فى الحجر فجاء ابو حنيفة فسلم وسلم عليه جعفر وعانقه وسائله حتى سأله عن الخدم فلما قام قال له بعض اهله يا ابن رسول الله ما اراك تعرف الرجل فقال ما رايت احمق منك اساله عن الخدم وتقول تعرف هذا ابو حنيفة من افقه اهل بلده

یعنی ''ہم امام جعفر رحمہ اللہ کے پاس حجرے میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ آ گئے اور سلام دیا۔ امام نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور بغل گیر فرما کر مزاج پرسی کی، یہاں تک کہ ان کے خدام تک کو پوچھا۔ جب ابوحنیفہ رحمہ اللہ اٹھ کر چلے گئے تو امام کے اہل میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ اس شخص کو جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تو بڑا ہی احمق ہے اگر میں اس کو نہیں جانتا تھا تو اس کے خادموں کی خیریت کیسے پوچھتا۔ یہ

ابو حنیفہ ہے جو اپنے شہر کے فقہاء میں سے افقہ ہے"

دیکھو اس روایت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اگر حسب روایت ابو مطیع کے فقہاء کوفہ نے جن میں امام جعفر رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ بعد مناظرہ کے امام ابو حنیفہ سے اپنے ماضی خیالات کی اصلاح نہ کر لی ہوتی اور ان کی متفقہ جماعت نے ان کو العلماء کا خطاب نہ دیا ہوتا تو اس کے بعد امام موصوف بقول محدث عبدالعزیز بن ابی رواد کے امام ابو حنیفہ کی اس قدر عزت محض ان کی فضیلت کی وجہ سے کیوں کرتے اور ان کے چلے جانے کے بعد ان کو فقہائے کوفہ سے افقہ ظاہر فرما کر افقہ الفقہاء کا سب سے معزز خطاب کیسے دیتے؟ پس ثابت ہوا کہ ابن شبرمہ کی روایت کو یا تو ایڈیٹر اہل الذکر نے پورا پورا نقل نہیں کیا یا مصنف حیات الحیوان نے ہی اس کا آخری حصہ چھوڑ دیا ہے یا خود ابن شبرمہ ہی نے کسی وجہ سے اس قصہ کو پورا بیان نہیں کیا۔

حنفی مذہب کی کثرت اشاعت کے اسباب

آخر میں ہم لگے ہاتھوں اس اعتراض کی بھی قلعی کھول دیتے ہیں جو ایڈیٹر اہل الذکر نے حنفی مذہب کی کثرت اشاعت پر کیا ہے اور اس کو نمبر ۱ جلد ۲ کے ص ۱۰ میں عنوان (حنفی مذہب کے بارے میں امام ابن حزم کی رائے) سے معنون کیا ہے۔ جس میں پہلے محی الدین ابن عربی کے کشف سے بڑے فخر کے ساتھ ابن حزم کو آسمان پر چڑھایا ہے۔ پھر اس کا وہ قول ادھورا نقل کیا ہے جو بستان المحدثین کے ص ۱۱ میں درج ہے چونکہ ہم وہ قول بتمامہ پیچھے درج کر آئے ہیں اس لیے اس کے مکرر یہاں لکھنے کی کوئی حاجت نہیں۔ صرف اس کے جواب پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اول تو ابن حزم کی یہ رائے کہ حنفی مذہب صرف امام یوسف کی قضاۃ کی وجہ سے مروج ہوا ہے کہ وہ قاضیوں کو امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دینے کی شرط مقرر کر کے بھیجا کرتے تھے آپ کے نزدیک بھی مسلم نہیں ہے۔ کیوں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی اشاعت کی نسبت بھی ابن حزم کی یہی رائے ہے کہ وہ یحییٰ بن یحییٰ شاگرد امام مالک کی وجہ سے مروج ہوا ہے۔ جن کا سلطان وقت کے دربار میں اتنا رسوخ اور مرتبہ و اختیار حاصل تھا

کہ کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہ ہوتا تھا اور حضرت یحییٰ وہی قاضی مقرر
کرتے تھے جو ان کا ہم دم و ہم مذہب ہوتا تھا دوسرے مذہب کا آدمی مقدمات
فیصلوں کے لیے ہرگز قاضی نہ ہو سکتا تھا۔ پس جب کہ آپ نے امام مالک رحمہ اللہ
مذہب کی حمایت کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے: "مگر خدا کا شکر ہے کہ اس
دین اسلام کی پرنور روشنی پھیلانے کے لیے ہر زمانہ میں اہل حدیث کے آفتاب
عالمتاب کو طالع ہی رکھا، یعنی امام مالک، شافعی، احمد، بخاری، مسلم، ابن تیمیہ،
حزم رحمہ اللہ سے لے کر حضرت شاہ اسماعیل شہید اور نذیر حسین محدث دہلوی تک اور
زمانہ میں بھی۔"

تو اس سے اظہر من الشمس ہے کہ ابن حزم کی حنفی مذہب کی نسبت رائے مذکور آ
کے نزدیک بھی مسلم نہیں اور بالکل غیر معتبر ہے اور آپ نے حنفیوں کو محض الزام و
کی غرض سے یہ دھوکہ دہی کی کاروائی کی ہے۔ ورنہ حنفی مذہب کی نسبت تو اس کی را
سے سند پکڑ کر اعتراض کرنا اور مالکی مذہب کی نسبت بالکل اغماض کر جانا کیا معنی
ہے؟

دوم: اگر آپ نے ابن حزم کی بزرگی، ابن عربی کے کشف سے ثابت کرنی چ
ہے مگر علمائے شریعت کے نزدیک اس کی رائے کی کچھ وقعت نہیں اور وہ محض اس
تعصب مذہبی اور اس حسد پہنچی ہے جو اس کو ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے مذہب سے تھا کیوں کہ یہ شخص پہلے امام شافعی رحمہ اللہ کا م
تھا۔ پھر داؤد ظاہری کا معتقد ہوا۔ آخر میں اس نے ربقہ تقلید سے بھی نکل کر خود مج
مقتدی بننے کی ہوس میں چھوٹا منہ بڑی بات بڑے بڑے دعوے اور اختراع شرو
کر یہ [illegible] میں کر کے اپنی از خالی اسند کی مسند مشیخت علیحدہ قائم کرنے اور ا
کبار کی تقلید سے لوگوں کو منحرف کرنے کی غرض سے ایسی ایسی باتیں ان کی طر
منسوب کرنی شروع کیں جو انہوں نے کہی نہ تھیں جس کا نتیجہ حسب مثل مشہور "چا
را چاہ در پیش" یہ ہوا کہ لوگوں نے خود اس کے حال میں اس طرح پر لکھا ہے:

كان من بادية اشبيلية يعرف بابن حزم نشاء وتعلق بمذهب الشافعي ثم انتسب الى داؤد ثم خلع الكل واستقل بنفسه وزعم انه امام الامة يضع ويرفع ويحكم ويشرع ينسب الى دين الله ما ليس فيه و يقول عن العلماء مالم يقولوا تنفيرًا للقلوب عنهم.

پھر صفحہ ۳۳۸ پر اس طرح پر لکھا ہے:

ولقد امتحن هذا الرّجل وشدد عليه وشرّد عن وطنه و جرت عليه امور لطول لسانه واستخفافه بالكبار ووقوعه في ائمة الاجتهاد باقبح عبارة وافظ محاورة وابشع رد

اور نواب صدیق حسن کی کتاب اتحاف النبلاء کے ص ۳۳۶ میں بھی اس کی نسبت یوں لکھا ہے:

"وبود كثير الوقوع در علمائے متقدمين نزديك نيست كه هيچ يكے از زبانش سالم مانده ازيں جهت دلها از دے گر يخت وهدف فقهائے وقت شد و بر بغض اوميل كردند وقول اورارد نمودند و اجماع كردند بر تضليلش و تشنيع نمودند برو ے وتحذير كردند سلاطين را از فتنه او و نهى نمودند عوام را از نزديك شدن بوے واخذ كردن از وے لهذا ملوك ادرا الله احمد واز بلاد بدر كردند"

دیکھو جب کہ ابن حزم کی عداوت وشرارت اور حسد کا ائمہ مجتہدین کی نسبت یہ حال تھا تو پھر اس کی رائے نسبت اشاعت مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وامام مالک رحمہ اللہ جو بالکل خلاف واقع ہے کس طرح قابل التفات ہوسکتی ہے۔

سوم: ابن حزم اور اس کے متبعین کی یہ رائے عقل ونقل کے بھی خلاف ہے اور تمام دنیا کی تواریخ اس امر کی شاہد ہیں کہ کبھی کوئی مذہب محض سلطنت وسیاست سے مسلم، مروج نہیں ہوا۔ اور مشہور قول: "الناس على دين ملوكهم" مذہب کے متعلق نہیں ہے بلکہ وہ صرف طرز تمدن اور فیشن کے متعلق ہے۔

چہارم: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید تو ان کی حیات ہی میں شروع ہو گئی تھی اور زمانہ نے حالات بھی اسی امر کے مقتضی تھے کہ ان کی تقلید فوراً شروع ہو جاتی۔ کیوں کہ جس زمانہ میں امام ہمام نے نشوونما پایا تھا اس وقت علم کی حالت ایک دریائے ناپیدا کنار کی مثال تھی۔ احادیث و روایات کے سلسلہ کے صرف زبانی یاد ہونے سے ان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ لگ رہا تھا۔ علمائے نامدار اور فقہائے امصار استفتاء کے وقت جب اپنی یادداشتہ روایات سے کام نہ لے سکتے تھے، تو اجتہاد سے فتویٰ دیتے تھے۔ مگر اجتہاد و استنباط کا کوئی قاعدہ نہ تھا اور نہ ہی صحیح و ضعیف، ناسخ و منسوخ، عام و خاص، محکم و متشابہ اور ماؤل روایات کی شناخت کا کوئی معیار مقرر تھا۔ اس پر جب امام ابوحنیفہ نے ۱۲۰ ہجری میں بعد وفات اپنے استاد امام حماد کے اہل کوفہ کی التجاء سے مسند تدریس و افتاء پر جلوس فرمایا تو آپ نے اپنے ایک جم غفیر اصحاب کے مشورہ و امداد سے پہلے پہل جس امر کی طرف اپنی ہمت کو مصروف کیا وہ بھی تدوین علم اور اصول فقہ و حدیث کی کارروائی تھی۔ جس نے دوسرے ائمہ کو بھی بیدار کر دیا۔ اور انہوں نے آپ کی تقلید میں تدوین حدیث وغیرہ شروع کر دی۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ کے ص ۳۰ میں امام ابوحنیفہ کی نسبت اس طرح پر لکھا ہے:

انه اول من دوّن علم الشريعة ورتبه ابوابًا ثم تابعه مالك بن انس في ترتيب المؤطا ولم يسبق ابا حنيفة احد لان الصحابة رضی اللہ عنہم والتابعين لم يضعوا في علم الشريعة ابوابًا مبوبة ولا كتبًا مرتبة وانما كانوا يعتمدون على قوة حفظهم فلما رأى ابو حنيفة العلم منتشرًا او خاف عليه الضياع دونه فجعله ابوابًا وبداه بالطهارة ثم بالصلاة ثم بسائر العبادات ثم المعاملات ثم ختم الكتاب بالمواريث وانما بدا بالطهارة والصلوة لانهما اهم العبادات وانما ختم الكتاب بالمواريث لانها اخر احوال الناس وهو اول من وضع كتاب الفرائض وكتاب الشروط ولهذا قال الشافعي رحمہ اللہ الناس عيال على ابي حنيفة في الفقه.

اور غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں بحوالہ مسند خوارزمی سیف الائمہ سائلی سے ا
طرح پر مروی ہے کہ "یہ بات مشہور ہے کہ حضرت امام نے علماء تابعین میں سے چ
ہزار اساتذہ کی شاگردی کی اور علم فقہ و حدیث کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی ا
سے فتویٰ نہ دیا۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے اجازت دی تو آپ جامع مسجد کوفہ
مجلس کے اندر بیٹھے اور ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع ہوئے جن میں سے اعلیٰ
تر و بزرگ تر چالیس شخص تھے جن کو اجتہاد کا رتبہ حاصل تھا سو ان کو آپ نے اپنا مقر
کر کے کہا کہ تم میرے رازدار و غمگسار ہو، میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے
لگام دے کر اور زین کو کس کر تیار کر دیا ہے سو تم میری امداد کرو کیوں کہ لوگوں نے ہما
جہنم کا پل بنایا ہے۔ غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہے یعنی لوگ تو ہم
سے نجات پالیں گے لیکن اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہو گا تو اس کا مواخ
مجھ سے ہو گا۔ پس امام کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے
مشورہ اور مناظرہ و گفتگو کرتے اور ان سے پوچھتے اور جو احادیث و آثار ان کے پاس
ہوتے ان کو سنتے اور جو آپ کو معلوم ہوتے وہ ان کو آگے بیان کرتے اور مہینہ مہینہ
بلکہ زیادہ عرصہ تک رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ جب آخر کو ایک بات ٹھہر
جاتی تو اس قول محقق کو امام ابو یوسف محفوظ کرتے یہاں تک کہ تمام مسائل فقہ کو اس
طرح شوریٰ کر کے ثابت کیا۔ امام اعظم اور اماموں کی طرح بذات خود منفرد نہیں
ہوئے۔ انتہی

شامی شرح درمختار کے ص ۴۲ میں لکھا ہے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ فقہ کا کھیت عبداللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور علقمہ ابن قیس نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس ک
کاٹا اور حماد بن سلیمان رحمہ اللہ نے اس کو مانڈا یعنی بھوسی سے اناج جدا کیا اور ا
حنیفہ رحمہ اللہ نے اس پیسا اور ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسن رحمہ اللہ نے
اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی اس کے کھانے والے ہیں یعنی اجتہاد اور استنباط کا
طریقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام اعظم

سراج الامۃ ابو حنیفہ نے کمال کو پہنچا کر مدون کیا اور بابوں میں مرتب کر کے
کتاب الفرائض وکتاب الشروط تصنیف کیں اور آپ ہی کی پیروی امام مالک
نے موطا میں کی اور محمد بن حسن نے آپ کی روایات کو جمع کر کے فروع کو تنقیح کیا
اور جس قول سے آپ نے رجوع کیا اس کو بیان کر دیا اور جو حوادث ان کے وقت میں
حادث ہوئے انہوں نے فقہ کو مدون کر کے اس قدر کتابیں تصنیف کیں کہ جس سے
ایک عالم کو غیر محتاج کر دیا اور سب لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ انتھی ملخصًا
پس جب کہ امام ابو حنیفہ نے حسب تصریحات بالا اپنے چالیس اصحاب وتلامذہ
کے مشورہ سے جن میں مجتہد، محدث، مفسر، ماہرین لغت، نحوی، عابد، زاہد، متورع
سب قسم کے شامل تھے۔ اصول فقہ وحدیث کو مدون کیا اور قرآن واحادیث اور اقوال
صحابہ کرام وغیرہ میں کمال غور وتدبر سے بڑی کوشش اور عرق ریزی کے ساتھ اجتہاد کر
کے مسائل واحکام کا استنباط کیا پھر اجتہاد بھی ایسا کہ بعض مسائل کی تحقیقات میں مہینہ
مہینہ بھر بلکہ اس سے زیادہ بحث ہوتی رہتی تھی اور بعد قول فیصل کے اس کو امام ابو
یوسف ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ پھر ان روایات کو امام محمد نے اپنی کتب
مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، کتاب الآثار، موطا وغیرہ
وغیرہ میں بڑے اہتمام وانتظام سے جمع کر کے فروع کو ایسے طور سے منقح کر دیا کہ دنیا
کسی اور مجتہد وعالم کی طرف رجوع لانے کی محتاج نہ رہی اور حقیقت میں اس طرز کی
کوشش رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق تھی جو طبرانی نے اوسط میں حضرت
علی سے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

قال قلت یا رسول اللہ ﷺ ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نھی
فما تامرنی قال تشاور والفقھاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رای خاصۃ

اس لیے یہ مذہب حنفیہ جو دراصل ایک کمیٹی کا مذہب تھا اور مخبر صادق کے قول یَدُ
اللہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ سے مؤید تھا۔ ایسا مقبول خاص وعام ہوا کہ اس کے ظاہر ہوتے ہی
سب لوگ اس کے مقلد بنتے گئے یعنی قاضی وحاکم تو اس لیے اس کے پیرو ہوئے کہ

ان کو مقدمات اور حوادثات کے پیش آ جانے پر فیصلہ کے لیے دلائل شرعیہ میں ...
غوض کر کے اپنے اجتہاد سے حکم نکالنے اور سر دردی کرنے کی حاجت نہ رہی ...
لکھا یا مسئلہ مل گیا اگر صریح طور پر نہ ملا تو خود انہیں اصول اور قواعد مدونہ میں ...
کے فیصلہ کے لیے فوراً حکم نکال لیا اور چونکہ اس مذہب پر قاضیوں کے تقرر ...
ان دقتوں و مشکلات سے بھی سبکدوشی تھی جو اس سے پہلے بسا اوقات قاضیوں ...
قاعدہ اجتہاد سے حکم میں اختلاف رائے کے وقت عامہ خلائق کے امن قائم ...
عائد ہو جاتی تھیں۔ اس لیے بادشاہان وقت نے بھی اسی مذہب کی تقلید کی ...
قلمرو ... میں تو اس مذہب کا یہاں تک فروغ ہوا کہ عرب و عجم کے علاوہ تھوڑے ...
عرصہ یعنی خیر القرون میں چین تک بھی جا پہنچا۔

چنانچہ دیگر تواریخ کے علاوہ خود مقتدائے غیر مقلدین نواب صدیق حسن ...
صاحب اپنی کتاب ریاض المرتاض و غیاض الاریاض کے صفحہ ۲۱۶ میں سد سکندر ...
حال بیان کرتے ہوئے اس طرح پر لکھتے ہیں:

در کتاب مسالك الممالك نوشته واثق عباسی خواست تاہر حقیقہ
سد آگاهی یابد فرستاده در صد بست (۲۲۸) و هشت سلام نام
ترجمان را با پنجاه (۵۰) نفر باز ادوراحله به تفحص آن فرستاده از
سامره و ارمینه و بلاد الآن و ترخان گزشته بسر زمینی رسید ند که
ازان بوئے ناخوش مے آمد ده روز دیگر رفتند و بسر زمینی پیوسته
کوهے بنظر ایشان آمد و قلعه که جمعی دران نشسته بودند نام
آبادی نشانی نداشت بست و هفت (۲۷) منزل دیگر طے کردند
بحصنی رسید ند نزدیك کوهی که سد یاجوج در شعب آنجا است
اگرچه بلادش اندك بود اما صحرا و اماکن بسیار داشت محافظان
سد که در آنجا بود ند همه دین اسلام داشتند و مذهب حنفی و زبان
عربی و فارسی میگفتند . الخ .

علوم اس سے مذہب حنفیہ کی قدامت اور اشاعت کا کیسا صریح پتہ ملتا ہے پھر یہ کہنا کہاں انصافی ہے کہ یہ مذہب سلطنت کی مدد سے رواج پذیر ہوا۔ یوں کیوں نہیں کہہ لیا اس مذہب نے اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اوپر ہو چکا ہے پنا گرویدہ بنالیا تھا اور چار دانگ عالم میں اس کا ڈنکا بج گیا تھا۔ اب ایڈیٹر اہل حدیث انصاف سے بتائیں کہ حدود ملک چین میں سد سکندری کے پاس رہنے والے مسلمانوں کو کس صاحب سلطنت نے مذہب حنفیہ کا مقلد بنایا؟ کیا وہاں بھی امام ابو یوسف کی سیاست کا اثر پہنچ گیا تھا؟

الحاصل:

یہ بحث تو درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر آ گئی ہے اب ہم پھر اپنے اصلی مقصد کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات کا یہ بائیں ہاتھ کا کرتب ہے کہ خیانت اور دھوکہ دہی سے عبارات میں تراش خراش کر کے ایسا حصہ تو لکھ دیتے ہیں جس سے عوام کو مغالطہ لگ سکے اور ایسے حصہ کو دانستہ حذف کر دیتے ہیں جس سے بات صاف ہو کر ان کے اعتراض کی خود بخود تردید ہو جائے۔ پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ حیات الحیوان والی عبارت میں ابن شبرمہ کی روایت میں بھی انہوں نے یہی چال اختیار کی ہے اور اگر بالفرض عبارت میں دست اندازی نہ ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے اور مان لیا جائے کہ حیات الحیوان میں ایسا ہی لکھا ہے تو حیات الحیوان کا یہ حوالہ خصم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتا کیوں کہ اس کے متعلق پھر دریافت طلب امر یہ ہوگا کہ حیات الحیوان کیسی کتاب ہے؟ معتبر ہے یا نامعتبر؟ اور کس زمانہ میں کس نے تصنیف کی ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ کتاب شیخ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری الشافعی متوفی ۸۰۸ھ کی تصنیف ہے۔ جس کے مسودہ سے ماہ رجب ۷۷۳ھ میں اس نے فراغت حاصل کی۔ پھر ایسی کتاب جو آٹھویں صدی میں تصنیف کی گئی اور جو کہ کوئی مسند بھی نہیں اس میں ابن شبرمہ کی روایت بلا سند بلفظ قال ابن شبرمہ لکھا جانا اور منقول عنہ کا حوالہ تک نہ ہونا مخالف کے لیے کون سی حجت ہو سکتی ہے علاوہ ازیں یہ کوئی معتبر کتاب نہیں ہے۔

بلکہ کشف الظنون میں اس کتاب کی نسبت لکھا ہے جامع بین الغث والسمین ا
کتاب رطب و یابس کا مجموعہ ہے) پھر ایسے نامعتبر مجموعہ رطب و یابس کتاب ا
روایات سے استدلال کرنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ بلکہ کشف الظنون میں اس ا
کی نسبت جوہری کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ هو نفیس مع كثرة الاسطر ا
وفیه من شیء الی شیء واتوهم ان فیه ما هو مدخول لما فیه
المناکیر

وہ اور بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابن شبرمہ کے بلاسند نقل کردہ قصہ میں
کچھ نہ کچھ تصرف و دخل واقع ہوا ہے اور ضروری اس کتاب میں کثرة الاسطر ا
(چالبازی) کی طرز اختیار کی گئی ہے۔ پھر ایسے چالباز جامع رطب و یابس مصنف ا
پر از مناکیر کتاب کی روایات کا کیا اعتبار ہے بلا آخر ہم اس قصہ کی اصلیت دکھا
کے لیے ایک ایسے بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں جس کو ایڈیٹر اہل الذکر اور اس
تمام غیر مقلد بھائی اپنا مقتدیٰ سمجھتے ہیں وہ کون ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں صا
جو کتاب ''کشف الالتباس'' کے ص ۳۵ پر اس قصہ کی اصلیت بایں الفاظ لکھتے ہیں
''یہ حکایت محمد بن نعمان ملقب بہ شیطان الطاق کی ہے نہ نعمان بن ثابت ابوحنیفہ
کی کیوں کہ یہ لوگ بسبب بے علمی کے عبارت ائمہ کو نہ سمجھتے تھے پس ترتیب کرنا
شرعی کا ان سے ممکن نہ تھا اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا اور ابوحنیفہ
وغیرہ کو بملاحظہ کثرت علم وقوت اجتہاد اجازت دی ہے قیاس کی۔ چنانچہ کتب منہا
رسائل فضائل اہل بیت میں اجازت صادق علیہ السلام کی ابوحنیفہ کے واسطے قیاس کی مص
ہے۔

نواب مرحوم کا یہ قول دیکھ کر اب ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے بھائی بندوں کو تو چلو بھر
پانی ڈال کر ڈوب مرنا چاہیے۔ کہ وہ کس طرح کھلے الفاظ میں ان کی تکذیب کر رہے
ہیں۔ انہوں نے تو فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ یہ قصہ جس کو ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے ہم
خیال حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت سمجھے ہوئے ہیں۔ دراصل امام جعفر صادق

اور ایک شخص محمد بن نعمان کے مابین گزرا ہے جس کا لقب شیطان الطاق تھا۔ اور چونکہ وہ اور اس کے ہم خیال بوجہ بے علمی کے عبارات ائمہ اہل بیت کو سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتے تھے اور باطل قیاس کرتے تھے اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو دریا علم اور قوی الاجتہاد تھے اس لیے ائمہ کرام بالخصوص حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے خود ان کو قیاس کی اجازت بخشی ہوئی تھی۔ پس اب نواب صاحب کی اس تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف حیات الحیوان سے بسبب بعد زمانہ کے سنی سنائی باتوں کی بنا پر یہ فاش غلطی ہوئی کہ اس نے بجائے محمد بن نعمان کے نعمان بن ثابت لکھ دیا اور ایسا ہی دخلت انا و ابو حنیفۃ کا لفظ غلط ایزاد کر دیا۔ تائیے میاں اہل الذکر اب تم کیا کہتے ہو کیا نواب صدیق حسن مرحوم سچے یا تم سچے ہو؟

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

الغرض نواب مرحوم کے اس قول سے ثابت ہو گیا کہ ابن شبرمہ والے قصہ کا مصداق تو ایک دوسرا شخص ہے اور نیز معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا صحیح قصہ وہی ہے جو میزان الشعرانی کے حوالہ سے ہم نقل کر چکے ہیں اور جس سے امام صاحب کی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے دیکھو امام شعرانی وہ محقق اور مستند بزرگ ہیں جن سے سرکردہ غیر مقلدین مصنف دراسات اللبیب نے بھی جابجا سندیں لی ہیں اور ان کے اقوال کو معتبر سمجھا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کا اجتہاد

دوسرے مضمون کا جواب:

اب ہم اہل الذکر کے اس مضمون کا جواب لکھتے ہیں جو اس نے رسالہ اہل الذکر بابت ماہ رمضان ۱۳۲۶ھ میں عنوان بالا سے میاں عبدالعظیم حیدر آبادی کی طرف

سے شائع کیا ہے راقم مضمون نے اپنی دانست میں یہ بڑا مدلل اور لاجواب لکھا ہے
خاتمہ مضمون پر ایڈیٹر اہل حدیث و شحنہ ہند سے بھی استدعا کی ہے کہ اس مضمون کو
بھی ضرور نقل کریں۔ غالباً یہ مضمون حیدرآبادی صاحب کا اندوختہ عمر ہے اور وہ
متاع گراں نمایہ سمجھ کر اپنے غیر مقلد بھائیوں کے سامنے پیش کر کے ان سے داد
چاہتا ہے اس مضمون نے اہل الذکر کے آٹھ صفحوں کو سیاہ کیا ہے۔

ہم نے جہاں تک اس مضمون پر غور کیا ہے اس کو از سرتاپا لغو و بے ہودہ پایا ہے
مضمون نگار اگر جہل مرکب کی مرض میں مبتلا نہ ہوتا اور اس کو اس مضمون کی لغویت
معلوم ہوتی تو اس کو شائع کر کے اپنی فضیحت نہ کراتا۔ کاش وہ خیال کرتا کہ جھوٹ اور
بے ہودہ کہنے سے اپنا منہ ملوث ہوتا ہے اور پاک لوگوں کی شان میں گستاخی کرنے
سے اپنی ہی عاقبت خراب ہوتی ہے۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان کند

مضمون نگار کی غرض و غایت اس مضمون کے لکھنے سے یہ ہے کہ وہ حضرت امام اعظم
ابوحنیفہ ؒ کی نسبت یہ ثابت کرے کہ وہ نہ مجتہد تھے اور نہ محدث، نہ ان کی کچھ
علمیت تھی اور نہ فقاہت۔ حالانکہ تمام اسلامی دنیا شرق سے غرب تک اس بات کی
قائل ہو چکی ہے علم و فقہ اور اجتہاد و محدثیت میں کوئی امام بھی امام ممدوح کے پایہ کو نہیں
پہنچا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون پر بالاستیعاب بحث کر کے اس کی پوری تردید کریں
اور پہلے اس کی عبارت کا خلاصہ نقل کر کے پھر اس کا جواب بالترتیب دیں۔ چونکہ
مضمون نگار معترض وہابی ہے اور راقم مجیب حنفی۔ اس لیے اس کی عبارت کے اوپر لفظ
وہابی اور اپنے جواب کی ابتداء میں حنفی لکھا جائے گا۔ اب ناظرین غور سے سنیں۔(1)

اعتراض:

پہلے یہ غور کرنا چاہیے کہ مجتہد جوان بزرگوں میں گزرے ہیں اور جن کو اب ہم مجتہد

---

(1) ہم نے وہابی کی جگہ اعتراض اور حنفی کی جگہ جواب لکھ دیا ہے۔ (مشتاق)

مانتے ہیں ان کی شان نفس اجتہاد میں کیسی ہے ان کے اجتہاد کو محدثین وقت نے تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ ہم اس اصول پر جہاں تک غور و نظر ڈالتے ہیں امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم رحمہم اللہ وغیرہ مجتہد مانے گئے ہیں ان کے اجتہاد میں کسی عالم محدث کو انکار نہیں۔ ان حضرات کے نفس اجتہاد پر کوئی اعتراض نہیں کر سکا۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد پر اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے۔

جواب:

ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر ہمارے دوست وہابی نے ائمہ ثلاثہ کو تو مجتہد مان لیا ہے اگرچہ ان لوگوں کا اصول تو یہ ہے کہ "من خود پدرم پدر را چہ کنم" ہم خود مجتہد ہیں دوسرے کا اجتہاد کیوں مانیں۔ ہاں ہمارے مہربان حیدر آبادی کے نزدیک ائمہ اربعہ میں سے تین امام تو مسلم الاجتہاد ہیں اور ان کے اجتہاد پر کوئی (حنفی ہو یا وہابی) اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن امام الائمہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو وہ مجتہد نہیں مانتا اور اس پر دلیل یہ گردانتا ہے کہ باقی ائمہ کے اجتہاد سے کسی امام یا محدث کو انکار نہیں، لیکن امام ممدوح کے اجتہاد پر اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے اس کا جواب ہم بجز اس کے کیا عرض کریں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ہمیں تعجب ہے کہ گستاخ وہابی نے کس دلیری سے علی رؤس الاشہاد یہ جھوٹا جملہ لکھ دیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد پر محدثین اور ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے حالانکہ تمام محدثین اور ائمہ ثلاثہ امام ممدوح کی مدح و ثناء میں رطب اللسان ہیں اور موافق و مخالف آپ کے اجتہاد و فقاہت کی تعریف کرتے ہیں۔ اس بارہ میں مخالف کی تکذیب کے لیے ہم پہلے ائمہ ثلاثہ کے اقوال اور بعد ازیں کبار محدثین کی شہادتوں سے ثابت کریں گے کہ حضرت امام امام علم و فقہ، ورع و زہد، اجتہاد و محدثیت میں سب سے بڑھ کر تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی شہادت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم اور فقہ و اجتہاد کے بارہ میں امام مالک رحمہ اللہ کی رائے ذیل میں کتاب کردری (ج ۲ ص ۳۹) میں لکھا ہے: ذکر الصیمری باسناده عن ابن المبارك قال كنت عند مالك اذ جاءه رجل فرفعه فلما خرج قال اتدرون من هذا. هذا ابو حنيفة لو قال هذه الاسطوانة من ذهب لقام بحجته لقد وفق الله تعالى له الفقه حتى ما عليه كثير مؤنة ثم قدم علي الثوري فاجلسه دونه فلما خرج قال هذا سفيان و ذكر فقهه و ورعه

یعنی محدثین کے پیشوا ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو بلند جگہ پر جگہ دی جب چلا گیا تو کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے یہ شخص کون ہے؟ یہ امام ابوحنیفہ ہے (اس کی علمیت کا یہ حال ہے) کہ اگر مثلاً کہہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو دلیل سے اس دعویٰ کو ثابت کر دکھائے۔ اللہ نے اس کو فقہ میں ایسی توفیق بخشی ہے کہ اس میں اس کو کوئی مشکل پیش نہیں ہوتی۔ پھر امام ثوری رحمہ اللہ آئے تو ان کو اس درجہ سے نیچے جگہ دی جب چلے گئے تو کہا یہ سفیان ہے اور ان کی فقاہت اور ورع کا ذکر کیا۔

علامہ موفق بن احمد مکی نے کتاب مناقب ابی حنیفہ رحمہ اللہ (ج ۲ ص ۳۳) میں لکھا ہے:

حدثني اسحق بن ابي اسرائيل سمعت محمد بن عمر الواقدي يقول كان مالك بن انس كثيرًا ما كان يقول بقول ابي حنيفة ويتطلبه وان لم يكن يظهره

یعنی اسحق بن اسرائیل جو ابوداؤد و نسائی کے شیوخ میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اسحق بن عمر واقدی شاگرد امام مالک کہتے تھے کہ امام مالک رحمہ اللہ اکثر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے قول کی تلاش کرتے تھے گو وہ ظاہر نہ بھی کریں۔ پھر اسی صفحہ میں اسحق بن محمد بن عبدالرحمٰن امیر القراء شاگرد امام مالک رحمہ اللہ سے اس طرح پر روایت کی ہے۔

قال كان مالك ربما اعتبر بقول ابی حنيفة فی المسائل

یعنی امام مالک رحمہ اللہ اکثر مسائل میں امام ابو حنیفہ کے قول کو معتبر سمجھتے تھے۔ دیکھو پہلی روایت سے ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ملاقات کے وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تعظیمات کو ملحوظ رکھ کر اپنے سے بلند مرتبہ پر جگہ دی۔ پھر جب سفیان ثوری صاحب آئے تو ان کو ان سے نیچے بٹھایا اور پھر حاضرین کے روبرو امام صاحب کی قابلیت اور قوت استدلال کو اس مبالغہ سے بیان کیا کہ اگر آپ بالفرض ایک امر مستحیل الثبوت پر بھی دلیل قائم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اور دوسری دو روایتوں سے ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ باوجود مجتہد ہونے کے اکثر مسائل کے فیصلہ کے وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تلاش کرتے تھے اور اکثر دفعہ ان کے ہی قول پر فتویٰ صادر فرمایا کرتے تھے ان روایات سے علاوہ اس کے بقول امام مالک رحمہ اللہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کمال مدح و تعریف ثابت ہوتی ہے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کا رتبہ امام مالک سے فضیلت و کمال اور فقہ و اجتہاد میں برتر تھا، اور آپ واقعی امام اعظم تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی شہادت

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے تو حضرت امام ہمام کی جا بجا تعریف و توصیف بیان فرمائی۔ اور ان کی اہلیت و افضلیت کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اپنی کتاب خیرات الحسان کے ص ۳۱ میں لکھا ہے:

عن الربيع قال قال الشافعی ان الناس عيال فی الفقه علی ابی حنيفة ما رايت ای علمت احدا افقه منه.

یعنی ربیع بن سلیمان شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عیال ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے افقہ نہیں دیکھا۔

انہی کی دوسری روایت میں ہے۔ من لم ينظر فی كتبه لم يتبحر فی العلم

ولا یتفقہ

یعنی جس شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں نظر نہیں کی۔ وہ علم وفقہ میں کوئی تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔

نیز کتاب مذکور میں حرملہ بن یحییٰ شاگرد امام شافعی سے روایت ہے:

قال الشافعی من اراد ان یتبحر فی الفقہ فھو عیال علی ابی حنیفۃ انہ ممن وفق لہ الفقہ یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے، امام ابوحنیفہ کا نمک خوار بنے کیوں کہ آپ ہی کو فقہ میں کامل توفیق ملی ہے۔

علامہ کردری نے اپنی کتاب (ج ۲ ص ۱۵۵) میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں لکھا ہے:

"ذکر الدیلمی عن امام شافعی قال جالستہ عشر سنین حملت من کلامہ حمل جمل لو کان کلمنا علی قدر عقلہ ما فھمنا کلامہ ولکنہ کان یکلمنا علی قدر عقولنا"

یعنی دیلمی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی اور ان کی تصنیفات اس قدر پڑھیں جن کو اونٹ اٹھا سکے۔ مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی عقل وفہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کی کلام کبھی سمجھ نہ سکتے۔ لیکن وہ ہم سے ہماری عقل وفہم کے مطابق کلام کرتے تھے۔

نیز کتاب مذکور کے ص ۱۵۰ میں ہے: "ذکر السمعانی عن البویطی عن الشافعی رحمۃ اللہ علیہ قال اعاننی اللہ تعالیٰ فی العلم برجلین فی الحدیث بابن عیینۃ وفی الفقہ بمحمد"

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم میں دو شخصوں سے امداد دی۔ حدیث میں ابن عیینہ اور فقہ میں امام محمد سے۔

اور کتاب درمختار ص ۳۵ میں لکھا ہے: "قال الامام الشافعی من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لھم واللہ ما صرت

فلیها الا بکتب محمد بن الحسن"

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے سیکھے کیوں کہ معانی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں بخدا میں امام محمد کی کتابیں پڑھ کر فقیہ بنا ہوں۔

روایات بالا پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں کس قدر عظمت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کی تھی۔ آپ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ فقہ میں تمام فقہاء اور محدثین حضرت امام ممدوح کی عیال ہیں اور جس کی نظر امام صاحب کی کتب میں نہ ہو وہ فقاہت یا تبحر فی العلم کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا۔ امام صاحب تو بجا خود حضرت امام محمد (جو امام صاحب کے شاگرد ہیں) کے علم کی نسبت امام شافعی صاحب کی یہ رائے (کہ اگر وہ اپنی علمیت کے مطابق کلام کرتے تو امام شافعی جیسے امام مجتہد اس کو سمجھ بھی نہ سکتے اور کہ آپ نے جو کچھ سیکھا ان سے اور ان کی کتابوں سے سیکھا ہے) وہابیوں کو پڑھ کر اگر ذرا بھی شرم اور حیا ہو تو چینی میں پانی ڈال کر ڈوب مرنا چاہیے۔ مگر شرم چہ کتی است کہ پیش مردان بیاید

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے امام صاحب اور ان کے شاگردوں کی نسبت روایات ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں لکھا ہے:

"قال احمد بن حنبل فی حق ابی حنیفة انه کان من العلم والورع والزهد وایثار الاخرة بمحل لا یدرك احد"

یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ کی شان میں کہا ہے کہ آپ علم و ورع و زہد و ایثار آخرت میں ایسے درجہ میں تھے جو کسی کو بھی نہیں ملا۔

علامہ کردری نے اپنی کتاب مناقب (ج ۲ ص ۲۵) میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

(شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کے ذکر میں لکھا ہے: "عن العباس بن محمد قال احمد بن حنبل اول ما طلبت الحدیث ذهبت الیه وطلبته منه ثم كتبتها عن الناس"

یعنی عباس بن محمد سے جو سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے طلب حدیث میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس گیا اور پھر اور لوگوں سے حدیث کو لکھا۔

اب ناظرین روایات بالا کو پڑھ کر حیدر آبادی مضمون نویس کی اس بکواس پر لاحول پڑھیں جو وہ لکھتا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد پر اعتراض رہا ہے ائمہ ثلاثہ تو یہی ہیں جن کی شہادتیں ہم نے مستند کتب سے اوپر لکھ دی ہیں وہ تو سب کے سب امام کے اجتہاد، تفقہ، علم و فضل، زہد و ورع کا اعتراف کر کے اپنے سے بڑھ کر ان کی شان بیان فرماتے ہیں اور ادھر میاں حیدر آبادی اور اس کے ہم خیال وہابی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم امام صاحب کے اجتہاد کو نہیں مانتے اور اس پر دلیل یہ کہ ائمہ ثلاثہ بھی ان کو مجتہد نہیں مانتے کیا اب ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۝

دیگر محدثین کی شہادتیں

ائمہ ثلاثہ کی شہادتیں گزر چکی ہیں اب ہم بطور نمونہ بعض اکابر محدثین کی شہادتیں لکھتے ہیں جنہوں نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی فقاہت و اجتہاد وغیرہ کی تعریف کی ہے سب سے اول امام المحدثین حضرت سفیان ثوری کے جو بقول تقریب التہذیب ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام حجہ تھے اقوال لکھے جاتے ہیں جو کہ امام ہمام کے ہم عصر اور ہم وطن بھی تھے کہ انہوں نے امام صاحب کی عظمت کو کہاں تک تسلیم کیا ہے۔

(۱) سفیان ثوری رحمہ اللہ:

کتاب کردری (ج ۲ ص ۱۰) اور خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں بروایت عبداللہ بن

مبارک رحمۃ اللہ علیہ امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس طرح پر مروی ہے:

"وکان واللہ شدید الاخذ للعلم ذابا عن المحارم لا یاخذ الا بما صح عنہ علیہ السلام شدید المعرفۃ بالناسخ والمنسوخ وکان یطلب احادیث الثقات والاخیر من فعل النبی ﷺ وما ادرک عامۃ العلماء الکوفۃ فی اتباع الحق اخذ بہ وجعلہ دینہ وقد شنع علیہ قوم فسکتنا عنھم بما نستغفر اللہ تعالٰی منہ بل قد کان منا اللفظۃ بعد اللفظۃ قال قلت ارجو اللہ تعالٰی ان یغفر لنا ذلک"

(یعنی ابوحنیفہ بخدا علم کے اخذ میں سخت مستعد اور منہیات کا انسداد کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہو۔ ناسخ و منسوخ کی پہچان میں قوی طاقت رکھتے تھے۔ ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعل رسول مقبول ﷺ کے متلاشی رہتے تھے حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء کوفہ کو متفق پاتے تھے۔ اس سے تمسک پکڑتے اور اسی کو بناء دین و مذہب قرار دیتے تھے۔ قوم نے آپ پر بے جا طعن تشنیع کی اور ہم نے بھی خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں بلکہ ہم سے بھی آپ کے حق میں بعض غلط الفاظ نکلے۔)

عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے

"عن العسکری عن ثابت الزاھد قال کان اذا شکل علی الثوری مسألۃ قال ما یحسن جوابھا الا من حسدناہ ثم یسال عن اصحابہ ویقول ما قال فیہ صاحبکم فیحفظ الجواب ثم یفتیٰ بہ"

یعنی ثابت زاہد شاگرد ثوری جو امام بخاری و ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب امام ثوری کو کسی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو کہتے تھے کہ اس کا بہترین جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس سے ہم حسد کرتے ہیں (یعنی امام ابوحنیفہ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ تمہارے امام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا

ہے پھر جواب کو یاد رکھتے تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (جو شافعی المذہب ہیں) تبییض الصحیفہ ص ۱۲ میں لکھتے ہیں:

"روی الخطیب عن محمد بن المنتشر قال کنت اختلف الی ابی حنیفة والی سفیان فاتی ابی حنیفة فیقول لی من این جئت فاقول من عند سفیان فیقول لقد جئت من عند رجل لو ان علقمة والاسود حضر الاحتاجا الی مثله فاتی سفیان فیقول من این جئت فاقول من عند ابی حنیفة فیقول لقد جئت من عند افقه اهل الارض"

یعنی محمد بن منتشر جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور سفیان دونوں کی خدمت میں مختلف اوقات میں جایا کرتا تھا جب امام ابوحنیفہ کے پاس جاتا تھا تو پوچھتے تھے کہ کہاں سے آیا ہے؟ میں کہتا تھا سفیان کے پاس سے ا... آپ فرماتے تھے کہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے کہ اگر اسود اور علقمہ بھی اس وقت موجود ہوتے تو ایسے شخص کے محتاج ہوتے۔ پھر میں سفیان کے پاس جاتا تھا تو وہ پوچھتے تھے کہ تو کس کے پاس سے آیا ہے میں کہتا تھا کہ امام ابوحنیفہ کے ہاں سے آیا ہوں۔ آپ کہتے تھے کہ تو ایسے شخص کے ہاں سے آیا ہے جس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی فقیہ نہیں ہے۔

قلائد میں لکھا ہے: "قال سفیان الثوری کنا بین یدی ابی حنیفة کالعصافیر بین یدی البازی وان ابا حنیفة سید العلماء"

یعنی سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ سید العلماء ہیں۔

دیکھو امام سفیان ثوری کے یہ اقوال حضرت امام ہمام کی فضیلت، فقاہت، فقاہت اجتہاد، تبحر فی الحدیث کے کیسے زبردست گواہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ کے پرکھنے کا بہت بڑا ملکہ حاصل تھا اور آپ کا مسلک

ان ہی احادیث سے تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور جن کے راوی ثقہ و عادل ہوں اور جن پر آخری فعل نبوی ﷺ و صحابہ کرام ثابت ہو اور کہ امام ثوری باوجود امیر فی الفقہ والحدیث کے مشکل مسائل میں امام موصوف کی ہی تحقیق کو پسند کرتے اور ان کے ہی قول پر فتویٰ دیتے تھے اور آپ کو حجۃ اللہ فی الارض تسلیم کرتے اور آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ایسا سمجھتے جیسا کہ شہباز کے مقابلہ میں چڑیا ہوتی ہے کیا ان اقوال کو دیکھ کر غیر مقلدین شرمندہ نہ ہوں گے جو کہا کرتے ہیں کہ امام صاحب تو اہل الرائے تھے اور ان کے مذہب کی بناء احادیث ضعیفہ پر ہے اور ان کے اجتہاد میں اکثر محدثین کو اعتراض رہا ہے۔ سچ ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

(۲) امام الاعمش رحمہ اللہ:

یعنی سلیمان بن مہران متوفی ۱۴۷ھ جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے "ثقہ، حافظ، عارف بالقراۃ ورع" کے الفاظ لکھے ہیں اور جو کہ ائمہ صحاح کی اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ خیرات الحسان کے ص ۳۳ میں ان کی شہادت امام اعظم رحمہ اللہ کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے۔ "وسئل الاعمش مسئلۃ فقال انما یحسن جواب ھذا النعمان بن ثابت واظنہ بورک لہ فی علمہ" یعنی امام اعمش سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے کہا اس کا اچھا جواب نعمان بن ثابت ہی دے سکتے ہیں اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۶۷ میں لکھا ہے: "وروی الخطیب عن ابی یوسف قال وکان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابی حنیفۃ ما تقول فاجابہ قال من این لک ھذا قال من احادیثک التی رویتھا عنک وسرد لہ عدۃ احادیث بطرقھا فقال الاعمش حسبک ما حدثتک بہ فی مائۃ یوم تحدثنی بہ ساعۃ واحدۃ ما علمت انک تعمل بھذا الاحادیث یا معشر الفقھاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا

الطرفین"

یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے چند مسائل کسی نے پوچھے۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں جب آپ نے جواب دیا تو امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ کو یہ معلوم کہاں سے حاصل ہوئی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں پھر ان متعدد احادیث کو مع سلسلہ اسناد کے بیان کر دیا۔ کیا۔ اس پر امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے حد کر دی ہے جو احادیث میں نے سو دن میں آپ کو بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں سنا دیں مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں۔ اے جماعت فقہاء آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم لوگ دوا فروش ہیں اور اے شخص تو نے تو دونوں طرف (فقہ و حدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا۔

دیکھو ان دو روایات سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کمال فضیلت کی کیسی زبردست شہادت ملتی ہے کہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر امام حدیث ان سے مسئلہ دریافت ہونے پر یہ فرماتے ہیں کہ اس کا احسن جواب تو امام ابو حنیفہ ہی دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں عجیب برکت بخشی ہے اور پھر دوسری روایت میں امام صاحب کے اس کمال کی داد دیتے ہوئے کہ جو سو دن میں احادیث ہم نے بیان کیں آپ نے ایک گھڑی میں ان کا بیان کر دیا پہلے ترجیح فقہاء میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ (فقہاء) اطباء ہیں اور ہم لوگ (محدثین) دوا فروش ہیں۔ پھر امام صاحب کو سید الفقہاء والمحدثین اس دلیل سے قرار دیتے ہیں کہ آپ تو ماشاء اللہ ہر دو کمال رکھتے ہیں یعنی دوا فروش (محدث) بھی اور طبیب (فقیہ) بھی۔ اللہ اکبر امام صاحب کی فضیلت پر اس سے زبردست شہادت کیا چاہیے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(۳) عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ:

متوفی ۱۸۱ھ جن کی تعریف تقریب میں ثقۃ، ثبت، فقیہ، عالم، جواد، مجاھد، جمعت فیه خصال الخیر لکھی ہے اور صاحب اتحاف النبلاء نے لکھا ہے کہ آپ نے امام مالک، سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ چار ہزار شیوخ سے روایت کی اور علم اخذ کیا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ ان کے شاگردوں سے ہیں۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے تھے ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر امام مالک رحمہ اللہ کی شاگردی کی اور ان سے تفقہ حاصل کیا۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت اس طرح سے شہادت دیتے ہیں جو خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"قال ابن المبارك ليس احد احق ان يقتدى به من ابي حنيفة لانه كان اماما تقيًا ورعًا عالمًا فقيهًا كشف العلم كشفا لم يكشفه احد ببصر وفهم وفطنة وتقى"

یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی تقلید کی جائے کیوں کہ وہ ایک امام متقی، متورع، عالم فقیہ تھے جیسا انہوں نے علم کو اپنی بصارت، فہم، ادراک اور اتقاء سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔

دیکھو محدثین کے پیشوا نے کس زور سے امام اعظم کی افضلیت کو دلائل سے ثابت کر کے ضمناً امام مالک رحمہ اللہ متوفی ۱۷۹ھ پر بھی ان کو کامل ترجیح دی ہے حالانکہ امام مالک ان کے آخری استاد تھے اور دستور ہے کہ شاگرد اپنے آخری استاد کو ترجیح دیا کرتے ہیں مگر آپ نے انصاف کو مدنظر رکھ کر صاف صاف فرما دیا کہ کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کی تقلید کی جائے۔ اب یہ شہادت دیکھ کر حیدر آبادی کو چاہیے کہ وہ چپنی میں پانی ڈال کر مر جائے۔ مگر افسوس

شرم چہ کتی است کہ پیش مردان بیاید

(۴) معمر بن راشد (متوفی ۱۵۴ھ):

جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، فاضل کہا گیا ہے اور ترمذی وغیرہ کے لیے اعلیٰ رواۃ سے ہیں تبییض الصحیفہ کے ص ۲۰ میں ان کی شہادت امام اعظم رحمہ اللہ کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے:

"روی خطیب عن عبدالرزاق قال کنت عند معمر واتاہ ابن المبارک فسمعت معمرًا یقول ما اعرف رجلا یحسن التکلم فی الفقہ ویسع ان یقیس و یشرح الحدیث فی الفقہ احسن معرفۃ من ابی حنیفۃ ولا اشفق علی نفسہ من ان یدخل فی دین اللہ شیئًا من الشک مثل ابی حنیفۃ"

یعنی عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس تھا کہ عبداللہ بن مبارک ان کے پاس آئے پھر معمر کہنے لگے کہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ میں اچھی طرح سے کلام کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور فقہ وحدیث کی شرح کی قدرت رکھتا ہو۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ سب باتیں حاصل ہیں اور مجھے سوائے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات کا بہت ڈر رکھتا ہو کہ دین الٰہی میں کسی طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے۔

دیکھو جب ایسی زبردست شہادت سے امام اعظم رحمہ اللہ کا نہ صرف فقیہ اور شارح حدیث اور صائب الرائے ہونا ہی بلکہ ان اوصاف میں بے مثل ہونا ثابت ہے اور یہ کہ آپ جیسا دینی امور میں محتاط اور خائف من اللہ دنیا بھر میں کوئی نہ تھا تو پھر مخالفین کا امام ہمام کے برخلاف زبان طعن دراز کرنے سے بجز اپنی عاقبت خراب کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

(۵) عمرو بن دینار المکی (متوفی ۱۲۶ھ):

جو کبار تابعین سے ہیں اور ان کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقہ، ثبت کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہ کی ابتدائی

حالت میں جو عزت کرتے تھے ان کی نسبت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح لکھا ہے:

"وقال حماد بن زید کنا ناتی عمرو بن دینار فاذا جاز ابو حنیفة اقبل علیه وترکنا نسال ابا حنیفة فیسأله فیحدثنا"

یعنی حماد بن زید جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن دینار کے پاس جایا کرتے تھے پس جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس بات پر ہمیں چھوڑ دیتے کہ امام صاحب سے ہم مسائل پوچھیں۔ پس ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام ابوحنیفہ حدیثیں بتاتے تھے۔

دیکھو عمرو بن دینار جیسے جلیل القدر فقیہ، محدث جو بقول امام ذہبی اپنے زمانہ میں اعلم وقت اور احفظ تسلیم کیے گئے تھے جب امام ہمام کے ابتدائی زمانہ میں ان کی اس قدر عزت کرتے تھے تو انتہائی زمانہ میں جب ہر طرح سے آپ کو کمال حاصل ہو گیا تھا۔ تو وہ امام اعظم اور پیشوائے امت کیوں نہ تسلیم کیے جاتے۔

(۲) مسعر بن کدام رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۳ھ):

جن کی تعریف تقریب التہذیب میں ثقہ، ثبت، فاضل کے الفاظ سے کی گئی ہے اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی رائے خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفة بینه و بین الله رجوت ان لا یخاف ولا یکون فی الاحتیاط لنفسه وقیل له لم ترکت رأی اصحابه واخذت برایه قال لصحته فاتوا باصح منه لا رغب عنه الیه وقال ابن المبارك رایت مسعرًا فی حلقة ابی حنیفة یساله ویستفید منه وقال ما رایت افقه منه"

یعنی مسعر بن کدام نے کہا کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو واسطہ گردانا۔ امید ہے کہ اس کو کچھ خوف اور خطر نہ ہوگا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ

نے اپنے اصحاب کی رائے کو چھوڑ کر ان کی رائے کو کیوں اختیار کیا تو کہا اس لیے کہ ان ہی کی رائے صحیح ہے مگر اس سے زیادہ صحیح دکھلاؤ تو میں اس کو اختیار کر سکتا ہوں۔ (یعنی ان کی رائے سے زیادہ صحیح رائے ملنا محال ہے) ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے مسعر کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوا دیکھا کہ ان سے مسائل پوچھتا اور استفادہ کرتا تھا اور کہتا کہ میں نے آپ سے افقہ کوئی نہیں دیکھا۔

کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۲۲۹) میں لکھا ہے: "عن ابی اسحاق الخوارزمی قاضی خوارزم قال مر مسعر بن کدام بابی حنیفة واصحابه وهم قد ارتفعت اصواتهم فقام عليهم ثم قال هؤلاء افضل من الشهداء والعباد والمتهجدين هؤلاء يجهدون في احياء سنة النبي ﷺ و يجهدون في اخراج الجهال من جهلهم هؤلاء افضل الناس"

یعنی ابو اسحاق قاضی خوارزم کہتے ہیں کہ ایک روز مسعر بن کدام رحمہ اللہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کی مجلس کے پاس سے (جب کہ وہ اپنی آواز مذاکرہ مسائل میں بلند کر رہے تھے) گزرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ پھر کہا یہ لوگ شہیدوں، عابدوں تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں۔ یہ لوگ سنت رسول کریم ﷺ کے زندہ کرنے میں مشغول ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ اکبر!! دیکھو اہل حدیث کے پیشوا حضرت مسعر بن کدام کو امام اعظم کی نسبت کس قدر حسن اعتقاد تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو واسطہ گردان لے اس کو کوئی خوف و خطر نہیں ہوگا اور یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب احیائے سنت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے شہداء اور عابدوں وغیرہ سے افضل ہیں اور یہ کہ اجتہاد اور فقاہت سب اعمال صالحہ سے افضل ہے اور یہ کوئی عمل اس کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

(۷) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی (متوفی ۱۵۰ھ):

جن کی تعریف میں تقریب التہذیب میں ثقۃ، فقیہ، فاضل کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔

خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کا قول اس طرح پر لکھا ہے:

"عن ابن عیینہ قال ابن جریج لما بلغه من علمه وشدة ورعه وصیانته لدینه وعلمه احسبه سیکون له فی العلم شان عجیب وذکر عنده یوم قال اسکتوا انه لفقیه انه لفقیه"

یعنی ابن جریج کو جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علم و ورع اور استقامت دین کا حال معلوم ہوا تو کہنے لگے عنقریب اس شخص کا علم کے بارہ میں عجیب شان ہوگا۔ ایک روز آپ کے سامنے امام ممدوح کا ذکر ہوا کہنے لگے خاموش رہو بالتحقیق وہ فقیہ ہے۔

پھر اسی کے ص ۶۹ میں لکھا ہے: "لما بلغ ابن جریج فقیه مکة وشیخ شیخ الشافعی موته استرجع وقال ای علم ذهب"

یعنی جب ابن جریج فقیہ مکہ کو جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ الشیخ ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے استرجاع کے بعد کہا: آج علم کا ایک بڑا بھاری نشان گم ہو گیا۔

(۸) داؤد الطائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۶۰ھ):

جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقۃ، فقیہ، فاضل کے الفاظ لکھے ہیں اور امام نسائی کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"وذکر عند داؤد الطائی فقال ذاك نجم یهتدی به الساری وعلم تقبله قلوب المؤمنین"

یعنی داؤد طائی کے پاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا تو آپ نے کہا کہ وہ ایک روشن

ستارہ ہیں جس کی روشنی میں سب ہدایت پاتے ہیں۔ آپ ایسے عالم ہیں کہ تمام مومنوں کے دل آپ کو قبول کرتے ہیں۔

(۹) محمد بن اسحاق امام المغازی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۳ھ):

جن کو امام بخاری رحمہ اللہ امیر الحدیث کے لقب سے پکارتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت جو ان کو حسن ظن تھا۔ اس کا حال کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۳۳) پر اس طرح پر لکھا ہے:

"عن یونس بن بکیر یقول قدم محمد بن اسحاق الکوفة فکنا نسمع منه المغازی وربما زار ابا حنیفة فیما بین الایام ویطیل المکث عنده ویجاریه فی مسائل تنوبه"

یعنی یونس بن بکیر جو ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق جب کوفہ آئے تو ہم لوگ اکثر ان سے ذکر غزوات سنا کرتے تھے اور وہ ان دنوں بسا اوقات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زیارت ان کے مقام پر جا کر کیا کرتے تھے اور بہت عرصہ آپ کے پاس ٹھہرتے تھے اور مسائل پیش آمدہ کا ان سے استفادہ کرتے تھے۔

دیکھو یہ وہی محمد بن اسحاق ہیں جن کی حدیث پر مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا دارومدار ہے اور جو بقول امام بخاری رحمہ اللہ امیر الحدیث ہیں۔ ان کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زیارت کو اپنی اقامت کے دنوں میں بار بار جانا اور مسائل پیش آمدہ کی نسبت آپ سے استفادہ کرنا امام صاحب رحمہ اللہ کی فضیلت پر ایسی زبردست دلیل ہے کہ جو مخالفین پر اتمام الحجت ہے کیوں کہ جب وہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کو بڑے پایہ کا محدث مانتے ہیں اور ان کے فعل سے امام صاحب کی اعلیٰ فضیلت کی شہادت ملتی ہے تو پھر غیر مقلدین امام صاحب کی فضیلت سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ سچ ہے: والفضل ما شهدت به الاعداء

(۱۰) شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ):

جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقة، حافظ، متقن کان الثوری یقول

هو امیر المؤمنین فی الحدیث کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ روا
ۃ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی رائے کتاب امام موفق (ج ۲ ص ٦
میں اس طرح پر لکھی ہے:

"عن یحیی بن ادم قال کان شعبة اذا سئل عن ابی حنیفة اطنب
مدحه و کان یهدی الیه فی کل عام طرفة"

یعنی یحیی بن آدم فرماتے ہیں کہ جب بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت حضرت ش
ے پوچھا جاتا تھا تو وہ بہت بڑی تعریف ان کی کرتے تھے اور ہر سال نیا تحفہ ا
ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھیجا کرتے تھے۔

اور خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں اس طرح پر لکھا ہے: "وقال شعبة کان و
حسن الفهم جید الحفظ حتی شنعوا علیه بما هو اعلم به منهم و
سیلقون عند اللہ"

یعنی شعبہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نہایت عمدہ فہم اور تیز حافظہ
لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا۔ جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے وا
لے۔ آخر انہوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی اس بدگوئی کا بدلہ اس وقت ملے گا۔

پھر اسی کے ص ۶۹ میں لکھا ہے: "فلما بلغ شعبة موته استرجع وقال ط
فی الکوفة نور العلم اما انهم لا یرون مثله ابدا"

یعنی "جب شعبہ کو آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو استرجاع کے بعد کہنے لگے آج کو
چراغ علم گل ہو گیا۔ اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر ملنا محال ہے۔"

(۱۱) محمد بن میمون رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۷):

جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور تقریب میں ان کی نسبت ثقة فاضل
الفاظ لکھے ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے شان میں ان کی شہادت خیرات الحسان
ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے: "وقال الحافظ محمد بن میمون لم ی
فی زمن ابی حنیفة اعلم ولا اورع ولا ازهد ولا اعرف ولا افقه

تالله ما سرّني بسماعي منه مائة الف دينار"

یعنی حافظ الحدیث محمد بن میمون کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں علم ورع اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا۔ اور نہ کوئی شخص علم و فقاہت میں ان کا مساوی تھا۔ اللہ کی قسم مجھے ان سے ایک حدیث سن لینے کی خوشی ایک لاکھ دینار کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

دیکھو محدثین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے احادیث رسول اللہ ﷺ کے سننے کے کس قدر مشتاق تھے اور ان سے سنی ہوئی حدیث کی کس قدر قدر کرتے تھے کہ ایک لاکھ اشرفی کے مل جانے سے بھی ان کو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

(۱۲) عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۴ھ):

جو کبار تابعین سے ہیں اور جن کی تعریف میں تقریب میں ثقة فقيه فاضل کے الفاظ لکھے ہیں اور تہذیب میں لکھا ہے:

"هو احد الفقهاء والائمة وكان ثقة عالمًا كثير الحديث انتهت اليه الفتوىٰ بمكة"

اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی (جب کہ ان کی عمر ۳۲ سال کے اندر ہی تھی) جو عزت کیا کرتے تھے۔

اس کی نسبت کتاب امام الموفق (ج ۲ ص ۶۷) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن الحارث بن عبدالرحمٰن قال كنا نكون عند عطاء بن ابي رباح بعضنا خلف بعض فاذا جاء ابو حنيفة اوسع له وادناه"

یعنی "حارث بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے پیچھے واسطے سماعت احادیث کے امام عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھے ہوتے تھے کہ اتنے میں جب ابو حنیفہ رحمہ اللہ آجاتے تو وہ ان کے لیے جگہ فراخ کرا دیتے اور اپنے بہت نزدیک بٹھا لیتے۔"

دیکھو جس شخص کا استاد اس کے زمانہ شاگردی میں ہی اس کی اس قدر عزت و حرمت

کرے اور استاد بھی کوئی معمولی استاد نہ ہو بلکہ اپنے وقت کا ایک مسلم امام و مقتدیٰ ہو اور وہ شاگرد اپنے کمال میں متفق ہونے پر کیوں مقتدائے امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتا۔

(۱۳) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۷ھ):

جن کی نسبت ثقۃ، عابد، امام کے الفاظ تقریب میں لکھے ہیں اور ترمذی کے اہل روات سے ہیں۔ ان کی شہادت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص ۱۹ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"روی الخطیب عن سعید بن منصور قال سمعت فضیل بن عیاض یقول کان ابو حنیفۃ رجلا فقیہا معروفا بالفقہ مشہورا بالورع و کان اذا وردت علی مسألۃ فیہا حدیث صحیح اتبعہ وان کان عن الصحابۃ والتابعین و إلا قاس فاحسن القیاس"

یعنی "سعید بن منصور جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے امام ابوحنیفہ ایک مرد فقیہ تھے جو فقہ اور ورع میں مشہور تھے اگر کوئی ایسا مسئلہ وارد ہوتا کہ اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث مل سکے تو اس پر عمل کرتے تھے اگرچہ وہ صحابہ علاوہ یا تابعین سے ہی مروی ہو۔ ورنہ قیاس کرتے تھے اور اچھا قیاس کرتے تھے۔

(۱۴) سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کی نسبت تقریب میں ثقۃ، حافظ، فقیہ، امام، حجۃ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اہل شیوخ سے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے: "وقال ابن عیینۃ ما رات عینی مثلہ" یعنی ابن عیینہ نے فرمایا کہ میری آنکھ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اور کتاب امام موفق (ج ا ص ۱۹۵) میں مروی ہے:

"عن ابی یعقوب المروزی سمعت ابن عیینہ یقول لم یکن فی زمان

ابی حنیفۃ بالکوفۃ رجل افضل منہ و اورع ولا افقہ منہ"
ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں کوفہ میں کوئی شخص ان سے افضل واورع اور افقہ نہیں تھا۔

(۱۵) یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کی تعریف تقریب میں ثقۃ متقن، حافظ، امام، قدوۃ کے الفاظ سے لکھی ہے:

"وروی الخطیب عن یحییٰ بن معین قال سمعت یحییٰ بن سعید یذھب فی الفتوی الی قول الکوفیین ویختار قولہ من اقوالھم ویتبع رایہ من بین اصحابہ"

یعنی یحییٰ بن معین جو امام جرح وتعدیل ہیں کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو سنا جو کہتے تھے کہ بخدا ہم جھوٹ نہیں کہتے۔ہم نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ صحیح الرائے نہیں سنا۔اور ہم نے اکثر آپ کے اقوال کو ہی لیا ہے۔راوی کہتا ہے کہ یحییٰ بن سعید فتویٰ میں قول کوفیوں ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔اور پھر ان کے قول سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کرتے تھے اور آپ کے اصحاب سے صرف آپ کی ہی رائے پر عمل کرتے تھے۔

کتاب امام موفق (ج ا ص ۱۹۱) میں مروی ہے: "عن یحییٰ بن معین سمعت یحییٰ القطان یقول جالسنا واللہ ابا حنیفۃ وسمعنا منہ وکنت واللہ اذا نظرت الیہ عرفت فی وجھہ انہ یخشی اللہ عز و جل"

یعنی یحییٰ قطان فرماتے ہیں کہ بخدا میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت میں رہا ہوں اور ان سے بہت مسائل سنے ہیں۔اللہ کی قسم میں جس وقت آپ کے چہرہ کو دیکھتا تھا تو اتقاء اور ورع کے آثار نمودار پاتا تھا۔

(۱۶) حفص بن عبدالرحمٰن بلخی (متوفی ۱۹۹ھ):

جن کو تقریب میں صدوق، عابد کہا گیا ہے اور نسائی وابوداؤد کے اعلیٰ شیوخ سے

ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۲۰۰) میں اس طرح پر لکھی ہے:

"قال حفص بن عبدالرحمٰن جالست انواع الناس من العلماء والفقهاء والزهاد واهل الورع منهم فلم ار احدًا فيهم اجمع لهذه الخصال من ابی حنيفة"

یعنی حفص بلخی فرماتے ہیں کہ میں نے ہر قسم کے علماء فقہاء، زہاد اور اہل ورع کی صحبت کی لیکن ان تمام اوصاف کا مجموعہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کوئی نہیں دیکھا۔

(۱۷) حسن بن صالح کوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۹ھ):

جو بقول تقریب ثقة فقيه، عابد اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۸۹) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن احمد بن عبدالله قال الحسن بن صالح كان ابو حنيفة شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ فيعمل بالحديث اذا ثبت عنده عن النبی ﷺ وعن اصحابه وكان عارفًا بحديث اهل الكوفة وفقه اهل الكوفة شديد الاتباع ما كان عليه الناس ببلده وقال كان يقول ان لكتاب الله ناسخًا ومنسوخًا وان للحديث ناسخًا ومنسوخه وكان حافظ لفعل رسول الله ﷺ الاخير الذی قبض عليه مما وصل الی اهل بلده"

یعنی "احمد بن عبداللہ کوفی جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن صالح کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ناسخ ومنسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث وفقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہیں تھے بلکہ ان احادیث سے جو ان کے شہر کے لوگوں کی عمل درآمد میں تھیں شدید

الاتباع تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں اسی طرح احادیث بھی ناسخ منسوخ ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے اس فعل اخیر کے حافظ تھے جس پر آپ نے وفات پائی اور ان کے شہر کوفہ میں پہنچا تھا۔"

(۱۸) جریر بن عبد الحمید کوفی (متوفی ۱۸۸ھ):

جو بقول تقریب کوفہ کے قاضی ثقہ، صحیح الکتاب اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ میں ان کی شہادت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت موفق (ج ۲ ص ۳۵) میں اس طرح مروی ہے:

"عن موسى بن نصر سمعت جريرًا يقول كان المغيرة يقول لي الا احضر مجلس ابي حنيفة و يقول لي الزمه ولا تغب عن مجلسه فانا نجتمع عند حماد فلم يكن يفتح لنا من العلم ما كان يفتح له"

یعنی جریر کہتے ہیں کہ اگر میں کسی دن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا تو مجھ کو حضرت مغیرہ بڑی ملامت کرتے اور فرماتے کہ ان کی مجلس اپنے اوپر لازم کر لو اور کبھی غیر حاضر مت ہو کیوں کہ ہم امام حماد کی خدمت میں جمع ہوتے تھے لیکن جو اسرار علم کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کھلتے ہیں وہ امام حماد سے بھی نہ کھلتے تھے۔

(۱۹) یاسین بن معاذ الزیات:

جو بقول امام ذہبی مندرجہ میزان کوفہ کے کبار محدث فقہاء اور مفتیوں سے تھے، سفیان ثوری سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہوئے تھے۔

موفق (ج ۲ ص ۳۸) میں ان کی شہادت بحق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح پر مروی ہوئی ہے:

"عن وزير بن عبدالله بن سمعت ياسين الزيات بمكة وعنده خلق وهو يصيح باعلى صوته و يقول يا ايها الناس اختلفوا الى ابي حنيفة واغتنموا مجالسة وخذوا من علمه فانكم لم تجالسوا مثله ولن تجدوا اعلم بالحلال واكرام منه فانكم ان فقدتموه فقدتم علمه

فقہاً"

یعنی "وزیر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ یاسین الزیات نے مکہ میں ایک عظیم جماعت کے اندر زور سے پکار کر کہا کہ اے لوگو تم امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کی مجلس میں بیٹھنا غنیمت سمجھو اور ان سے علم حاصل کر و کیونکہ تم ان جیسی مجلس پھر حاصل نہ کر سکو گے اور ان سے حلال و حرام کا بہت جاننے والا کبھی نہ پاؤ گے پس اگر اس وقت تم نے ان کو کھو دیا تو یہ سمجھ لو کہ تم نے بہت علم کھو دیا۔"

(۲۰) حفص بن غیاث القاضی الکوفی (متوفی ۱۹۴ھ):

جو ثقہ فقیہ ہیں اور امام احمد و اسحاق بن راہویہ و ابن مدینی اور یحییٰ بن معین کے استاد اور صحاح کے اعلیٰ روات سے ہیں۔

ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت موفق (ج ۲ ص ۴۰) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن موسی بن سلیمان الجوزجانی سمعت حفص بن غیاث یقول سمعت ابی حنیفة کتبه والاثار فما رایت اذکی قلبًا منه ولا اعلم بما یفسد ویصح فی باب الاحکام منه وفی روایة محمد بن سماعة عن حفص یقول ابو حنیفة نادر من الرجال لم اسمع بمثله قط فی فهمه و نظره"

یعنی "موسیٰ بن سلیمان کہتے تھے کہ میں نے حفص بن غیاث سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کتب و آثار سنے ہیں بس میں نے کوئی ان سے بہت صاف و ذکی قلب نہیں دیکھا اور نہ حلال و حرام احکام کا عالم ان سے بڑا کوئی پایا ہے اور محمد بن سماعہ کی روایت میں ہے کہ حفص فرماتے تھے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ یکتا رجال میں سے ہیں۔ میں نے کوئی فہم و نظر میں ان جیسا ہرگز نہیں سنا۔"

(۲۱) وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ):

جو امام شافعی رحمہ اللہ و احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اساتذہ سے ہیں اور جن کی تعریف تقریب

میں ثقہ، حافظ، عابد کے الفاظ سے لکھی گئی ہے۔ اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ راوی
ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت کتاب امام کردری (ج اص ۰
میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن علی بن حکیم سمعت وکیعًا یقول یا قوم تطلبون الحدیث و
تطلبون تاویله ومعناه وفی ذلك یضیع عمر کم ودینکم وددت
یجمع لی عشر فقه ابی حنیفة"

یعنی "علی بن حکیم سے روایت ہے کہ حضرت وکیع کہتے تھے اے قوم تم حدیث
تلاش کرتے ہو لیکن اس کے معنی کی تلاش نہیں کرتے اور اسی میں اپنی عمر اور دین ضا
کردیتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کا زیادہ نہیں تو دسواں حصہ
میرے پاس جمع ہو جائے۔"

"عن محمد بن طریف قال کنا عند وکیع فقال یا ایها الناس
ینفعکم سماع الحدیث بلا فقه ولا تفقهون حتی تجالسوا اصحاب
ابی حنیفة فیفسروا لکم التاویله"

یعنی "محدث محمد بن طریف جو امام مسلم وغیرہ کے اعلیٰ روات سے ہیں کہتے ہیں
ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے اور آپ حدیث پڑھ رہے تھے پس ناگاہ یک فرمانے لگے
اے لوگو تمہیں صرف حدیث کا سن لینا بغیر فقہ کے کچھ مفید نہ ہوگا اور تمہیں فقاہت
حاصل ہو گی جب تک کہ تم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کی مجلس میں نہ جاؤ
تمہیں اپنے امام کے اقوال کی تفسیر نہ بتائیں حضرت وکیع کے ان اقوال پر غور
ناظرین انصاف سے داد دیں کہ جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کی فقہ پر طعن
کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حدیث کے ہوتے ہوئے ہم کو فتویٰ دینے کے لیے ا
ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول اور فقہ کی کیا حاجت ہے۔ وہ کہاں تک راستی کا ملکہ دین کا
کرتے ہیں۔ حضرت وکیع نے کس صراحت سے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سماع حدیث
بدوں فقہ کچھ مفید نہیں حدیث کے معنی سمجھنے کے لیے علم فقہ کی سخت ضرورت ہے

ہ ف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کے وسیلہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔
اور خیرات الحسان کے ص ۳۱ میں لکھا ہے:

"وقال رجل عند وکیع اخطاء ابو حنیفة فزجره وکیع وقال من یقول هذا کالانعام بل هم اضل بخطئ وعنده ائمة الفقه کابی یوسف و محمد وائمة الحدیث وعددهم وائمة اللغة والعربیة وعددهم وائمة الزهد والورع کالفضیل وداؤد الطائی ومن کان اصحابه هولاء لم یکن لیخطئ لانه ان اخطاء ردوه للحق"

یعنی "ایک شخص نے وکیع بن الجراح کے سامنے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خطاء کی ہے اس پر آپ نے اس کو سخت زجر کی اور کہا کہ جو ایسا کہتا ہے وہ حیوانات بلکہ ان سے بھی بدتر ہے وہ کس طرح خطا کر سکتا ہے جس کے پاس ائمہ فقہ مثل امام ابو یوسف و امام محمد اور ائمہ حدیث (جن کی تعداد بیان کی) اور ائمہ لغت و ادب (پھر ان کی تعداد بتلائی) اور ائمہ زہد و ورع مثل فضیل اور داؤد طائی موجود ہیں پس جس شخص کے اصحاب ایسے اشخاص ہوں وہ کبھی خطا نہیں کر سکتا کیوں کہ یہ لوگ اگر کوئی خطا دیکھتے تو فوراً ان کو حق بات کی طرف متوجہ کر دیتے۔"

دیکھو اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شان والا میں کوئی گستاخی کرے وہ سخت قابل ملامت اور مجلس سے بدر ہونے کے لائق ہے۔ کیا غیر مقلدین اس پیشوا دین رأس المحدثین وکیع بن جراح کی اس زبردست شہادت سے بھی عبرت نہیں حاصل کریں گے؟

(۲۲) ابن ابی لیلیٰ:

یعنی محمد بن عبد الرحمن متوفی ۱۴۸ھ جن کو تذکرۃ الحفاظ میں اہل الدنیا بتایا گیا ہے اور ائمہ اربعہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں باوجودیکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بوجہ ہم عصری کے اکثر ان کے علمی مناقشے رہا کرتے تھے۔ تاہم انہوں نے امام ہمام کی افضلیت و اعلمیت پر جو شہادت دی ہے وہ امام موفق کی کتاب (ج ۲ ص ۳۵) میں اس طرح پر

مروی ہے:

"عن علی بن الجعد قال سمعت ابا یوسف یقول کنا نختلف الی ابن ابی لیلیٰ فوقعت الی منہ جفوۃ فترکت الاختلاف الیہ وجعلت الاختلاف الی ابی حنیفۃ فلقینی ابن ابی لیلیٰ فقال یا یعقوب صاحبک فقلت صالح فقال لی الزمہ فانک لم تر مثلہ فقہًا و علمًا"

یعنی "علی بن جعد کہتے ہیں کہ میں نے ابایوسف کو سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم پہلے ابن ابی لیلیٰ کے پاس حدیث سننے کو جایا کرتے تھے مگر جب میں نے ان سے بےرخی دیکھی تو پھر ان کے پاس جانا چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا اختیار کیا پھر اس کے بعد جو ابن ابی لیلیٰ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھ سے انہوں نے پوچھا یعقوب تیرا صاحب کیسا ہے؟ میں نے کہا صالح ہے اس پر انہوں نے کہا کہ ان کی صحبت لازم پکڑ، کیوں کہ تو ان جیسا علم وفقہ میں کسی کو نہ دیکھے گا۔"

(۲۳) عبدالرحمٰن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، حافظ، عارف بالرجال والحدیث کہا گیا ہے اور تذکرہ میں ہے کہ ابن مدینی کہتے ہیں کہ یہ اعلم الناس بالحدیث تھے اور قواریری کہتے ہیں کو انہوں نے اپنے حافظہ سے بیس ہزار احادیث لکھوائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۳۵) میں اس طرح پر مروی ہے

"عن صدقۃ سمعت عبدالرحمٰن بن مہدی قال کنت نقالا للحدیث فرایت سفیان الثوری امیر المؤمنین فی العلماء وسفیان بن عیینۃ امیر العلماء وشعبۃ عیار الحدیث وعبداللہ بن المبارک صراف الحدیث ویحیی بن سعید قاضی العلماء وابا حنیفۃ قاضی قضاۃ العلماء"

یعنی "صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تو صرف حدیث کا ناقل ہوں۔ میں نے سفیان ثوری کو دیکھا ہے کہ وہ علماء میں امیر المؤمنین ہیں اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء اور شعبہ عیار الحدیث اور عبداللہ

مبارک صراف الحدیث اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء اور ابو حنیفہ قضاۃ العلماء کے بھی قاضی ہیں۔

دیکھو اس شہادت سے امام ابو حنیفہ ؒ کی کس قدر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جن حضرات کی ابن مہدی نے اعلیٰ درجہ کی تعریف کر کے ان پر امام اعظم ؒ کو فوقیت دی ہے وہی حضرات یعنی ہر دو سفیان و ابن مبارک اور یحییٰ قطان بجائے خود امام ہمام کی افضلیت کی شہادت دے چکے ہیں۔

(۲۴) عثمان بن سیار القاضی (متوفی ۱۸۱ھ):

جو کبار محدثین اور امام نسائی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ ؒ کی نسبت ان کی شہادت موفق (ج ۲ص ۴۹) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن اسحاق بن ابراهيم قال سمعت عثمان بن سيار يقول مثل ابي حنيفة مثل الطبيب الحاذق يعرف دواء كل داء"

یعنی "اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن سیار کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ ؒ کی مثال ایک طبیب حاذق کی ہے جو ہر ایک درد کی دوا جانتا ہے۔"

(۲۵) فضل بن موسیٰ السینانی (متوفی ۱۹۲ھ):

جو ثقہ، ثبت اور اسحاق بن راہویہ کے اساتذہ اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ ؒ کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔

موفق (ج ۲ص ۵۰) میں اس طرح مروی ہے:

"عن احمد بن يحيى الباهلي سمعت الفضل بن موسى السيناني يقول كنا نختلف الى المشائخ بالحجاز والعراق فلم يكن مجلس اعظم بركة ولا اكثر نفعًا من مجلس ابي حنيفة"

یعنی "احمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ میں نے فضل بن موسیٰ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم حجاز و عراق میں مختلف مشائخ کی مجلسوں میں حاضر ہوئے ہیں لیکن کوئی مجلس

بہت بابرکت اور فائدہ مند امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس سے پائی نہیں گئی۔

(۲۶) زہیر بن معاویہ الکوفی (متوفی ۱۷۳ھ):

جو ثقہ، ثبت اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور بقول شعیب بن ... مندرجہ تہذیب میں بڑے بڑے علمائے حدیث سے احفظ ہیں۔ ان کی شہادت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت موفق (ج ۲ ص ۲۵) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن خلاد الكوفي قال جئت يومًا الى زهير بن معاوية فقال لي من اين جئت قلت من عند ابي حنيفة فقال والله لمجالستك اياه يومًا انفع لك من مجالستي شهرًا"

یعنی "خلاد کوفی جو ترمذی کے رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک دن زہیر بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھے فرمایا کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کہا ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا خدا کی قسم تیرے لیے ابو حنیفہ کی ایک دن کی مجلس میری ایک مہینہ کی مجلس سے بہت فائدہ مند ہے۔

(۲۷) ابن السماک رحمہ اللہ:

یعنی محمد بن صبیح الکوفی (متوفی ۱۸۳ھ) جو کوفہ کے کبار محدثین اور ہشام بن عروہ کے تمام شاگردوں میں سے ایسے واعظ پر تاثیر تھے کہ بقول امام ذہبی مندرجہ میزان ایک دفعہ انہوں نے جو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں وعظ کیا تو اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ ان کی شہادت اپنے ہم عصر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۳۹) میں اس طرح پر مروی ہے: "عن يحيى بن ايوب العابد سمعت ابن السماك يقول اوتاد الكوفة اربعة سفيان الثوري ومالك بن المغول وداؤد الطائي صاحب ابي حنيفة وابوبكر النهشلي وكلهم جالس ابا حنيفة وحدث عنه"

یعنی "یحییٰ بن ایوب عابد جو مسلم وابوداؤد کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے ابن سماک کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوفہ کے چاروں ستون یعنی سفیان ثوری،

مالک بن مغول، داؤد طائی اور ابوبکر نہشلی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھے اور ان سے حدیث کو سنا۔"

(۲۸ تا ۳۲) مجموعی شہادت:

مندرجہ ذیل پانچ کبار محدثین کی جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت پر شہادت کتاب امام کردری (ج ۲ ص ۱۰۱) میں اس طرح پر منقول ہے:

"ذکر السمعانی عن شداد بن حکیم عن زفر قال کبراء المحدثین مثل ذکریا بن ابی زائدۃ وعبدالملک بن سلیمان واللیث بن ابی سلیم ومطرف بن طریف وحصین بن عبدالرحمن وغیرھم یختلفون الیہ ویسالونہ عمانا بھم من المسائل وما اشتبہ علیھم من الحدیث"

یعنی "حافظ عبدالکریم سمعانی متوفی ۵۶۲ھ جو بڑے محدث و مؤرخ ہیں کہتے ہیں کہ زفر نے کہا ہے کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً زکریا بن ابی زائدہ (متوفی ۱۴۷ھ) عبدالملک بن سلیمان (متوفی ۱۴۷ھ) لیث بن ابی سلیم (متوفی ۱۴۸ھ) مطرف بن طریف (متوفی ۱۴۳ھ) حصین بن عبدالرحمٰن (متوفی ۱۳۶ھ) وغیرہم مختلف اوقات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس جاتے اور ان سے وہ مسائل پوچھتے جو ان کو پیش آتے اور ان شبہات کا حل کراتے جو حدیث کے متعلق ان کو معلوم ہوتے تھے۔

(۳۳) ابوسفیان سعید بن یحییٰ الحمیری (متوفی ۲۰۲ھ):

جو اسحاق بن راہویہ کے اساتذہ اور امام بخاری و ترمذی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت بحق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کردری (ج ۱ ص ۱۰۰) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن ابن ابی شیخ سمعت ابا سفیان بن یحیٰی الحمیری الواسطی یقول انہ حبر الامۃ لھالہ مالم یتھیاء لاحد من کشف المسائل الفقہیۃ وتفسیر الاحادیث المبھمۃ"

یعنی "ابا سفیان فرماتے تھے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس امت کے بڑے امام تھے، مسائل فقہ کے حل کرنے اور احادیث مبہمہ کی تفسیر کرنے میں جو درجہ ان کو حاصل ہوا ہے، کسی کو حاصل نہیں ہوا۔"

(۳۴) نضر بن شمیل النحوی (متوفی ۲۰۳ھ):

جو ثقہ ثبت اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت امام سیوطی کے تبییض الصحیفہ کے ص۳۰ میں اس طرح مرقوم ہے:

"روی الخطیب عن الحسن بن الحارث قال سمعت نضر بن شمیل یقول کان الناس نیاما فی الفقہ حتی ایقظھم ابو حنیفۃ بما فتقہ وبینہ ولخصہ"

یعنی "حسن بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے نضر بن شمیل سے سنا ہے فرماتے تھے کہ لوگ فقہ کے بارہ میں سوئے ہوئے تھے یہاں تک کہ ان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بیدار کر دیا اور تمام امور کو واضح اور بیان اور خلاصہ کر دیا ہے۔"

(۳۵) یحییٰ بن آدم (متوفی ۲۰۳ھ):

جن کی تقریب میں ثقۃ، حافظ، فاضل کے الفاظ سے تعریف کی گئی ہے اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام اعظم کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔

کردری (ج ۱ ص ۹۸):

"عن محمد بن المھاجر سمعت یحیی بن آدم یقول اجتھد فی الفقہ اجتھادا لم یسبق الیہ احد فھدی اللہ سبیلہ وطریقہ وانتفع الخاص والعام بعلمہ"

یعنی "محمد بن مہاجر کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کے بارہ میں ایسا اجتہاد کیا کہ ان سے پہلے کسی سے نہیں ہو سکا اور خدا نے ان کو اجتہاد کا راستہ بتا دیا اور خاص و عام ان کے علم سے مستفید ہوئے۔"

اسی کی (ج ۲ ص ۱۰۳) میں ہے: "عن یحیی بن ادم قال کان جریر بن معاویۃ من الکبراء الکوفۃ فی الحدیث والفقہ اذا ذکرہ عظمہ ومدحہ فقلت لہ مالك اذا ذکرت غیرہ لم تمدحہ مثل ھذا قال لان منزلۃ لیست کمنزلۃ غیر فیما انتفع بہ الناس فاخصہ عندہ ذکرہ لیرغب الناس فی الدعاء لہ"

یعنی "یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ جریر بن معاویہ جو اکابر محدثین وفقہاء کوفہ سے تھے۔ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کرتے تو ان کی عظمت ظاہر کرتے اور تعریف بیان فرماتے۔ میں نے کہا کیا باعث ہے کہ جب کسی اور شخص کا ذکر آتا ہے تو آپ اس کی ایسی تعریف نہیں کرتے۔ فرمایا یہ اس لیے ہے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیوں کہ ان کی کتابوں سے خلق خدا کو نفع عظیم پہنچا ہے پس اس وجہ سے میں ان کے ذکر کے وقت بالخصوصیت مدح کرتا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت ہو"

کتاب موفق (ج ۲ ص ۴۱) میں مروی ہے: "عن اسحاق بن ابی اسرائیل سمعت یحیی بن ادم قال اتفق اھل الفقہ والبصر اللہ لم یکن احد افقہ من ابی حنیفۃ"

یعنی "اسحاق بن اسرائیل کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اہل فقہ اور اہل بصیرت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر اور کوئی فقیہ نہیں ہوا۔"

"عن یحیی بن اکثم سمعت یحیی بن ادم یقول کان کلام ابی حنیفۃ فی الفقہ للہ ولو کان یشوبہ شیء من امر الدنیا لم ینفذ کلامہ فی الافاق کل ھذا النفاذ مع کثرۃ حسادہ ومخالفیہ"

یعنی "یحییٰ بن اکثم سے جو ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ روایت ہے کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کلام محض خدا کے

لیے گئی۔ اگر اس میں ذرا بھی شائبہ کسی دنیاوی امر کا ہوتا تو ان کی کلام ہا ہوں ،
بہت سے حاسدوں اور نقص بیان کرنے والوں کے اطراف و اکناف عالم میں ،
طرح سے ہرگز جاری نہ ہوتی جیسی کہ اب پھیلی ہے۔"

(۳۶) یزید بن ہارون (متوفی ۲۰۶ھ):

جن کی نسبت تقریب میں ثقۃ، متقن، عابد کے الفاظ لکھے گئے ہیں اور ...
میں احد الاعلام الحفاظ المشاہیر لکھا ہے اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ا
حنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق (ج ا ص ۱۹۱) میں اس طرح پر مرو
ہے:

"عن احمد بن اسمعیل البغدادی سمعت یزید بن ھارون سئل متی یحل للرجل ان یفتی فقال اذا کان مثل ابی حنیفۃ قال فقیل له یا ابا خالد تقول مثل ھذا فقال نعم و اکثر من احد افقه منه ولا اورع منه"

یعنی "احمد بغدادی کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ فتویٰ دینے کا ا
شخص مجاز ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسا ہو۔ کسی نے کہا اے ابا خا
آپ ایسا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں بلکہ اس سے بڑھ کر میں نے کوئی شخص امام ا
حنیفہ رحمہ اللہ سے افقہ اور اورع نہیں دیکھا۔"

اور کردری (ج ا ص ۱۰۱) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن عبدﷲ بن ابی لبید قال کنا عند یزید بن ھارون فقال المغیرۃ عن ابراھیم فقال رجل حدثنا عنه علیه السلام فقال یزید یا احمق ھذا تفسیر قوله علیه السلام وما تصنع بالحدیث اذا لم تفھم معناہ ولکن ھمتکم للسماع ولو کانت ھمتکم للعلم لنظرتم فی کتب الامام والتاویله فزجر الرجل واخرجه عن مجلسه"

یعنی "ابن ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ مغیرہ نے کوئی قول
ابراہیم نخعی سے روایت کیا اس پر ایک شخص بول اٹھا کہ ہم کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

چاہیے۔ اس پر یزید نے فرمایا کہ اے احمق یہ بھی تو قول رسول مقبول ﷺ کی تفسیر ہے اور تو حدیث کو کیا کرے گا جب اس کے معنی کو سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن تمہاری ہمت تو صرف روایات کے سننے کی طرف متوجہ ہے اگر تمہاری ہمت علم کی طرف متوجہ ہو تو تم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں اور ان کے اقوال کو دیکھو پھر اس شخص کو سخت زجر کی حتی کہ اپنی مجلس سے ان کو نکال دیا۔''

دیکھو اس پیشوائے محدثین کی پہلی روایت نے تو یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ فتویٰ دینا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا آپ جیسے اہل فقہ ہی کا کام ہے اور کسی کو فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ صرف حدیث دانی بغیر فقاہت کے کوئی کمال نہیں اور کہ اقوال مجتہدین عین تفسیر حدیث ہیں۔ اور یہ کہ جو اشخاص صرف سماع حدیث کی طرف متوجہ ہوں۔ وہ فقہاء کے پایہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ اور علم فقہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں اور ان کے اقاویل کے دیکھنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور کتب فقہ حنفیہ کو حقارت سے دیکھنے والا قابل زجر و توبیخ ہے۔

(۳۷) یحییٰ بن معین (متوفی ۲۱۰ھ):

جو ائمہ محدثین کے اعلیٰ پیشوا ہیں اور جن کی نسبت تقریب میں ثقۃ، حافظ، مشہور، امام الجرح والتعدیل لکھا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کی تعریف میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے:

''قال الامام الحافظ الناقد یحیٰی بن معین الفقهاء اربعة ابو حنیفة وسفیان ومالك والاوزاعی وعنه القراءة عندی قراءة حمزة والفقه فقه ابی حنیفة علی هذا ادرکت الناس''

یعنی ''امام المحدثین یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ فقہاء چار ہیں۔ ابو حنیفہ، سفیان، مالک، اوزاعی رحمہم اللہ اور کہا قرأۃ میرے نزدیک قرأۃ حمزہ کی ہے اور فقہ فقہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی۔ اور میں اس پر تمام لوگوں کو پایا ہے۔''

دیکھو امام یحییٰ نے تمام فقہاء و محدثین پر امام صاحب کی کس طرح ترجیح دی ہے۔

(۳۸) علی بن عاصم (متوفی ۲۱۱ھ):

جو امام احمد و ابن المدینی کے اساتذہ اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں اور بقول تہذیب تیس ہزار سے زیادہ آدمی ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ امام ابوحنیفہ ﷫ کے حق میں ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۴۷) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن ابی العباس سمعت علی بن عاصم یقول لو وزن علم ابی حنیفۃ اھل زمانہ لرجع علم ابی حنیفۃ"

یعنی "علی بن عاصم فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام صاحب کے زمانے کے لوگوں کا امام ابوحنیفہ ﷫ کے علم کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام ہمام کا علم ان کے علم پر غالب آ جائے۔"

"عن محمد بن المهاجر سمعت علی بن عاصم یقول الاقاویل ابی حنیفۃ تفسیر العلم فمن لم ینظر فی الاقاویلہ احل بجھلہ الحرام وحرم الحلال وضل الطریق"

یعنی "محمد بن مہاجر سے روایت ہے کہ میں نے علی بن عاصم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ﷫ کے اقوال علم کی تفسیر ہیں پس جو شخص ان کے اقوال میں مسئلہ نہ دیکھے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر کے اسلام کے راستہ کو گم کر دیتا ہے۔"

دیکھو اس پیشوائے محدثین نے کیسا صریح فیصلہ کر دیا ہے کہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں جو ایک صفحہ صرف فتاویٰ کے لیے مخصوص رکھا ہوا ہے اور اس میں مختلف مسائل کے جواب بلا لحاظ اقوال امام ابوحنیفہ ﷫ کے خود بخود اپنے اجتہاد سے لکھے جاتے ہیں وہ بالکل ناجائز کارروائی ہے کیوں کہ بسا اوقات عدم فقاہت کی وجہ سے حرام کو حلت اور حلال کو حرمت کا فتویٰ دے کر عیب کو صریحاً ضلوا و اضلوا کا مصداق بننا پڑتا ہے۔

(۳۹) ابو عاصم النبیل (متوفی ۲۱۴ھ):

جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقۃ ثبتٌ کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح نے روات سے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے افقہ ہونے کی شہادت اس طرح پر دیتے ہیں۔ کتاب کردری (ج ۱ص ۱۱۶):

"عن بشر بن یحیٰی قیل لابی عاصم النبیل ابو حنیفۃ افقہ ام سفیان قال ھو واللہ افقہ من ابن جریج ما رأت عینی رجلا مثلہ اشد اقتدارًا علی الفقہ"

یعنی "بشر بن یحیٰی سے روایت ہے کہ ابو عاصم نبیل سے پوچھا گیا کہ فقاہت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بڑھ کر ہیں یا سفیان ثوری آپ نے کہا بخدا ابو حنیفہ تو ابن جریج سے بھی افقہ ہیں۔ (جو کہ مکہ میں فقیہ مجتہد تھے) میں نے اپنی آنکھ سے آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو فقہ پر ایسی زبردست قدرت رکھتا ہو۔"

(۴۰) عبد العزیز بن ابی رواد (متوفی ۱۵۹ھ):

جو امام بخاری اور سنن اربعہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ اور تقریب میں ان کو صدوقٌ، عابدٌ لکھا گیا ہے۔ ان کا قول امام اعظم کی نسبت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"وقال الحافظ عبد العزیز بن ابی رواد من احب ابا حنیفۃ فھو سنی ومن ابغضہ فھو مبتدع وفی روایۃ بیننا وبین الناس ابو حنیفۃ فمن احبہ وتولاہ علمنا انہ من اھل السنۃ ومن ابغضہ علمنا انہ من اھل البدعۃ"

یعنی "عبد العزیز بن رواد فرماتے ہیں کہ جو شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے محبت رکھتا ہو وہ تو سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مبتدع ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم میں اور لوگوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا سوال ہے جو ان سے محبت اور دوستی رکھتا ہو ہم اس کو اہل السنۃ سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہو ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔"

"وقال ابراهيم بن معاوية الضرير من تمام السنة حب ابى حنيفة وقال كان يصف العدل ويقول به ويبين للناس سبيل العلم واوضح لهم مشكلاته"

یعنی "ابراہیم بن معاویہ کا قول ہے کہ سنت وجماعت کا کمال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی محبت سے ہوتا ہے آپ نے طریق عدل بیان کر دیا اور اس پر فتویٰ دیا اور لوگوں کے لیے علم کا راستہ بتادیا اور ان کی تمام مشکلات کو آسان کر دیا۔"

دیکھو ان پیشوائے محدثین نے تو اس بات کا فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بغض رکھنے والا شخص ہرگز اہل سنت سے نہیں بلکہ وہ بدعتی فرقہ سے ہے۔

(۳) عبداللہ بن داؤد الخریبی (متوفی ۲۱۳ھ):

ثقۃ، عابد اور امام بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص ۱۴ میں اس طرح پر مروی ہے:

"روى الخطيب عن محمد بن سعد الكاتب قال سمعت عبد الله بن داؤد الخريبى يقول يجب على اهل الاسلام ان يدعوا الله لابى حنيفة فى صلاتهم قال وذكر حفظ عليهم السنن والفقه"

یعنی "محمد بن سعد جو مسلم اور سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد کو یہ کہتے سنا ہے کہ تمام اہل اسلام پر فرض ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے دعا کیا کریں۔ پھر اس بات کا ذکر کیا کہ امام موصوف نے اہل اسلام کے لیے حدیث وفقہ کو پورے طور پر محفوظ کر دیا ہے۔"

خیرات الحسان کے ص ۳۶ میں ہے: "وقيل لبعض الائمة مالك تخص ابا حنيفة عند ذكره بمدح دون غيره قال لان منزلته ليست كمنزلة غيره فيما انتفع الناس بعلمه فاخصه عند ذكره ليرغب الناس بالدعاء له"

یعنی "بعض اماموں کو جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف کرتے یہ کہا گیا کہ آپ ان کی

اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں جو دوسرے اماموں کی نہیں کرتے فرمایا اس لیے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیوں کہ ان کے علم نے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔ پس میں اس لیے ان کے ذکر کے وقت خصوصیت سے ان کی تعریف کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت پیدا ہو۔"

(۴۲) مکی بن ابراہیم (متوفی ۲۱۵ھ):

جو ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص ۱۴ پر اس طرح پر مروی ہے:

"روی الخطیب عن اسمٰعیل بن محمد الفارسی قال سمعت مکی بن ابراھیم ذکر ابا حنیفۃ فقال کان اعلم اھل زمانہ"

یعنی "اسماعیل فارسی کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ذکر میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ اپنے تمام اہل زمانہ سے زیادہ عالم تھے۔ موفق (ج ا ص ۲۰۲) میں لکھا ہے:

"ھو مکی بن ابراھیم البلخی امام بلخ دخل الکوفۃ ۱۳۰ھ و لزم ابا حنیفۃ و سمع منہ الحدیث والفقہ و اکثر عنہ الروایۃ و کان یحب ابا حنیفۃ حبًا شدیدًا"

یعنی "یہ مکی بن ابراہیم بلخی امام بلخ ہیں جو کوفہ میں ۱۳۰ھ میں داخل ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے حدیث وفقہ سنی اور اکثر ان سے روایت حدیث کی۔ ان کو امام ممدوح سے سخت محبت تھی۔

(۴۳) خلف بن ایوب العامری (متوفی ۲۱۵ھ):

جو فقیہ محدث امام ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق کی کتاب (ج ۲ ص ۴۰) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن وھب بن ابراھیم القاضی قال خلف بن ایوب الکوفی کنت اختلف الی مجالس العلماء فربما سمعت شیئًا لا اعرف معناہ فیفھمنی

ذلك فاذا انصرفت الی مجلس ابی حنیفة سألته عما كنت لا ادرہ
فيفسر لی ذلك فدخل فی قلبی من بیانه وتفسيره النور"
یعنی" خلف بن ایوب کہتے ہیں کہ میں مختلف علماء کی مجالس میں حاضر ہوتا تھا، وہ
باتیں ایسی سنتا تھا جن کے معنی نہ پہچانتا تھا جس سے مجھ کو تسکین حاصل ہوتی تھی،
جب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں آتا اور ان سے اس کے معنی دریافت کرتا
تو آپ کے بیان اور تفسیر سے میرے دل میں روشنی داخل ہو جاتی۔
(۴۴) علی بن المدینی (متوفی ۲۳۴ھ):
استاذ امام بخاری رحمہ اللہ جن کی نسبت صاحب تقریب نے لکھا ہے ثقة، ثبت، امام
اعلم اهل عصره بالحدیث وعلمه حتی قال البخاری ما استصغر
نفسی الا عنده (یعنی یہ بڑے ثقہ امام ہیں جو علم حدیث میں اپنے زمانہ کے
محدثین سے اعلم تھے۔ حتی کہ بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بغیر ابن مدینی
کے کسی کے پاس حقیر نہیں سمجھا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں ان کی شہادت لمرات
الحسان کے ص ۷۶ میں اس طرح مرقوم ہے:
"قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن
المبارك وحماد بن زید وهشام ووكيع وعباد بن العوام وجعفر بن
عون وهو ثقة لا باس به"
یعنی" علی بن مدینی نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک
اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون رحمہم اللہ نے (جو
کے سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحاح ستہ کے مروی عنہ ہیں) روایت حدیث لی اور
وہ ثقہ لا باس بہ ہیں۔
دیکھو امام بخاری کے جلیل القدر استاد کی شہادت نے کیسے صاف طور پر ثابت کر دیا
کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ثقاہت میں کوئی بھی احتمال نہیں ہے اور ان سے مسلم ائمہ
حدیث نے روایت کی ہے۔

(۴۵) امام اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ):

جن کو تقریب میں ثقہ، حافظ، مجتہد کہا گیا ہے اور تہذیب میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے کہ میں اسحاق کا نظیر نہیں جانتا اور وہ ہمارے نزدیک ائمہ مسلمین سے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۵۸) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن علی بن اسحق بن ابراهيم الحنظلی سمعت ابی یقول ما رایت احدا اعلم بالاحکام القضايا من ابی حنيفة"

یعنی "علی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اسحٰق بن ابراہیم بن راہویہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا احکام وقضایا کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔"

(۴۶) عبید بن اسباط (متوفی ۲۵۰ھ):

جو ترمذی و ابن ماجہ کے شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سید الفقہاء ہونا تسلیم کرتے ہیں چنانچہ کتاب موفق (ج ۲ ص ۴۳) میں اس طرح پر مروی ہے:

"حدثنی عبيد بن اسباط قال كان ابو حنيفة سيد الفقهاء ولم يغمز فی دينه الا حاسدا وباغی شر"

یعنی "عبید بن اسباط فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سید الفقہاء تھے۔ اور امور دین میں آپ کی نسبت جو نکتہ چینی کرے وہ حاسد یا شریر سمجھا جائے گا۔"

الغرض ہم کہاں تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ائمہ محدثین رحمہم اللہ کی شہادتیں پیش کرتے جائیں یہ تو ایک ناپیدا کنار ہے۔

اب ناظرین خود یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان ۴۹ زبردست شہادتوں نے کس صراحت سے امام الائمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سید الفقہاء، کامل الاجتہاد ہونا ثابت کر دیا ہے اور یہ کہ اتقاء ورع وزہد میں آپ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں۔ اور آپ وہ نجم الہدایت تھے کہ آپ سے عام وخاص خلق خدا نے فیض کثیر حاصل کیا اور تمام اکابر محدثین آپ ہی سے مشکل مسائل میں مدد لیتے اور آپ کے قول پر فتوے دیتے تھے اور آپ اپنے اہل

زمانہ میں اعلم والفقہ واعرف افضل من الکل تسلیم کیے جاتے تھے اور فقہاء ومحدثین نے فیصلہ کر دیا تھا کہ علم وفقہ کا حاصل ہونا اسی شخص کو میسر ہو سکتا ہے کہ جس کو آپ کی کتب اور اقاویل میں نظر ہو اور آپ کے شاگردوں کی مجلس میں بیٹھنے کا اس کو فخر حاصل ہو اور محدثین نے یہ بھی مان لیا تھا کہ کوئی دوا فروش (محدث) ہے کوئی طبیب (فقیہ) لیکن امام صاحب ہی وہ وجود باجود ہیں۔ جن کو یہ دونوں منصب حاصل ہیں اور یہ کہ امام صاحب کا عمل ایسی احادیث پر ہوتا تھا جو صحت کے میزان میں پوری اتری ہوں اور جن کے رواۃ سب کے سب عادل وثقہ ہوں اور جن پر آخری عمل رسول مقبول ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ہوا ہو۔ اب وہ شخص دشمن انصاف ہے جو باوجود ایسی زبردست شہادتیں دیکھنے کے پھر بھی امام ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور فقہ واجتہاد میں کلام کرے۔ ہم میاں محمد عظیم حیدرآبادی سے پوچھتے ہیں کہ ایمان سے بتاؤ تمہارا یہ کہنا کہ ''اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو امام صاحب کے اجتہاد پر اعتراض ہے'' ایک سیاہ جھوٹ ہے یا نہیں؟ کیا اب تمہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئے گی کہ ''اجتہاد کی شرائط میں بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پورے نہیں اترتے اور فقہ میں بھی امام صاحب کی رائے کچھ ٹھیک نہیں۔'' جب کہ اقوال ائمہ محدثین تمہاری روسیاہی کے لیے کافی تعداد سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اور شہادت کبار محدثین سے یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ جو شخص امام ہمام کی نسبت ایسے خیالات رکھتا ہو وہ کالانعام بل ھم اضل سبیلا کے گروہ میں شمار ہونے کے لائق ہے غالباً ہمارے دوست کی کنیت ابوالنعیم بھی کالانعام کی طرف ہی رہبری کرتی ہے انصاف ناظرین کی تسلی کے لیے امام صاحب کی فضیلت کے ثبوت میں ۴۹ جلیل القدر پیشوایان دین کی شہادتیں جو اوپر نقل ہو چکی ہیں کافی ہیں۔

اب ہم آپ کی توجہ ان میں سے بالخصوص شہادت نمبری ۳۰ کی طرف دلانی چاہتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ اہل سنت واہل بدعت کی شناخت کا معیار ہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حب وبغض ہے۔ جس کو آپ سے محبت ہوگی وہ اہل سنت ہے اور جو

آپ سے بغض رکھتا ہو وہ لامحالہ اہل بدعت میں داخل ہے۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ وہابی حضرات بقول مشہور "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" خود تو اہل سنت اور اہل حدیث بنتے ہیں اور پیروان امام ممدوح کو معاذ اللہ تعالیٰ اہل بدعت قرار دیتے ہیں۔ لیکن محدثین کا فیصلہ اس کے برعکس ہے۔ عبدالعزیز رواد جن کا یہ قول ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ من احب ابا حنیفة فھو سنی ومن ابغضه فھو مبتدع کوئی معمولی شخص نہیں ہیں بلکہ امام بخاری اور اصحاب سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں اور ان کا قول وہابیوں پر حجت قطعی ہے اور ایسا ہی ابراہیم بن معاویہ بھی بہت بڑے پایہ کے محدث ہیں۔ جن کا قول ہے: "من تمام السنة حب ابی حنیفة" اور ان ہر دو اقوال سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ امام صاحب کے بدخواہ اور آپ کے حق میں بدگوئی کرنے والے (وہابی) ہرگز اہل سنت وجماعت میں شمار نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ بقول محدثین مبتدع ہیں پھر تعجب ہے کہ

برعکس نہند نام زنگی کافور

یہ اپنے آپ کو اہل السنۃ، اہل الحدیث کہتے ہیں اور پیروان امام الائمہ کو بدعتی بتاتے ہیں۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اخیر کی روایت نمبر ۳۶ ثابت کرتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت صرف دو قسم کے لوگوں ہی نے نکتہ چینی کی ہے یا تو وہ جو ان کے رتبہ سے جاہل ہیں یا جو محض باغی شریر ہیں۔

اور دوسری روایتوں نمبر ۳۵ اور نمبر ۳۶ سے ثابت ہوا کہ اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں جناب امام کے حق میں دعائے خیر کیا کریں۔ کیوں کہ آپ سے جو نفع کثیر اہل اسلام کو ہوا ہے اس کا مقتضاء یہی ہے کہ ہم آپ کا احسان نہ بھولیں اور خصوصیت سے نماز میں آپ کے لیے دعا کرتے رہیں۔ "هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝" اس امر کا مزید ثبوت کہ جناب امام کے حق میں دعا کرنا اور آپ کی تعظیم

وتکریم کرنا اہل اسلام کا فرض ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فعل سے ملتا ہے کہ آپ امام ممدوح کے مزار پر انوار پر دعا کے لیے جایا کرتے اور وہاں جب کبھی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا تو ایسا کوئی فعل نہ کرتے تھے جو آپ کے مذہب کے خلاف ہو اور اس سے آپ کو امام صاحب کی تعظیم اور ادب منظور تھا۔ جیسا کہ خیرات الحسان کے ص ۶۹ میں لکھا ہے:

"اعلم انه لم يزل العلماء و ذو الحاجات يزورون قبره و يتوسلون عنده في قضاء حوائجهم و يرون نجح ذلك منهم الامام الشافعي لما كان ببغداد فانه جاء عنه انه قال (۱) اني لاتبرك بابي حنيفة واجئ الى قبره فاذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت الى قبره وسالت الله عنده فتقضى سريعا وذكر بعض المتكلمين على منهاج النووي ان الشافعي رحمۃ اللہ علیہ صلى الصبح عند قبره فلم يقنت فقيل له لم قال تادبا مع صاحب هذا القبر وذكر ذلك غيره ايضا وزاد انه لم يجهر بالبسملة"

یعنی "ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کرتے اور حضرت امام کو وسیلہ قضائے حاجت گردانتے تھے جن میں سے امام شافعی بھی تھے جب کہ وہ بغداد میں تھے۔ ان کا قول ہے کہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے ان کی قبر پر جایا کرتا ہوں۔ اور جب کوئی حاجت پیش آ جائے تو (۲) دو رکعت نماز پڑھ کر آپ کی قبر پر جا کر خدا سے دعا کرتا ہوں اور حاجت جلدی پوری ہو جاتی

---

(۱) امام موفق نے اپنی کتاب جلد ۲ کے صفحہ ۱۹۹ میں چار طرق کے ساتھ علی بن میمون شیخ امام نسائی و ابن ماجہ سے امام شافعی کا یہ قول روایت کیا ہے۔

(۲) ترک قنوت کی روایت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی حجۃ اللہ البالغہ کے ص ۱۰۶ میں لکھی ہے۔

ہے بعض نے لکھا ہے کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صبح کی نماز آپ کی قبر کے پاس پڑھی تو قنوت پڑھنا چھوڑ دیا۔ کسی نے پوچھا ایسا کیوں کیا؟ فرمایا صاحب قبر کے ادب کے لحاظ سے۔ یہ بھی روایت ہے کہ بسم اللہ بھی آہستگی سے پڑھی۔

اللہ اکبر! امام شافعی ایک مجتہد مستقل مذہب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کہاں تک تعظیم کرتے ہیں کہ ان کی قبر کے پاس جب نماز صبح پڑھتے تو اس میں قنوت پڑھنا جو ان کے مذہب میں سنت تھا چھوڑ دیتے اور بسم اللہ بھی اونچی نہ پڑھتے کیوں کہ یہ امور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب قبر کے مذہب کے خلاف تھے اور وہاں ان کے خلاف کرنا سوءادب تھا۔ پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صرف آپ کے ادب کے لحاظ پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ آپ کی بزرگی کا ان کو یہاں تک اعتقاد تھا کہ اگر کوئی مشکل پیش آ جائے تو آپ کی قبر پر جا کر دعا کرنے سے حل ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر کوئی کور باطن شخص اپنی ناسمجھی سے اس روایت کی نسبت یہ اعتراض کر اٹھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مجتہد امام کسی امام کے صرف ادب کے لحاظ سے ایسے فعل کو جو اس کے نزدیک سنت ہو ترک کر دے اس کی کما ینبغی تردید خود ہی صاحب خیرات الحسان نے بطور جواب ایک سوال مقدر کے روایت مذکور کے بعد اس طرح پر کر دی ہے "ولا اشکال فی ذلک خلافا لمن ظنہ...... (الی آخرہ)...... وان الحاسدین لہ خسروا لہ خسرانا مبینا" اس تمام عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ "یہاں کوئی اشکال (شبہ) نہیں عائد ہو سکتا۔ جیسا کہ کسی نے گمان کیا ہے کیوں کہ گاہ بیگاہ سنت کے مقابلہ میں ایک ایسا امر بھی پیش آ جاتا ہے کہ وہاں سنت کا چھوڑ دینا بہتر ہوتا ہے کیوں کہ وہ دوسرا امر زیادہ اہم ہوتا ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ اظہار رفعت شان علماء ایک امر اہم مطلوب اور اعظم مقصود ہے اور پھر جب کہ دشمنان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تذلیل اور بے خبر جاہلوں کی تفہیم کے لیے اس کی سخت حاجت تھی تو ایسا کرنا قنوت پڑھنے اور بسم اللہ کے جہر سے بہت بہتر تھا کیوں کہ وہ مختلف فیہ امور ہیں اور تعظیم علماء امر متفق علیہ ہے اور اس کا نفع عام اور قنوت و جہر بسم اللہ کا نفع خاص

ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے جیسے کہ ان کی زندگی میں بہت حاسد تھے۔ وفات کے بعد بھی بہت تھے حتیٰ کہ آپ کو سخت ایذا دی گئی اور آپ کے قتل میں سخت کوشش کی گئی اور کوئی دقیقہ آپ کی بے تعظیمی کا باقی نہ چھوڑا۔ پس آپ کی تعظیم قائم رکھنے کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ جیسے پیشوائے دین کی طرف سے ایسے فعل کا ظہور بہت ضروری تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کسی امر کا بیان فعل کے ساتھ قولی بیان سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے کیوں کہ دلالت فعل عقلی ہوتی ہے اور دلالت قول وضعی ہوتی ہے۔ جس میں تخلف مدلول ہونا بھی متصور ہو سکتا ہے اور فعل میں ایسا ہونا ناممکن نہیں۔ مثلاً زید کا اپنے کرم پر فعل کرم سے دلیل لانا اس کے برابر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے کرم پر صرف قول سے دلیل قائم کرنا چاہے کہ میں کریم ہوں جب یہ تمہید تمام ہو چکی تو یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ فعل قنوت اور جہر بسم اللہ وغیرہ سے بہت بہتر تھا جس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مزید ادب کا اظہار مطلوب تھا اور اس سے آپ کے شرف وعلو کا ثبوت دینا تھا اور ظاہر کرنا تھا کہ آپ ان ائمہ دین سے ہیں جن کی اقتداء اہل اسلام پر فرض ہے اور آپ کی تعظیم وتوقیر سب پر واجب اور آپ اس وجہ کے امام تھے کہ بعد وفات بھی آپ کے مزار کے سامنے آپ کے ادب کے لحاظ سے ایسے فعل کے کرنے سے حیا کرنا چاہیے جو آپ کے قول کے برخلاف ہو۔ چہ جائیکہ آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے ایسا کیا جائے اور یہاں سے ثابت ہوا کہ آپ کے مخالف حاسد سخت گمراہ مغیر "لِلنِّعَمِ وَالْآلَاءِ" ہیں کے مصداق ہیں۔"

چونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد وفقیہ النفس مسلم الثبوت ہونے کی نسبت ہم مفصل بحث کر چکے ہیں اور مع ائمہ ثلاثہ کے ۳۹ شہادتیں بڑے بڑے نامی گرامی محدثین کی درج کر چکے ہیں اس لیے اب ہمیں تھوڑی سی توجہ اپنے دوست میاں حیدر آبادی کے اس نرالے قول کی طرف بھی کرنا چاہیے جو اس نے یہ لکھا ہے کہ امام بخاری اور مسلم بھی مجتہد ہیں اور ان کا اجتہاد مسلم الثبوت ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ میاں حیدر آبادی کو مجتہد و محدث کی تعریف سے وجہ بھی آگاہی نہیں۔ ورنہ وہ اس مغالطہ میں پڑ کر اجتہاد کو ایک

بازیچہ طفلاں نہ سمجھ لیتا جیسا کہ مرزائیوں نے الہام ونبوت کو ایک کھیل سمجھا ہوا ہے۔

مجتہد کون ہوسکتا ہے؟

واضح رہے کہ کوئی عالم خواہ وہ کیسا ہی تبحر فی العلم کیوں نہ ہو۔ مجتہد کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ اس میں حسب ذیل شرطیں نہ پائی جائیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بحوالہ امام بغوی ورافعی وغیرہ کے اپنی کتاب عقدالجید کے ص۵ میں اس طرح پر لکھا ہے

"قال البغوی والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل وعلم سنة رسول الله ﷺ والاويل علماء السلف من اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس وهو طريق استنباط الحكم من الكتاب والسنة اذا لم يجده صريحا في نص كتاب او سنة او اجماع فيجب ان يعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه والكراهة والتحريم والاباحة والندب والوجوب ويعرف من السنة هذه الاشياء ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد حديثا يوافق ظاهره الكتاب يهتدى الى وجه محمله فان السنة بيان الكتاب ولا يخالفه انما يجب معرفة ما ورد منها في احكام الشرع دون ما عداها من القصص والاخبار والمواعظ وكذالك يجب ان يعرف من علم اللغة ما اتى في كتاب او سنة في امور الاحكام دون الاحاطة بجميع لغات العرب وينبغي ان يتخرج فيها بحيث يقف على مرام كلام العرب فيما يدل على المراد من اختلاف المحال والاحوال لان الخطاب ورد بلسان العرب فمن لم يعرف ولا يقف على مراد الشارع ويعرف اقاويل الصحابة والتابعين في الاحكام و معظم فتاوى

للفقهاء الامة حتى لا يقع حكمه مخالفًا لاقوالهم فيكون فيه خرق الاجماع واذا عرف من كل من هذه الانواع معظمة فهو حينئذ مجتهد ولا يشترط معرفة جميعها بحيث لا يشذ عنه شيء منها واذا لم يعرف نوعًا من هذه الانواع واذا لم فسبيله التقليد وان كان متبحرًا(۱) في مذهب واحد من احاد ائمة السلف فلا يجوز له تقلد القضاء ولا الترصد للفتيا"

یعنی "مجتہد وہ ہوتا ہے جو پانچ قسم کے علوم کا جامع ہو اول علم قرآن کا، دوم علم سنت (حدیث) کا، سوم اقوال علماء سلف کے اجماع و اختلاف کا، چہارم علم لغت کا، پنجم علم قیاس کا، اور قیاس سے وہ طریق استنباط حکم مراد ہے کہ جب کوئی حکم صریح طور پر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ یا اجماع میں نہ مل سکا ہو تو اس کو بذریعہ قیاس کے قرآن، حدیث یا اجماع سے استنباط کیا جائے پس مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم قرآن سے ناسخ و منسوخ، مجمل و مفسر، خاص و عام، محکم و متشابہ، کراہت و حرمت، اباحت، مستحب اور وجوب کو جانتا ہو۔ اور حدیث سے بھی علاوہ علم امور بالا کے صحیح و ضعیف، مسند و مرسل (رواۃ کی قوت و ضعف) کو علم سے پہچان سکتا ہو اور نیز حدیث کو کتاب اللہ اور کتاب اللہ کو حدیث پر ترتیب دینے کی بھی اس کو لیاقت ہو حتی کہ اگر کوئی ایسی حدیث مل جائے جو اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے قرآن کے مطابق نہیں ہے تو اس کی وجہ تطبیق معلوم کر سکتا ہو کیوں کہ حدیث قرآن شریف کا بیان ہے نہ اس کے مخالف

---

(۱) دیکھو میاں حیدر آبادی کی یہ تحریر مندرجہ اخبار اہل حدیث ۲۶ مارچ ۱۹۰۹ء ص ۵ کالم نمبر ۲ تقلید وہ کرے جسے کچھ معلوم نہ ہو اور خود ایڈیٹر اہل حدیث کی تحریر مندرجہ اخبار، ۱۲ اپریل ۱۹۰۹ء ص ۳ کالم نمبر ۲ کہ تقلید کرنا تو جاہل کا کام ہے کہ نہ کہ عالم کا" کس قدر، علماء ربانی کی تصریحات مسلمہ کے برخلاف ہے اور پھر اس پر یہ دعویٰ کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں اصول فقہ کے مطابق لکھتے ہیں عوام کو ہرا سر دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

اور مجتہد کو صرف ان احادیث (۱) کو پہچاننا ضروری ہے جو احکام شرع میں وارد ہوئی ہوں نہ وہ جو قصص اور اخبار اور مواعظ میں وارد ہوں ایسا ہی علم لغت سے ان لغات کا جاننا ضروری ہے جو قرآن و حدیث کے اندر احکامی امور میں وارد ہوں۔ تمام لغات عرب کا احاطہ ضروری نہیں۔ اور مجتہد کو اس میں اس قدر محنت کرنی ضروری ہے کہ کلام عرب کے اصل مقصود سے آگاہ ہو جائے کہ مختلف محل اور مختلف احوال میں اس سے کیا مراد ہوتی ہے۔ کیوں کہ خطاب الٰہی تو عربی زبان میں ہی وارد ہوا ہے پھر جو شخص لغت کو نہ جانتا ہو وہ مراد شارع سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟ یہ بھی ضروری ہے کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین جو در بارہ احکام ہوں جانتا ہو۔ اور فقہاء امت کے بڑے بڑے فتاویٰ کا علم بھی رکھتا ہو تا کہ اس کا حکم ان کے اقوال کے برخلاف واقع نہ ہو کیوں کہ اس میں اجماع کا توڑنا ہے اور جب ان اقسام سے ہر ایک کے معظم کو جان لیا۔ تو اب یہ شخص مجتہد ہے تمام امور سے اس طرح کی واقفیت کی شرط نہیں ہے کہ کوئی جزوی بات بھی باقی نہ رہ جائے اور جب ان اقسام سے کسی ایک نوع کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو تقلید سے چارہ نہیں۔ اگر چہ وہ ائمہ مسلمین کے کسی مذہب میں عالم تبحری کیوں نہ ہو پس ایسے شخص کو قاضی ہونا یا فتوے دینے کا امیدوار ہونا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح حافظ ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین میں جو غیر مقلدین کے نزدیک کالوحی من السماء ہے لکھا ہے لایجوز (۲) لاحد ان یاخذ من الکتاب

---

(۱) ایسی احادیث تین ۳ ہزار اور آیات قرآنی ۵۰۰ ہیں اور باقی قرآن و احادیث میں جو کچھ ہے وہ قصص و اخبار مواعظ وغیرہ ہے۔ دیکھو نور الانوار ص ۳ کی عبارت و المراد من الکتاب بعض الکتاب وھو مقدار خمس مائۃ آیۃ لانہ اصل الشرع والمعانی لقصص ونحوھا والمراد من السنۃ بونہا وھو مقدار ثلاثۃ الاف علی ما قالوا۔ نور الانوار.

(۲) اس سے اخبار اہل حدیث یکم جنوری ۱۹۰۹ء ص ۲ کی یہ تحریر غلط بلکہ دروغ ثابت ہوتی ہے کہ علماء اہل حدیث نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابو داؤد ہو تو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے۔

والسنة ما لم يجتمع فيه شروط الاجتهاد ومن جميع العلوم یعنی کسی کو جائز نہیں کہ کتاب وسنت سے بطور خود کچھ اخذ کرے جب تک اس میں اجتہاد کی شرطیں جمع نہ ہوں اور ہر قسم یعنی صرف ونحو، لغت، محاورات، محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے اقوال کا علم نہ ہو مطلب یہ کہ کتاب وسنت سے استدلال خاص مجتہد کی شان ہے اور جس کو یہ رتبہ نصیب نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو اس پر مجتہد کی تقلید لازم ہے۔

"پس جب کہ تصریحات بالا سے صاف ثابت ہے کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں صرف ایسا ہی عالم فاضل شخص مجتہد کے درجہ رتبہ کو پہنچ سکتا ہے جس میں کمل شرطیں مندرجہ بالا مع متعلقات کے پائی جائیں اور جس عالم میں کسی شرط کی ایک قسم کی بھی کمی رہے تو وہ ہرگز مجتہد کے رتبہ کو پا نہیں سکتا۔ خواہ کتنا ہی علم اس کو حاصل ہو، چنانچہ اس بات کی تصریح خود غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے ہی ابجد العلوم کے ص ۲۳۸ میں اس طرح پر کر دی ہے:

"ان معرفة التواتر والاحاد والناسخ والمنسوخ وان تعلقت بعلم الحديث لكن المحدث لا يفتقر اليه لان ذلك من وظيفة الفقيه لانه يستنبط الاحكام من الاحاديث فيحتاج الى معرفة التواتر والاحاد والناسخ والمنسوخ فاما المحدث فوظيفة ان ينقل ويروى ما سمعه من الاحاديث كما سمعه فان تصدى لما رواه فزيادة فى الفضل"

یعنی "تحقیق پہنچانا حدیث متواتر واحاد اور ناسخ ومنسوخ کا اگرچہ علم حدیث کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن محدث اس کی طرف محتاج نہیں ہوتا کیوں کہ یہ کام فقیہ (مجتہد) کا ہے کیوں کہ وہ احادیث سے احکام نکالتا ہے پس محتاج ہوتا ہے طرف معرفت تواتر واحاد اور ناسخ ومنسوخ کے لیکن محدث پس کام اس کا نقل وروایت کرنا حدیث مسموعہ کا ہے۔ جیسی کہ سنی ہے پس اگر اپنی روایت کے لیے معرفت تواتر وغیرہ کی طرف متوجہ ہو تو یہ فضیلت میں زیادتی ہے۔"

امام ترمذی شاگرد امام بخاری بہ نسبت محدثین کے فقہاء کے اعلم بمعانی احادیث ہونے کے اپنی صحیح کے باب غسل المیت میں اس طرح پر شہادت دیتے ہیں:

"وكذلك قال الفقهاء وهم اعلم بمعاني الحديث"

یعنی "فقہاء بہ نسبت محدثین کے حدیث کے معانی جاننے میں بہت عالم ہیں۔"

علاوہ اس کے شہادت نمبر ۲ میں امام اعمش متوفی ۱۴۷ھ کا قول "**يامعشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة**" گزر چکا ہے جس میں وہ گروہ فقہاء کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدثین دوا فروش۔

نیز کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۴۷) میں مروی ہے:

"عن محمد بن سعد ان سمعت من حضر يزيد بن هارون وعنده يحيى بن معين وعلي بن المديني واحمد بن حنبل وزهير بن حرب وجماعة اخرون اذ جاءه مستفت فسأله عن مسئلة فقال له اذهب الى اهل العلم قال فقال له ابن المديني اليس اهل العلم والحديث عندك قال اهل العلم اصحاب ابي حنيفة وانتم صيادلة"

یعنی "محمد بن سعدان سے روایت ہے کہ میں نے اس شخص سے جو یزید بن ہارون کی مجلس میں حاضر تھا۔ سنا ہے کہ ان کے پاس یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی (استاد امام بخاری) اور احمد بن حنبل (امام مجتہد) اور زہیر بن حرب اور دوسرے علماء کی جماعت بیٹھی تھی کہ آپ (یزید بن ہارون) کے پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ۔ اس پر ابن مدینی نے ان سے کہا کیا آپ کے پاس اہل علم و حدیث بیٹھے ہوئے نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اہل علم تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب ہیں اور آپ لوگ صرف دوا فروش ہیں۔"

پس اس سے اور اس سے پہلی تصریحات سے صاف ثابت ہے کہ عموماً بڑے بڑے محدثین قدیماً و حدیثاً مجتہد مطلق نہ تھے اور دیگر علوم جن کی مہارت سے قرآن و حدیث کے معانی میں تدبر و تفقہ کی مدد مل سکتی ہے اور مجتہد کے لیے ان کی اشد ضرورت

ہوتی ہے وہ علاوہ ہے یہ عطیہ الٰہی تو صرف ائمہ مجتہدین اربعہ کے لیے ہی مخصوص تھا کہ وہ محدث کامل اور فقیہ مکمل تھے۔ جیسا کہ دوسری ہی شہادت میں امام اعمش کا قول بھی امام ابوحنیفہ کے بارے میں اس طرح پر گزر چکا ہے: "وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین" یعنی "تم نے اے ابوحنیفہ دونوں طرف (فقہ وحدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا ہے۔"

اسی طرح شہادت نمبر ۳۳ میں ابا سفیان حمیری کا یہ قول گزر چکا ہے:

"انه حبر الامة لهیاله مالم یتهیاه لاحد من کشف المسائل الفقهیة وتفسیر الاحادیث المبهمة"

"ابوحنیفہ بیشک امت محمدیہ ﷺ کے بڑے امام تھے، مسائل فقہ کے حل کرنے اور احادیث مبہمہ کی تفسیر کرنے میں جو درجہ ان کو حاصل تھا وہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔"

پس اسی واسطے مولوی خرم علی نے بھی جو غیر مقلدین کے پیشوا خیال کیے جاتے ہیں۔ ترجمہ مشارق الانوار کے ص ۱۲۰ میں اس طرح پر لکھا ہے: "اجتہاد کرنا عالم کا کام نہیں۔ اس کو بہت علم اور فہم تیز چاہیے اسی واسطے اہل سنت میں اماموں کے مذہب مقرر ہو گئے ان کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم حاصل نہیں علاوہ اس کے ان کا زمانہ حضرت ﷺ کے زمانہ سے بہت قریب تھا جو حضرت کے وقت کی رسم اور عادت تھی اور اس وقت کی بول چال کا طریق وہ لوگ ہی سمجھتے تھے اس وقت کے عالموں کو سمجھنا نہایت مشکل ہے۔"

شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب انصاف کے ص ۶۷ میں لکھا ہے:

"فانه معدود فی طبقات الشافعية وممن ذكره فی طبقات الشافعية الشيخ تاج الدين السبكی وقال انه تفقه بالحميدی والحميدی تفقه بالشافعی واستدل شيخنا العلامة علی ادخال البخاری فی الشافعية بذكره فی طبقاتهم وكلام النووی الذی ذكرناه شاهد له"

یعنی "امام بخاری طبقات شافعیہ میں شمار کیے گئے ہیں اور جن لوگوں نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے ان میں سے شیخ تاج الدین سبکی ہیں انہوں نے کہا ہے

کہ بخاری نے فقہ حمیدی سے سیکھی اور حمیدی نے امام شافعی سے فقہ سیکھی اور ہمارے استاد علامہ نے بخاری کے شافعیوں میں داخل کرنے پر یہ حجت پکڑی ہے کہ تاج الدین سبکی نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور نووی کا کلام جو ہم نے ذکر کیا اس امر کا شاہد ہے۔

اور مقدمہ قسطلانی کے ص ۳۸ میں لکھا ہے: "وقال التاج السبكی و ذكره يعنی البخاری ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعية"

یعنی "تاج الدین سبکی نے کہا ہے کہ ابو عاصم نے بخاری کو علمائے شافعیہ میں شمار کیا ہے"

اب امام بخاری کے امام شافعی کے مذہب کی طرف منسوب اور اس میں داخل ہونے کی حقیقت بھی سن لیجے جو شاہ صاحب ہی اس طرح پر لکھتے ہیں:

"ومعنى انتسابه الى الشافعی انه جری علی طريقته فی الاجتهاد واستقراء الادلة وترتيب بعضها على بعض ووافق اجتهاده اجتهاده واذا خالف احيانًا لم يبال بالمخالفة ولم يخرج عن طريقته الا فی المسائل وذلك لا يقدح فی دخوله فی مذهب الشافعی ومن هذا القبيل محمد بن اسمعيل البخاری"

یعنی "منسوب بہ شافعی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اجتہاد اور دلیلوں کی تلاش کرنے اور بعض کو بعض پر مرتب کرنے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر چلا اور اس کا اجتہاد امام کے اجتہاد سے موافق پڑا اور اگر کہیں مخالف ہوا تو مخالفت کی پروا نہیں کی اور امام کے طریقہ سے بجز چند مسائل کے خارج نہیں ہوا اور یہ امر اس کے شافعی مذہب میں داخل رہنے کا مخل انداز نہیں اور محمد بن اسماعیل بھی اسی قسم کے مقلدین شافعی سے ہیں۔

پس جب کہ حسب قرارداد و تصریحات ان علماء متقدمین کے جو بوجہ قرب زمانہ کے امام بخاری کے علم، فقہ، استنباط مسائل وغیرہ حالات سے کما ینبغی واقف تھے۔ وہ امام بخاری کو علمائے شافعیہ میں شمار کرتے ہیں اس لیے اس زمانہ کے غیر مقلدوں کے

علماء وامامان مساجد جو عوام میں ان کو مجتہد مستقل ثابت کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں ما،
رہے ہیں تو یہ امر محض ان کی خود غرضی ونفسانیت پر مبنی ہے کیوں کہ جب تک وہ ا،
بخاری کو اپنی طرف سے امام شافعی کے رشتہ تقلید سے نکال کر مجتہد مستقل ثابت نہ ،
لیں خود کس طرح مجتہد بن سکتے ہیں اور دینی مسائل میں فتویٰ دینے کے لیے ،
مسند منصب پر متمکن ہو سکتے ہیں جن کا یہ قول ہے کہ "جس کے پاس صرف قرآن ،
اور سنن ابوداؤد ہو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے حالانکہ ان کے اصل ،
مرشد حافظ ابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ اپنی کتاب اعلام الموقعین میں صاف لکھ گئے
ہیں: "لا یجوز لاحد ان یاخذ من الکتاب والسنۃ ما لم یجتمع فیہ
شروط الاجتہاد ومن جمیع العلوم"
یعنی "کسی کو جائز نہیں کہ قرآن وحدیث سے بطور خود کوئی مسئلہ اخذ کرے تاوقتیکہ
اس میں اجتہاد کی شرطیں جمع نہ ہوں۔ اور تمام علوم میں ماہر نہ ہو۔ دیکھو متقدمین علمائے
اہل حدیث کی قرار داد اور زمانہ حال کے مدعیان اہل حدیث کی کارروائی میں کس قدر
بعد المشرقین والمغربین ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

نوٹ:

یہاں تک حیدرآبادی کے دوسرے مضمون کا جواب مکمل ہوا اب اس کے دوسرے
اعتراضات کے جواب دیے جاتے ہیں۔

رد مطاعن امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

حیدر آبادی طاعن نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت رسالہ اہل الذکر میں جس قدر اعتراض کر کے ناحق اپنی عاقبت خراب کی ہے اگرچہ ان کے مجملاً جواب خود ائمہ ثلاثہ اور محدثین کبار کی شہادت ہائے مذکورہ بالا اہل علم بخوبی سمجھ سکتے ہیں لیکن تاہم اس کی خاطر ہم اس کے اعتراضات کی ترتیب وار مفصل قلعی کھولنا اس لیے بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ شاید اس کو اپنے کیے سے ندامت ہو کر آئندہ توبہ کی ہدایت اور من عادی ولیا کی وعید شدید مرویہ صحیح بخاری سے نجات حاصل ہو۔

اعتراض نمبر ۱:

شرح مسلم الثبوت سے ثابت ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو حدیث کا جاننا کافی اور ضروری ہے لیکن امام صاحب کا اس قدر جاننا کسی کتاب حنفیہ سے ثابت نہیں اگر ہوتا ہے تو نمبر وار ذکر کرو۔ اور نیز شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مجتہد کو علم اصول سے واقف ہونا ضروری ہے لیکن یہ شرط تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بالکل مفقود تھی کیوں کہ علم اصول کے مدون وت امام شافعی ہوئے ہیں جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے انتقال کے روز پیدا ہوئے۔ مختصر میں لکھا ہے مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ تین لاکھ یا پانچ لاکھ حدیث کو جانے۔ یہ شرط امام احمد و مالک و اصحاب صحاح ستہ خصوصاً امام بخاری میں علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے لیکن امام صاحب کو اتنے احادیث کہاں یاد تھے۔

جواب:

معلوم ہوتا ہے کہ وہابی دوست نے کبھی شرح مسلم کو نہیں دیکھا صرف سنا سنایا خلاصہ اس کا لکھ دیا ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو احادیث کا جاننا کافی ہے ورنہ اصل مجتہد کے لیے ۵۰۰ سو آیت اور تین ہزار احادیث کا جاننا ضروری ہے جیسا کہ نور الانوار کے صفحہ ۲ میں لکھا ہے:

"والمراد من الكتاب بعض الكتاب وهو مقدار خمس مائة آية ص ۳۴۴ اصل الشرع والباقي لقصص ونحوها وهكذا المراد من السنة بعضها وهو مقدار ثلاثة آلاف على ما قالوا"

یعنی مجتہد کے لیے جو کتاب و سنت کا جاننا ضروری ہے سو کتاب سے مراد قریباً ۵۰۰ سو آیات قرآنی ہیں جو اصل شریعت (کے احکام پر مشتمل) ہیں اور باقی قصص مواعظ اور اخبار وغیرہ ہیں۔ اسی طرح سنت میں سے تین ہزار احادیث ہیں جو اصل شریعت (کے احکام پر مشتمل) ہیں اور باقی اخبار و قصص اور مواعظ وغیرہ ہیں اور نور الانوار وغیرہ کی یہ تصریح دراصل اس قول (وعلم کتاب اللہ وعلم سنت رسول اللہ ﷺ) کی تفسیر ہے۔ وسیف الصارم کے صفحہ ۴۲ میں مجتہد مستقل کی شروط ہیں بحوالہ عقد الجید امام بغوی سے منقول ہوا ہے پس جب مجتہد کے لیے تین ہزار احکامی احادیث کا جاننا ضروری ثابت ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ شرط بوجہ اکمل واتم امام اعظم میں پائی جاتی تھی اور معترض جو اپنی بے علمی اور نادانی سے انکار کر کے کہتا ہے کہ اس قدر احادیث کا امام اعظم کا جاننا کسی کتاب حنفیہ سے ثابت کرو ہماری کتاب حنفیہ کو چھوڑ جاہل والفضل ما شهدت به الاعداء کے کتب علمائے شافعیہ وغیرہ سے ہی امام موصوف کا تین ہزار کیا بلکہ کثیر الحدیث ہونا ثابت ہے۔

علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۵۱) میں اس طرح پر لکھا ہے:

ابو حنيفة الامام الاعظم فقيه العراق رأى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة وحدث عن عطاء ونافع و عبدالرحمن بن هرمز الاعرج وعدى بن ثابت وسلمة بن كهيل وابى جعفر محمد بن على و قتادة وعمرو بن دينار وابى اسحاق وخلق كثير وحدث عنه وكيع و يزيد بن هارون وسعد بن الصلت وابو عاصم و عبدالرزاق وعبيدالله بن موسى وابو نعيم وابو عبدالرحمن المقرى وبشر كثير وكان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا كبير الشان قال ابن المبارك ابو حنيفة افقه

الناس وقال الشافعی الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ وقال ابو داؤد ان ابا حنیفۃ کان اماما انتہی مخلصا

یعنی امام اعظم ابو حنیفہ فقیہ عراق نے کئی دفعہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی کو جب کہ وہ کوفہ میں آئے تھے دیکھا اور حدیث بیان کی عطا بن ابی رباح و نافع و عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج و عدی بن ثابت و سلمہ بن کہیل و ابی جعفر محمد بن علی و قتادہ و عمرو بن دینار و ابی اسحاق اور بہت خلقت سے اور ان سے حدیث بیان کی وکیع بن الجراح و یزید بن ہارون و سعد بن الصلت و ابو عاصم و عبدالرزاق و عبداللہ بن موسیٰ و ابو عبدالرحمن مقری اور بہت آدمیوں نے اور تھے امام پرہیزگار، عالم، عامل، عابد، عظیم الشان، ابن مبارک نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ افقہ الناس تھے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ تمام آدمی فقہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وظیفہ خوار ہیں۔ اور امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ تحقیق ابو حنیفہ دین کے امام تھے اسی طرح علامہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب عقود الجمان میں ایک علیحدہ باب باندھا ہے جس کا عنوان یہ ہے "الباب الثالث والعشرون فی بیان کثرۃ حدیثہ وکونہ من اعیان الحفاظ" یعنی باب تیئسواں ۲۳ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کثیر الحدیث اور بڑے حفاظ میں سے ہونے کے بیان میں ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ فن حدیث میں حفاظ میں کون شمار ہو سکتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں حافظ اس شخص کو کہتے ہیں جس کو ایک لاکھ حدیث سنداً ومتناً یاد ہو پھر متعصب مخالف کا یہ کہنا کہ امام صاحب کو بہت تھوڑی احادیث یاد تھیں اور اس لیے آپ مجتہد نہ تھے ایسی بات ہے کہ کوئی دشمن دین بھی منہ سے نہیں نکال سکتا۔

امام صاحب کے مشائخ چار ہزار تھے:

علاوہ ازیں اس بات کا اندازہ کہ امام صاحب کو کس قدر احادیث معلوم تھیں اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے مشائخ کی تعداد جن میں تابعین و تبع تابعین ہیں چار ہزار تک ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان کے ص ۲۶ میں لکھا ہے:

"الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث مر انہ اخذ اربعۃ آلاف شیخ

من ائمة التابعين وغيرهم ومن ثمه ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ من المحدثين ومن زعم قلة اعتنائه بالحديث فهو اما متساهل او حسده اذ كيف يتاتى لمن هو كذلك استنباط من المسائل التي لا تحصى كثرة مع انه اول من استنبط من الادلة على الوجه المخصوص المعروف في كتب اصحابه رحمهم الله"

یعنی پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے چار ہزار مشائخ ائمہ تابعین سے حدیث کو اخذ کیا اور اسی لیے امام ذہبی وغیرہ نے ان کا ذکر تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ آپ حدیث کی کم پرواہ کرتے تھے وہ اپنے تساہل یا حسد کی وجہ سے کہتا ہے کیوں کہ ایسے شخص سے کس طرح مسائل لاتحصی ولا تعد کا استنباط ہو سکتا ہے باوجود اس کے کہ آپ ہی پہلے وہ شخص جنہوں نے استنباط دلائل ایسی مخصوص وجہ سے کیا ہے جو آپ کے شاگردوں کی تصانیف میں ہے اور یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ چار ہزار کی تعداد یوں ہی تخمینا بتائی گئی ہے بلکہ امام موفق بن احمد مکی، جلد اول کے صفحہ ۳۹ سے ۵۳ اور علامہ کردری نے صفحہ ۷۰ سے ۸۰ تک بہ ترتیب حروف تہجی اکثر مشائخ کے ترتیب وار نام وغیرہ بھی لکھ دیے ہیں جو شخص اس کی تصدیق کرنا چاہے ہر دو کتاب مذکورہ دیکھ لے۔

اب ظاہر ہے کہ جس شخص کے استاد حدیث کے چار ہزار ہوں وہ کس قدر احادیث کا جاننے والا ٹھہرے گا اگر فی شیخ سو احادیث کا لینا بھی فرض کر لیا جائے تو چار لاکھ حدیث کے آپ حافظ ثابت ہوتے ہیں ہمارے دوست میاں حیدر آبادی اہل الذکر کے صفحہ ۱۳ پر تسلیم کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ باقی ائمہ الحدیث سے اعلم تھے حالانکہ ان کے مشائخ حدیث گنتی میں صرف اسی (۸۰) ثابت ہوتے ہیں۔

چنانچہ علامہ موفق بن احمد مکی نے اپنی کتاب کی جلد اص ۳۸ میں لکھا ہے:

"حكى عن ابي عبدالله بن ابي حفص الكبير انه وقع منازعة في زمنه بين اصحاب ابي حنيفة وبين اصحاب الشافعي فجعل اصحاب

الشافعی یفضلون الشافعی علی ابی حنیفة فقال ابو عبداللہ بن ابی حفص عدد المشائخ الشافعی کم هم فعدوا فبلغوا الثمانین ثم عدوا مشائخ ابی حنیفة من العلماء والتابعین فبلغوا اربعة الآف فقال عبداللہ هذا من ادنیٰ فضائل ابی حنیفة“

یعنی ابو عبداللہ بن ابی حفص کبیر سے روایت ہے کہ ان کے وقت میں ایک دفعہ امام صاحب اور امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں تنازع ہوا امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ترجیح دیتے تھے۔ ابو عبداللہ نے کہا امام شافعی رحمہ اللہ کے مشائخ کا شمار کرو کہ وہ کس قدر ہیں جب شمار کیا گیا تو اسی (۸۰) نکلے پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشائخ کا شمار ہوا تو ان کی تعداد چار ہزار ثابت ہوئی پھر ابو عبداللہ کہنے لگے یہ امام صاحب کے ادنیٰ فضائل سے ہے۔

امام صاحب کے شاگردوں کی تعداد:

اسی طرح جن لوگوں نے امام صاحب سے حدیث روایت کی ہے ان کی بھی تعداد کثیر ثابت ہوتی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۲۶ میں ہے:

”الفصل الثامن فی ذکر الآخذین عنه الحدیث والفقه قیل استیعابه متعذر لایمکن ضبط ومن ثم قال بعض الائمة لم یظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورین مثل ما ظهر لابی حنیفة من الاصحاب والتلامیذ ولم ینتفع العلماء وجمیع الناس مثل ما انتفعوا به وباصحابه فی تفسیر الاحادیث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضایا والاحکام جزاهم اللہ خیرًا وقد ذکر منهم بعض متاخری المحدثین فی ترجمة نحو ثمانمائة مع ضبط اسمائهم ونسبهم بما یطول ذکره“

یعنی امام صاحب سے جن لوگوں نے حدیث وفقہ کو اخذ کیا ان کی تعداد کا ضبط کرنا مشکل ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ کسی امام اسلام کے اس قدر اصحاب وتلامیذ نہیں ہوئے جتنے امام صاحب کے ہیں اور علمائے دین وعوام الناس نے جس قدر نفع آپ

سے اور آپ کے اصحاب سے حاصل کیا ہے اور کسی سے ایسا حاصل نہیں کیا ہے
احادیث مشکلہ کی تفسیر اور مسائل مستنبط و احکام و قضایا کے متعلق بعض متاخرین
محدثین نے آٹھ سو آپ کے شاگردوں کی فہرست لکھی ہے جس میں ان کا نام وار
مفصل لکھا ہے ایسا ہی حافظ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۹ سے ۱۱ تک
اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی اسم وار فہرست لکھی ہے اور کردری نے اپنی کتاب کے صفحہ
۲۱۹ سے ۲۴۳ تک اصحاب ابی حنیفہ کے شاگردوں کے اسماء کی فہرست بہ تفصیل جائے
سکونت بیان کی ہے جن میں سے عبداللہ بن یزید مقری کی نسبت صفحہ ۲۱۹ پر لکھا ہے ا
صرف اس نے امام صاحب سے ۹۰۰ حدیث سنی تھی ۔ وقس علی ھذا الباقی اب
آپ ہی خیال کریں کہ جب صرف ایک ہی شاگرد آپ کا ایسا ہے جس نے آپ سے
نو سو حدیث سنی ہے اور ایسے شاگرد سینکڑوں اور ہیں جن کی تعداد کا ضبط کرنا بقول
مصنفین مشکل ہے تو پھر آپ کے تبحر فی الحدیث اور کثرت حفظ حدیث کا اندازہ
بانصاف ناظرین خود لگا سکتے ہیں اور یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص باوجود اس کے امام
صاحب کی نسبت یہ بات کہے کہ آپ حدیث نہیں جانتے تھے یا آپ سے بڑھ کر کوئی
دوسرا حافظ حدیث تھا اس کا قول کہاں تک راستی سے گرا ہوا ہے اور خیرات الحسان کے
صفحہ ۳۵ میں خلف بن ایوب سے جو امام ترمذی کے استاد ہیں اس طرح پر منقول ہے
"وقال خلف هما ايوب صار العلم من الله تعالى الى محمد ﷺ ثم
منه إلى اصحابه ثم منهم إلى التابعين ثم صار إلى ابى حنيفة واصحابه
فمن شاء فليسخط"
یعنی خلف بن ایوب فرماتے ہیں کہ علم درگاہ باری تعالی سے حضرت محمد رسول
اللہ ﷺ کو پہنچا پھر آپ کے اصحاب کو پھر ان سے تابعین کو پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان
کے اصحاب کے حصہ میں آیا پس جو چاہے اس پر خوش ہو جو چاہے خفا ہو الغرض امام
ہمام سراج الامۃ اور امام الائمہ تھے جو کچھ خدمت دین اسلام آپ سے اور آپ کے
اصحاب سے ہوئی کسی دوسرے امام سے ہرگز نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ آپ ا

مذہب مشرق سے مغرب تک تمام اقطاع الارض میں پھیل گیا ہے اور اسی لیے حافظ الحدیث عبداللہ بن داؤد الخریبی وغیرہ محدثین نے اہل اسلام کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ ان پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے دعا کیا کریں کیوں کہ انھوں نے ان کے لیے رسول خدا کی سنن اور فقہ کو محفوظ کیا ہے۔ دیکھو شہادت ۲۱۔ وہابی دوست کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو عالم مکثر الحدیث ہوتا ہے وہ بطریق اولیٰ مجتہد ہو سکتا ہے کیوں کہ اگر ایسی صورت ہوتی تو بموجب اس روایت کے جو کتاب انصاف کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے۔

قال الشافعي لاحمد انتم اعلم بالاخبار الصحيحة منا فاذا كان خبر صحيح فاعلمولي حتى اذهب اليه كوفيا كان او بصريا او شاميا.

یعنی امام شافعی نے امام احمد سے کہا کہ آپ صحیح حدیثیں ہم سے زیادہ جانتے ہیں پس اگر کوئی صحیح حدیث آپ کو معلوم ہو تو مجھے آپ اطلاع دیں کہ میں اس پر عمل کروں خواہ وہ کسی کوفہ یا بصرہ و شام کے رہنے والے سے آپ کو ملی ہو۔

امام احمد بن حنبل کو امام شافعی پر ترجیح ثابت ہوتی جو خود ہی بہ نسبت اپنے امام احمد کی اعلم باخبار صحیح ہونے کی شہادت دے رہے ہیں حالانکہ بعض محققین تو امام احمد کو مجتہد ہی قرار نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ وہ صرف حفاظ حدیث تھے اور امام شافعی کے بعد کوئی مجتہد مستقل نہیں ہوا۔ ہاں یہ امر کہ صرف حدیث میں حضرت امام ہمام کی بخاری و مسلم کی طرح چنداں بڑی ضخیم تصانیف موجود نہیں سو اس کی وجہ بھی علماء دین نے بیان کر دی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے:

"ولاجل اشتغاله بهذا الاهم لم يظهر حديثه في الخارج كما ان ابابكر و عمر رضي الله عنهما لما اشتغلا لمصالح المسلمين العامة لم يظهر عنهما من رواية الاحاديث مثل ما ظهر عمن دونهما حتى صغار الصحابة رضوان الله عليهم وكذالك مالك و الشافعي لم يظهر عنهما مثل ما ظهر عمن تفرغ للرواية ابي زرعة وابن نعيم لاشتغالهما بذلك

الاستنباط علی ان کثرۃ الروایۃ بدون الدرایۃ لیس فیه کبیر مدح بل عقد له ابن عبد البر بابًا فی ذمة ثم قال الذی علیه فقهاء جماعا المسلمین علمائهم ذم الاکثار من الحدیث بدون تفقه ولا تدبر وقال ابن اهل الروایته لفقه"

یعنی چونکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اہم کام استنباط مسائل دین میں مشغول تھے اس لیے آپ کی روایت حدیث کا زیادہ ظہور خارج میں نہ ہوا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کہ عامہ مسلمان کے مصالح اور انتظام امور میں مشاغل تھے اس لیے ان سے روایت اور احادیث کا ظہور ایسا نہیں ہوا جیسا کہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوا ہے اور ایسا ہی امام مالک و شافعی سے بھی اس قدر روایت حدیث کا ظہور نہیں ہوا۔ جیسا کہ ان محدثین سے ہوا جو اس کام کے لیے فارغ تھے جیسا کہ ابوزرعہ اور ابونعیم وغیرہ کیونکہ ائمہ مذہب استنباط مسائل کے کام میں تھے علاوہ یہ کہ کثرۃ روایت بغیر درایت کے موجب مدح نہیں ہے بلکہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب میں اس کی ذم میں علیحدہ باب باندھا ہے اور کہا ہے کہ فقہاء اور علمائے اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ اکثار حدیث بدون فقہ وتدبر امر مذموم ہے۔

بستان المحدثین کے صفحے میں امام مالک کا قول لکھا ہے۔

"لیس العلم کثرۃ الروایۃ انما هو نور یضع الله فی القلب"

یعنی علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالی کسی دل کو عطا کرتا ہے۔

میزان الشعرانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے:

"وکان الامام حمدان بن سهل یقول لو کنت قاضیًا کلا من هذین الرجلین من یطلب الحدیث ولا یطلب الفقه او یطلب الفقه ولا یطلب الحدیث ویقول انظروا الی الائمة المجتهدین کیف طلبوا الحدیث مع الفقه ولم یکتفوا باحدهما"

یعنی امام عمران بن سہل کہتے ہیں کہ اگر میں قاضی یعنی حاکم ہوتا تو البتہ ان دو آدمیوں میں سے ہر کو قید کرتا یعنی جو شخص حدیث کو طلب کرے اور فقہ کو طلب نہ کرے یا فقہ کو طلب کرے اور حدیث کو طلب نہ کرے اور فرمایا دیکھو ائمہ مجتہدین کی طرف کہ کیسے انہوں نے حدیث کو فقہ کے ساتھ طلب کیا اور صرف ایک کے ساتھ ہی انہوں نے اکتفا نہیں کیا۔

الحاصل صاحب خیرات الحسان اور دیگر علمائے کرام نے اپنی تصریحات بالا میں حل دیگر محدثین کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بذریعہ کتابت بازبانی روایت کے احادیث ظاہر نہ ہونے کی بڑی بھاری وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ وہ دین محمدیہ ﷺ کی ایک بھاری خدمت یعنی تدوین فقہ اور اس کے ذریعہ سے سنن نبوی کے محفوظ کر دینے کے ایک اصل الاصول کام میں مشغول ہوئے تھے۔ جیسا کہ حضرات شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نے جو کچھ خدمت اسلام اور مسلمانوں کے اصلاح کی ہے وہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے قدر و قیمت میں مدارج بڑھ کر ہے جو صرف روایت کرنے میں مشغول رہے اور اسی وجہ سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے بمقابلہ دیگر ادنیٰ صحابہ کے حدیث کی روایت میں بہت ہی کمی پائی گئی ہے اگر یہ کہو کہ امام مالک و امام شافعی بھی تدوین فقہ میں مشغول ہوئے تھے پھر کیوں ان سے خارج میں احادیث کی روایت ہوئی ہے اس کا جواب علامہ ابن حجر نے خود ہی مجملاً یہ دے دیا ہے کہ اگرچہ تدوین فقہ کے قواعد و اصول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قائم کر دینے سے امام مالک و شافعی کو اپنی تدوین فقہ میں بہت کم محنت کرنی پڑی ہے مگر تاہم ان سے بہ نسبت دیگر محدثین کے جو صرف روایت کے لیے متفرغ تھے بہت کم احادیث ظاہر ہوئی ہیں۔

حیدر آبادی دوست نے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے کہ اصول فقہ کے مدون امام شافعی صاحب تھے غالباً کتب اسلامیہ سے بالکل نابلد ہیں ورنہ ایسا کبھی نہ لکھتے آؤ تمہیں ہم بتائیں کہ علم شریعۃ و اصول کے مدون کون تھے اگر اس بارہ میں کسی حنفی کتاب کا حوالہ دیں تو شاید تم نہ مانو۔ اس لیے ہم پہلے ایک شافعی المذہب بزرگ امام کی تصنیف سے

ثابت کرتے ہیں کہ علم اصول کے مدون امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے نہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی اپنی کتاب تبییض الصحیفہ ص ۳۰ میں لکھتے ہیں:

"هو اول من دوّن علم الشريعة ورتبه ابوابًا ثم تابعه مالك بن انس في ترتيب الموطا ولم يسبق ابا حنيفة احد لان الصحابة والتابعين لم يضعوا في علم الشريعة ابوابا مبوبة ولا كتبا مرتبة" یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کی تدوین کی اور اس کے ابواب مرتب کیے، پھر ان کے تابع مالک بن انس کتاب موطا کی ترتیب دینے میں ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارہ میں کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے کیوں کہ صحابہ علیہم اور تابعین رحمہم اللہ نے علم شریعت میں کوئی ابواب یا کتب کی ترتیب نہیں دی اور علامہ موفق ابن احمد مکی نے اپنی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ میں لکھا:

قال محمد بن الجعفر ابو يوسف صاحب ابي حنيفة و اول من وضع الكتب في اصول الفقه على مذهب ابي حنيفة

یعنی محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم اصول فقہ کے مدون کیے وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تھے تو پھر حیدرآبادی کا یہ کہنا کہ علم اصول سے واقفی کی شرط امام صاحب میں پائی نہیں جاتی سراسر اس کی جہالت کی دلیل ہے۔

اخیر میں حیدرآبادی نے جو بحوالہ معتصم یہ کہا ہے کہ مجتہد کے لیے تین یا پانچ لاکھ احادیث کا جاننا ضروری ہے اول تو یہ تعداد حقیقی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کثرت احادیث کی ہے جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۳۹۹ میں لکھا ہے

"هذه الاعداد المذكور ليست على الحقيقة وانما المراد منها معنى الكثرة فقط"

کیوں کہ ۵ لاکھ احادیث کہاں ہیں اگر تمام جہاں کی احادیث جمع کی جائیں تو ۲۵ ہزار حدیث بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے تمام جہاں

کی حدیث کی کتابوں سے احادیث کو نقل کر کے اپنی کتاب جمع الجوامع میں بطور استیعاب جمع کیا تھا اور پھر اس جمع الجوامع سے ۹۵۷ھ میں حضرت شیخ علی متقی نزیل مکہ مکرمہ نے ان احادیث کو ابواب فقہ پر مرتب کر اپنی کتاب کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال میں جمع کیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی حدیث باقی رہنے نہیں دی اگر ان احادیث کو جن میں سب قسم کی احادیث صحیح حسن ضعیف، مرفوع موقوف، آثار صحابہ تابعین تبع تابعین شمار کیا جائے تو ان کی تعداد بمشکل ۵۰ ہزار تک پہنچتی ہے جو بحذف مکررات و سہ کرات کے صرف ۳۰۔۴۰ ہزار ہی رہ جاتی ہے اور پھر ان میں احکامی احادیث حسب تصریح محققین صرف تین ہزار ہیں یا اس کے قریب جن کا مجتہد کو جاننا ضروری ہے باقی اخبار قصص، فضائل، مواعظ وغیرہ وغیرہ ہیں اگر یہ کہو کہ امام بخاری وغیرہ محدثین نے جو یہ کہا ہے کہ ہم نے ۵ یا ۶ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے اپنی اپنی صحیح کو مرتب کیا ہے اگر اس قدر احادیث ان کو یاد نہیں تھیں تو پھر کیسے انہوں نے ایسا کہا اس کا جواب سہل ہے کہ ایک ایک حدیث کے کئی کئی طرق ہوتے ہیں جن میں بعض صحیح بعض حسن اور ضعیف باقسامہ ہوتے ہیں چنانچہ یہ امر ان لوگوں پر کہ جن کو احادیث سے کچھ مس ہے پوشیدہ نہیں ہے پھر انہیں طرق کے اعتبار و شمار پر متواتر مشہور، احاد، عزیز، غریب کا اطلاق احادیث پر کیا جاتا ہے پس اگر انہیں طرق کی برکت سے ۳۰۔۴۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہے ورنہ زیادہ کے مدعی ثابت کر دکھلائیں جس کا بار ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ دوم ۵ لاکھ حدیث کی تعداد مجتہد کے لیے نہیں ہے بلکہ اس مفتی کے لیے جو بلا اجتہادی طاقت اور اس کی امداد کے صرف روایت کے زور پر علم پر احادیث و آثار اور قضایائے صحابہ و تابعین وغیرہ سے جو سب حدیث کی تعریف میں داخل ہیں فتوے دینا چاہے جیسا کہ امام احمد کے جوابی قول مندرجہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۵ سے ظاہر ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شرعی مسائل میں فتویٰ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اس کے لیے روایات اور معلومات کا بہت ذخیرہ مفتی کے دماغ میں موجود ہونا چاہیے بس امام احمد کی تصریح مذکور دراصل آپ لوگوں کی تردید اور تنبیہ میں واقع ہوئی

ہے جن کا خیال ہی یہ ہے کہ جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو تو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے۔ دیکھو اخبار اہل حدیث یکم جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۶۔

اعتراض نمبر ۲:

ایک وقت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں جھگڑا مباحثہ ہوا کہ ابوحنیفہ زیادہ عالم ہے کہ امام مالک اس مباحثہ میں امام شافعی نے کہا محمد تمہیں قسم خدا کی تم ہی بیان کرو کہ کون قرآن میں اعلم ہے تو امام محمد نے کہا اللھم صاحبکم (تمہارے صاحب امام مالک) پھر شافعی نے کہا محمد قسم خدا کی اتلاؤ حدیث میں کون زیادہ عالم۔ محمد نے کہا اللھم صاحبکم یعنی امام مالک اس کے بعد امام شافعی نے کہا اب قیاس باقی رہا سو قیاس کوئی چیز نہیں یہ حکایت چند کتب تواریخ و طبقات میں مفصل ہے کتب متقدمین میں غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علم شافعی کا امام مالک سے اور علم امام احمد کا شافعی سے اور علم امام بخاری کا ان سب سے زیادہ تھا مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس درجہ میں بہت کم رہے سیاق ذکرہ۔

جواب:

وہابی دوست نے اس مکالمہ کی کوئی سند نہیں بتائی کہ کس کتاب میں مذکور ہے صرف زبان سے کہہ دیا کہ چند کتب تواریخ طبقات میں یہ حکایت مفصل ہے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ان چند میں سے کسی ایک کا ہی نام لکھ دیا ہوتا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ تاریخ ابن خلکان میں یہ مکالمہ درج ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلاء میں تاریخ ابن خلکان کا حوالہ دیا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ابن خلکان میں اس قصہ کا ہونا کوئی دلیل اس کی معتبری کی نہیں ہو سکتی کیوں کہ اول تو مصنف ابن خلکان قاضی شمس الدین ابی العباس احمد بن محمد ساتویں صدی کے مورخ تھے جنہوں نے ۶۷۲ھ میں اس کتاب کو لکھا اور اس میں بعض ایسی منہ زبانی ائمہ کی باتیں سنی سنائی بھی لکھ دیں جو کسی کتاب میں پائی نہ گئی تھیں جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۱۲۸ میں لکھا ہے "قـصـد الـى

ترتیب علی حروف المعجم"

چنانچہ یہ قصہ بھی جو ابن خلکان نے اس طرح پر لکھا ہے قال الشافعی قال لی محمد بن حسین ایھما اعلم صاحبنا ام صاحبکم الخ ثابت ہوتا ہے کہ صرف سنا سنایا لکھ دیا ہے اور اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ کس راوی نے یہ مکالمہ امام شافعی اور امام محمد کا روایت کیا ہے پس جب کہ اس کی کوئی سند ہی نہیں ہے تو پھر چار سو برس کے زمانہ کے پہلے کا حال بلا سند صرف اس بات پر کہ فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے کس طرح قابل اعتبار ہو سکتا ہے دوم اس قصہ کی بے اعتباری اس سے بھی ظاہر ہے کہ تین سال امام مالک کی شاگردی میں رہ کر دونوں کے مبلغ علم کا خوب موازنہ حاصل کر چکے ہوئے تھے اس لیے ان کو شاگرد امام شافعی سے جو صرف امام مالک کے ہی مبلغ علم سے بوجہ ان کی شاگردی کے واقف تھے امام ابوحنیفہ و امام مالک کے علم کے موازنہ کا سوال کرنا بالکل بے معنی بلکہ سراسر خلاف عقل و نقل تھا۔ سوم اس قصہ کا اگر کچھ بھی حاصل ہوتا تو ائمہ اربعہ کی کتب کے مناقب میں سے کسی کتاب میں تو ضرور اس کا کچھ نشان پایا جاتا اور یہ عجیب بات ہے کہ اصحاب مناقب تو اس قصہ سے بالکل ساکت رہیں اور ایک عام مورخ جو رطب و یابس کا جامع ہو اس قصہ کو بیان کر دے اور پھر طرفہ تر یہ کہ کوئی سند بھی ساتھ بیان نہ کرے چہارم یہ قصہ ائمہ مجتہدین محدثین کی متذکرہ بالا ۲۹ شہادتوں خصوصاً شہادت نمبر سوم کے بالکل منافی ہے جس میں حضرت ابن مبارک محدثین کے پیشوا جنہوں نے بوجہ شاگردی امام ابوحنیفہ و امام مالک کے دونوں کا زمانہ خوب دیکھا ہوا تھا اور ہر دو کے مبلغ علم کا موازنہ کما ینبغی کیا ہوا تھا۔ امام ابوحنیفہ کی فضیلت پر اس طرح شہادت دیتے ہیں۔ لیس احد احق ان یقتدی بہ من ابی حنیفۃ لانہ کان اماما تقیا ورعا عالما فقیھا کشف العلم کشفا لم یکشفہ احد ببصر و فھم وفطنۃ وتقی

یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی تقلید کی جاوے کیوں کہ وہ ایک امام متقی، متورع، عالم، فقیہ تھے۔ جیسا کہ انہوں نے علم کو

اپنی بصارت، فہم، ادراک اور ارتقاء سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔
دیکھو ابن مبارک کس قدر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی عظمت و افضلیت ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک کوئی بھی مذہب بجز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے اقتداء و تقلید کا زیادہ تر مستحق نہیں ہے پس اس شہادت اور نیز دیگر محدثین و علمائے کرام کی شہادتوں کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ محققین نے مذاہب اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے مذہب کو ہی ترجیح دی ہے۔
چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے:

"عن الامام شمس الدين محمد بن العلاء الباهلي الشافعي وكان قد وصف بالحفظ والاتقان انه كان يقول اذا سئلنا عن افضل الائمة نقول ابو حنيفة"

یعنی امام شمس الدین محمد بن العلاء باہلی شافعی جو حفظ و اتقان سے موصوف تھے فرماتے تھے کہ جب کوئی ہم سے پوچھے گا کہ ائمہ سے افضل کون ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ ابوحنیفہ افضل ہیں۔ انصاف ہو تو ایسا ہی ہو کہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے افضلیت کا سوال ہونے پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ افضل ہیں انصاف ہو تو ایسا ہی ہو کہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے افضلیت کا سوال ہونے پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کو افضل بتایا جاتا ہے اور اصل واقعہ کو چھپایا نہیں جاتا۔
ایسے ہی کشف الظنون کے صفحہ ۲۰۲ میں مذاہب اربعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح پر لکھا ہے:

"قال صاحب مفتاح السعادة والمذاهب المشهورة التي تلقاها الطول بالصحة هي المذاهب الاربعة للائمة الاربعة ابي حنيفة ومالك والشافعي واحمد بن حنبل ثم الاحق والاولى من بينها مذهب ابي حنيفة رحمه الله لانه المتميز من بينهم بالاتفاق والاحكام وجودة القريحة وقوة الراى في استنباط الاحكام وكثرة المعرفة بالكتاب والسنة

وصحة الراى فى علم الاحكام الى غيره ذلك ينبغى لمن يقلد مذهبا معينا فى الفروع ان يحكم بان مذهبه صواب و يحتمل الخطاء قطعًا"

یعنی صاحب مفتاح السعادت نے لکھا ہے کہ مذاہب مشہور جن کی صحت کو عقول نے قبول کیا ہے چار ہیں جو چاروں ائمہ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل ﷭ کے ہیں پھر ان میں سے بہت حق اور بہتر مذہب ابوحنیفہ ؒ کا ہے کیونکہ ان میں سے اتفاق واحکام اور سب سے پہلے عمدہ استخراج مسائل اور استنباط احکام میں قوت رائے اور کتاب وسنت کے ساتھ اکثر مطابقت اور علم احکام میں صحت رائے کی وجہ سے مستثنیٰ ہے لیکن اس شخص کو جو کسی مذہب معین کا فروع میں مقلد ہو لائق ہے کہ اپنے مذہب اختیار کردہ کو صواب محتمل الخطا سمجھے اور دوسرے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانے اور اعتقادیات میں اپنے مذہب اختیار کو قطعی حق اور دوسرے کو قطعی خطاء سمجھے۔

اس طرح علامہ عمر بن محمد بن سعید موصلی نے خالص ترجیح مذہب امام ابوحنیفہ ؒ میں ایک الانتصار نامی کتاب لکھ کر اس میں ثابت کیا ہے کہ مذہب صحیح یہی ہے۔

جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۱۵۳ میں لکھا ہے:

الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح لعمر بن محمد بن سعيد الموصلى المتوفى سنه عنى به مذهب ابى حنيفة رحمه الله تعالى

اب سید آبادی کا یہ کہنا کہ کتب متقدمین میں غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے علم شافعی کا امام مالک سے اور امام احمد کا شافعی سے اور علم امام بخاری کا ان سب سے زیادہ تھا محض اس کی خوش فہمی ہے ورنہ متقدمین محدثین تو امام احمد وغیرہ کو امام ابوحنیفہ ؒ تو ایک طرف رہے آپ کے اصحاب وشاگردوں کے ہی مقابلہ میں اہل علم قرار نہیں دیتے بلکہ صرف ایک دوافروش کہتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۲۷ میں مروی ہے:

"عن محمد بن سعد ان سمعت من حضر يزيد بن هارون وعنده يحيى بن معين وعلى بن المدينى واحمد بن حنبل وزهير بن حرب

وجماعة آخرون اذ جاء ه مستفت فسأله عن مسئلة فقال له اذهب الى اهل العلم قال فقال له ابن المدينى اليس اهل العلم والحديث عندك قال اهل العلم اصحاب ابى حنيفة وانتم صيادلة"

یعنی محمد سعدان سے روایت ہے کہ میں نے اس شخص سے (جو یزید بن ہارون کی مجلس میں حاضر تھا) سنا ہے کہ یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی اور احمد بن حنبل اور زہیر بن حرب اور دوسرے علماء کی جماعت بیٹھی تھی کہ آپ یعنی یزید بن ہارون کے پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ اس پر ابن مدینی نے کہا کہ کیا آپ کے پاس اہل علم حدیث بیٹھے ہوئے نہیں، میں فرمایا کہ اہل علم تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب ہیں اور آپ لوگ صرف دوافروش ہیں۔

دیکھو جب کہ امام المحدثین یزید بن ہارون امام احمد اور علی بن مدینی کو جو استاد امام بخاری ہیں اور جن کی نسبت خود امام بخاری نے کہا ہے کہ بجز ابن مدینی کے اور کسی استاد کے پاس اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھا اور بقول صاحب تقریب اپنے زمانہ کے وہ بڑے اعلم اور امام تھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کے مقابلہ میں نہ اہل علم اور قابل فتویٰ نہیں سمجھتے تو پھر آپ کا بقول چھوٹا منہ بڑی بات خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ہی امام احمد اور امام بخاری کو ترجیح دینا اور اعلم بتانا صریحاً انصاف اور راستی کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ طبیبوں کو ادنیٰ اور دوافروشوں کو اعلیٰ قرار دینا آپ کا ہی کام ہے

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اعتراض نمبر ۳:

اب یہ دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کتنی احادیث یاد تھیں اور کتنی نہیں ابن خلدون نے نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ حدیث مثل اس کی روایت کی ہیں اور احمد بن حنبل جب شافعی سے ملے تو شافعی نے کہا جاء نا صرالحدیث پھر شافعی نے جو ایک امام ہیں ائمہ اربعہ سے کہا **من علم الحديث قوت حجة فان ابا حنيفة**

الت بضاعة من علم الحديث مزجاة.

ناظرین یہ کچھ قول بخاری، مسلم کا نہیں، یہ ائمہ اربعہ میں سے ایک امام شافعی کا قول ہے۔ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا ابو حنیفہ نے پچاس حدیثیں روایت کی ہیں سب میں خطاء و غلطی ہے ابو بکر بن داؤد نے کہا کل ڈیڑھ سو حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے نصف میں غلطی واقع ہوئی۔ ابن الجوزی نے کتاب المنتظم میں ان سب اقوال کو نقل کیا ہے۔

جواب:

وہابیوں کی حضرت امام الائمہ کی نسبت یہ بڑی بھاری جرح ہے جس کو وہ ہر موقع پر پیش کیا کرتے ہیں اور انہی کی کاسہ لیسی کر کے حیدر آبادی نے بھی اس کو پیش کیا ہے اس لیے ہم اس پر پوری روشنی ڈالنا چاہتے ہیں سو واضح ہو کہ امام صاحب کا حافظ الحدیث ہونا ہم اوپر مفصل ثابت کر چکے ہیں اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے مشائخ جن سے آپ نے حدیث کی روایت کی ہے تعداد میں چار ہزار ہیں اور آٹھ سو سے زیادہ آپ کے شاگرد ہیں جنہوں نے آپ سے حدیثیں سنیں اور ان میں سے صرف ایک عبداللہ بن یزید مقری نے آپ سے ۹۰۰ احادیث سنیں اس کے علاوہ قطع نظر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ان پندرہ مسانید کے جن میں سے چار تو آپ کے خالص شاگردوں نے آپ سے بلاواسطہ احادیث سن کر جمع کی ہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ اگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی صرف دیگر تصانیف مثل امام محمد کی موطا و کتاب الآثار و کتاب الحجہ و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج و امالی وغیرہ کو دیکھا جاوے تو ان میں صدہا احادیث و آثار امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بسند صحیح متصل مروی ملیں گے اور نیز مصنف ابن ابی شیبہ (استاذ امام بخاری) مصنف عبدالرزاق، تصانیف دار قطنی، تصانیف حاکم، تصانیف بیہقی، معاجم ثلاثہ طبرانی، تصانیف طحاوی مثل معانی الآثار اور مشکل الآثار وغیرہ کو دیکھو کہ ان میں کس قدر روایات بسند متصل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے موجود ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کس

قدر احادیث پر حاوی تھے۔ پھر کون شخص ہے جو ایک صاحب المذہب جلیل القدر امام (ابوحنیفہ) کی نسبت یہ گمان کر سکے کہ ان کو صرف سترہ یا پچاس یا ڈیڑھ سو حدیث یاد تھیں۔ راستی کے دشمن متعصب وہابی نے صداقت کا خون کر کے جو اقوال اس بارہ میں پیش کیے ہیں کہ امام صاحب کو کتنی حدیث یاد تھیں ان میں سخت تناقض ہے ایک قول میں سترہ دوسرے میں پچاس تیسرے میں ڈیڑھ سو۔ یہ بین تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا ایسے بے اصل متناقض الاقوال کو معرض استدلال میں پیش کرنا اہل انصاف کے نزدیک سراسر رسوائی حاصل کرنا ہے۔ ابن خلدون کی عبارت میں صریح غلطی ہے کیونکہ یہ ای روایت عقلاً ونقلاً غلط ہے اس پر بدون سخت متعصب شخص کے کون اعتماد کرسکتا ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم نے تذکرۃ الراشد میں صفحہ ۲۲۳ سے صفحہ ۲۲۸ تک اس پر مفصل بحث کر کے ۹ دلائل سے اس کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن خلدون کی عبارت کے سیاق وسباق سے ہی اس کا غلط ہونا ثابت ہوسکتا ہے۔

چنانچہ ابن خلدون نے پہلے اس طرح پر لکھا ہے:

"ولقد تقول بعض المبغضين المتعسفين الى منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلهذا قلت روايته ولا سبيل الى هذا المعتقد في كبار الائمة لان الشريعة انما تؤخذ من الكتاب والسنة"

یعنی بعض دشمن متعصبوں نے جو اس بات کا افتراء کیا ہے کہ ائمہ میں سے بعض حدیث میں قلیل بضاعت ہے اسی لیے اس سے قلیل روایت ہوئی ہے اس اعتقاد کی ائمہ کبار مجتہدین کے حق میں کوئی سبیل نہیں کیوں کہ احکام شرعیہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں پس جب تک قرآن وحدیث میں معرفت تامہ حاصل نہ ہو احکام شرعیہ کا ان سے کیونکر اخراج ہوسکتا ہے اور پھر اس کے بعد لکھا ہے:

والامام ابو حنيفة انما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل وضعف رواية الحديث اليقيني اذا عارضها الفعل النفسي و

قلت من اجلها روایۃ فقل حدیثہ لا انہ ترک روایۃ الحدیث متعمد الحاشاہ من ذالک ویدل علی انہ من کبار المجتھدین فی علم الحدیث اعتماد مذھبہ بینھم والتعویل علیہ واعتبارہ ردا وقبولا واما غیرہ من المحدثین وھم الجمھور فتوسعوا فی الشروط وکثر حدیثھم والکل عن اجتھاد وقد توسع اصحابہ من بعدہ فی الشروط فکثرت روایتھم وروی الطحاوی فاکثروا کتب مسندہ

یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس لیے قلیل روایت ہوئی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں سخت قیدیں لگائیں اور حدیث یقینی کو جب کہ اس کو فعل نفسی معارض ہو ضعیف سمجھا نہ یہ کہ معاذ اللہ انہوں نے حدیث کی روایت کو عمداً چھوڑ دیا اور قوی دلیل ان کے علم حدیث میں بڑے مجتہد ہونے پر یہ ہے کہ جملہ مجتہدین ومحدثین ان کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور جب مجتہدین کے اقوال سے بحث کرتے ہیں تو ان کے اقوال سے بحث کرتے ہیں اور سوائے ان کے اور جمہور محدثین نے رواۃ کے بارہ میں وسعت دی ہے اور آسان قیدیں لگائی ہیں جس کے باعث ان سے حدیث کی زیادہ روایت ہوئی اور ہر ایک نے ایسی قیدیں وشرطیں اجتہاد سے مقرر کیں بلکہ خود تلامذہ امام ابوحنیفہ نے ان کے بعد شروط میں وسعت دی اور کثرت کے ساتھ ان سے روایت ہوئی چنانچہ امام طحاوی حنفی نے بہت روایتیں حدیث کی کیں اور ایک مسند روایات ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی۔ دیکھو ان ہر دو عبارتوں سے ابن خلدون کا صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ بعض متعصب لوگ جو ائمہ کبار پر قلیل الروایت ہونے کی وجہ سے ان کو قلیل بضاعت خیال کرتے تھے یہ محض ان کا افتراء ہے کیوں کہ شریعت قرآن و سنت سے ہی اخذ کی جاتی ہے اور جو شخص حدیث میں قلیل بضاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکام شریعت کا استنباط کر سکتا ہے۔ خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں بڑے مجتہد تھے لیکن حدیث کی جو ان سے قلیل روایت ہوئی ہے تو اس کا یہ سبب ہرگز نہیں تھا کہ وہ حدیث میں قلیل بضاعت تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنے کمال ورع کی وجہ سے

روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں سخت قیدیں لگائی تھیں اور حدیث یقینی کو جب اس کو فعل نفسی معارض ہو ضعیف سمجھا تھا جس سے ان سے کم روایت ہوئی لیکن اور محدثین نے روایت کے بارہ میں آسان قیدیں لگائیں ان سے حدیث کی زیادہ روایت ہوئی جب ابن خلدون کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت یہ حسن اعتقاد معلوم ہو گیا کہ وہ امام موصوف کو کبار مجتہدین فی الحدیث سے سمجھتا ہے اور قلیل بضاعت رکھنے والوں کی بڑے شدومد سے تردید کرتا ہے تو اب اس کا ان کی روایات کی نسبت سبعہ عشر لکھنا صاف اس بات پر دال ہے کہ خود اس کے یا ناقل کے سہو سے بجائے سبعہ مائۃ کے سبعۃ عشر لکھا گیا ہے کیوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسانید اور ان کے تلامذہ کی تصانیف اور دیگر محدثین کی کتب حدیث میں جو ان کی روایات مروی ہوئی ہیں تو ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے پس اس کی تطبیق کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہوسکتا کہ لفظ سبعۃ عشر کو سہو مصنف یا ناقل پر محمول کیا جاوے دوم خود ابن خلدون نے امام کو کل سترہ حدیث پہنچنے پر اعتبار نہیں کیا بلکہ اس کو انکل پچو اس طرح پر لکھا ہے یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا او نحوھا اور جب کہ لفظ یقال وہ خود ہی اس کی ضعف کی طرف اشارہ کرتا اور نحوھا کے لفظ سے سترہ کی تعداد میں شک ظاہر کرتا ہے تو پھر مقابلہ اقوال اہل ثقات کے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بڑے حافظ الحدیث ہونے کی شہادت دیتے ہیں اس صریح قول ضعیف اور انکل پچو پر اعتبار کر لینا بالکل دانائی کے برخلاف ہے سوم اگر فرض کر لیا جائے کہ ابن خلدون نے عمداً اور معتبر خیال کر کے ایسا لکھا ہے تو بھی اس کا یہ قول بمقابلہ ان کبار محدثین کے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں کوئی وقعت نہیں رکھتا کیوں کہ ابن خلدون اگرچہ امور تاریخیہ میں بڑا ماہر تھا لیکن اس کو علوم شرعیہ اور فن حدیث میں کچھ مداخلت نہ تھی چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب ضوء لامع میں لکھا ہے سئل عنہ الکرکی فقال عری عن العلوم الشرعیۃ لہ معرفۃ فی العلوم العقلیۃ یعنی ابن خلدون کی نسبت جو امام کرکی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ شرعی علوم سے عاری تھا صرف عقلی علوم

تھیں اس کو دخل تھا پھر ایسے شخص کا کیا اعتبار جو علوم شرعیہ سے عاری ہو ہاں اگر کسی ایسے محدث معتبر سے جو علم روایات حدیث وغیرہ میں ماہر اور کتب حدیث سے واقف ہوتا ایسا قول صادر ہوتا تو البتہ اس کا کچھ لحاظ ہو سکتا تھا بے چارہ ابن خلدون جس نے حدیث کو بنظر غور نہیں دیکھا۔ کیا جانے کہ امام اعظم کی کس قدر روایات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ بلکہ وہ تو خود اپنی تاریخ کے ابتدا میں مقر ہے کہ امور تاریخیہ اور حکایات منقولہ میں غلطیوں کا واقع ہونا اغلب ہے۔ پس ان کو پہلے میزان عقل سے وزن کرنا چاہیے اور جو بات براہین قطعیہ عقلیہ ونقلیہ کے مخالف ہو اس کو رد کر دینا چاہیے۔

حضرت امام شافعی کی نسبت یہ محض افترا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کی نسبت کہا کہ کانت بضاعة من علم الحدیث مزجاة.

چنانچہ اول تو معترض اسی لیے اس بات کا کوئی حوالہ نہیں دے سکا کہ امام شافعی کا یہ قول اس نے کس کتاب سے نقل کیا ہے۔ اور پھر امام شافعی رحمہ اللہ سے اس قول کو کس راوی نے روایت کیا ہے۔ دوم جب کہ ائمہ ثلاثہ کی شہادتوں میں بروایت ثقات امام ابوحنیفہ کی نسبت امام شافعی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ "فقہ میں تمام فقہا امام ابوحنیفہ کے وظیفہ خوار ہیں اور جو شخص امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ کبھی علم میں تبحر اور فقیہ نہیں ہو سکتا اور مجھ کو علم فقہ صرف امام کے شاگردوں کے ہی طفیل حاصل ہوا ہے۔"

تو پھر ایک غبی سے غبی آدمی بھی فوراً یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ امام صاحب کی نسبت ایسی بے سروپا بات کیسے کہہ سکتے تھے جو نہ خود ان کے اپنے عندیہ کے ہی منافی تھی بلکہ ایک جم غفیر فقہا اور محدثین کی شہادتوں کے صریح برخلاف تھی جس سے ثابت ہے کہ یہ صرف یار لوگوں اور حاسدان امام ہمام کی من گھڑت ابن جوزی ۵۹۷ھ نے کتاب منتظم میں بے شک علی بن مدینی اور ابوبکر بن داؤد کے اقوال کو نقل کیا ہے مگر چونکہ یہ اول درجہ کا متعصب شخص تھا اور امام ابوحنیفہ کی نسبت اس کو کمال درجہ کی مذہبی عداوت تھی اس لیے اس کی جرحوں پر کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ اس لیے کتاب منتظم وغیرہ

میں جو امام موصوف کی نسبت اس نے لوگوں کی جرحیں

بیان کی تھیں۔ ان کی تردید اور نام امام کی حمایت میں خود اس کے نواسے علامہ ابی المظفر یوسف بن عبداللہ المعروف بہ سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ نے کتاب "انما الامام ائمۃ الامصار" دو جلد میں لکھ کر اپنے نانا کی خوب خبر لی اور اس کے اعتراضوں کی دین سے اکھاڑ دیا اور یہ امر امام ابوحنیفہ کی کرامت میں داخل ہے کہ خداوند جل و علا نے ابن جوزی کے اعتراضات کی خوب تردید خود اس کے نواسے ہی سے کرائی اس شخص کو صرف امام ابوحنیفہ ہی سے بغض نہ تھا بلکہ صوفیائے کرام خصوصاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا بھی یہ بڑا بھاری دشمن تھا۔ چنانچہ ان کی مخالفت میں اس نے ایک کتاب تلبیس ابلیس نام کی لکھی تھی۔ جس کے مطالعہ سے علمائے وقت نے لوگوں کو منع کر دیا تھا۔

علاوہ اس کے احادیث کے راویوں کی نسبت ایسا متشدد وسخت گیر تھا کہ اس نے اپنی کتاب موضوعات میں صحاح ستہ کی بہت سی صحیح احادیث کو بھی ان کے راویوں کی تھوڑی تھوڑی جرح پر موضوع قرار دے دیا اور مسند امام احمد میں ۳۸ احادیث پر وضع کا حکم لگایا جس کے تدارک کے لیے حافظ جلال الدین سیوطی نے کتاب تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے "القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد" لکھیں اور اس کے تعصب اور اس کے بے جا کاروائی کی خوب ہی خبر لی۔ پس ایسے شخص کی منقولہ جرح کو اگر امام ابوحنیفہ کی نسبت آپ معتبر سمجھتے ہیں تو لازم ہے کہ آپ پہلے صحاح ستہ میں بھی موضوع احادیث کا موجود ہونا تسلیم کریں۔ ابن مدینی کی جو روایت ابن جوزی نے لکھی ہے وہ بالکل بہتان محض ہے کیوں کہ ان مدینی نے بڑے شد و مد سے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی شہادت دی ہے۔

چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے:

"قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری وابن

المبارك وحماد بن زيد وهشام ووكيع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا باس به"

یعنی امام علی بن مدینی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ محدثین نے روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔

دیکھو علی بن مدینی تو امام صاحب کی ثقاہت کی شہادت دے رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ اور ابن جوزی جیسا متعصب شخص برخلاف اس کے ابن مدینی کا یہ قول بیان کرتا ہے کہ امام صاحب نے صرف پچاس حدیث روایت کی ہے۔ سب میں خطا و لغزش ہے۔ اسی طرح دیگر ائمہ حدیث نے بھی امام صاحب کی توثیق کی شہادت دی ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین شعبہ نے آپ کی نسبت یوں کہا ہے۔ "كان والله حسن الفهم جيد الحفظ حتى شنعوا عليه بما اعلم به منهم والله سيلقون عند الله وكان كثير الترحم عليه" (خيرات الحسان صفحه ۳۲)

یعنی خدا کی قسم امام ابوحنیفہ نہایت تیز فہم اور تیز حافظہ تھے۔ لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے والے تھے آخر انہوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی بدگوئی کا بدلہ اس وقت ملے گا اور شعبہ بڑا رحم امام ابوحنیفہ پر کرتے تھے۔

نیز خیرات الحسان کے صفحہ ۳۵ میں ہے: "وسئل يحيى بن معين احدث سفيان عنه قال نعم كان ثقة صدوقا في الفقه والحديث مامونا على دين الله.

یعنی یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہ سے سفیان ثوری نے حدیث روایت کی ہے فرمایا کہ ہاں روایت کی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ فقہ وحدیث میں ثقہ، صدوق اور اللہ کے دین پر مامون تھے۔

ایسا ہی تہذیب الکمال میں حافظ ابوالحجاج مزی جو امام فن رجال ہیں لکھتے ہیں: "قال محمد بن سعد العوفی سمعت يحيى بن معين يقول كان ابو حنيفة ثقة

فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ. وسئل صالح بن محمد الاسدی عنہ فقال کان ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث"

محمد بن سعید عوفی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ تھے اور وہی حدیث روایت کرتے تھے جس کو انہوں نے حفظ کیا ہوتا تھا اور جس حدیث کو انہوں نے حفظ نہیں کیا ہوتا تھا اس کو روایت نہیں کرتے تھے اور صالح بن محمد اسدی سے جب امام ابوحنیفہ کی نسبت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حدیث میں ثقہ تھے۔

یعنی صالح بن محمد اسدی نے سوال کر کے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے اور نیز اسی کتاب میں ہے۔

"ابو حنیفۃ فقیہ اہل العراق وفقیہ الامۃ وثقۃ ابن معین فقال مکی اعلم زمانہ"

یعنی امام ابوحنیفہ فقیہ اہل عراق اور فقیہ امت تھے ابن معین نے توثیق کی ہے اور مکی نے کہا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے عالموں سے بہت زیادہ عالم تھے۔

اور شامی جلد اصفحہ ۴۲ میں منقول ہے:

"وروی الخطیب عن اسرائیل بن یونس انہ قال نعم الرجل النعمان ما کان احفظہ لکل حدیث فیہ فقہ واشد فحصہ وعلمہ بما فیہ من الفقہ"

یعنی اسرائیل بن یونس جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں فرمایا ہے کہ نعمان یعنی ابو حنیفہ اچھے آدمی تھے اور بڑے حافظ ان تمام حدیث کے تھے جن میں فقاہت تھی اور نیز ان احادیث و آثار کی تلاش وعلم میں سخت مصروف رہتے تھے۔ جن میں فقاہت تھی ایسا ہی ابن ابی داؤد کی نسبت بھی افترا محض ہے کہ اس نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے کل ڈیڑھ سو حدیث کو روایت کیا ہے نصف میں غلطی واقع ہوئی کیوں کہ ابن ابی داؤد نے خود امام صاحب کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ امام صاحب کی نسبت کلام کرنے والا

حاسد ہے یا جاہل۔

چنانچہ تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے:

"وروی الخطیب عن ابن ابی داؤد قال ان الناس فی ابی حنیفة حاسد له و جاهل به واحسنهم عندی حال الجاهل"

یعنی ابو حنیفہ کی نسبت طعن کرنے والے لوگ دو ہی قسم ہیں یا تو ان کے علم سے حسد کرنے والے ہیں یا ان کے علم وفضیلت سے جاہل و ناواقف ہیں اور میرے نزدیک ناواقف طاعنین کی حالت بہ نسبت حاسدین کے بہتر ہے۔ پھر اسی کتاب کی صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے:

"عن بشر بن الحارث قال ابن ابی داؤد يقول لا يتكلم فی ابی حنيفة الا رجلان اما حاسد لعلمه واما جاهل بالعلم لا يعرف قدر علمه"

یعنی یہ بھی قول ابن ابی داؤد کا ہے کہ ابو حنیفہ کی نسبت دو قسم کے ہی آدمیوں نے کلام کی ہے یا تو اس نے جو ان کے علم کا حاسد ہے یا اس نے جو ان کے علم سے جاہل ہے اور ان کے علم کا قدر نہیں پہنچانتا۔

اب جائے غور ہے کہ ابن ابی داؤد تو امام صاحب کی ثقاہت اور علم کا یہاں تک قائل ہے کہ اس شخص کو جو اس کی نسبت کچھ کلام کرے حاسد یا جاہل قرار دیتا ہے۔ پھر کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے برخلاف خود ہی کہے کہ امام صاحب نے ڈیڑھ سو حدیث روایت کی ہیں اور نصف میں غلطی کی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صرف ابن جوزی نے اپنے تعصب سے جھوٹی روایات گھڑ کر علی بن مدینی اور ابن ابی داؤد کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ چنانچہ ابن جوزی کے ایسے ایسے غلط حوالوں کا خیال کرتے ہوئے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ کے صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے:

"وكان كثير الغلط فی ما يصنفه"

یعنی اپنی تصنیفات میں بڑا غلطی کرنے والا تھا۔

اور کشف الظنون جلد ۲ کے صفحہ ۵۳۶ میں اس کی کتاب المنتظم کی نسبت اس طرح لکھا ہے:

"قال علی بن الحنائی وفیه اوهام کثیرة واغلاط صریحة"

یعنی علی بن حنائی نے کہا ہے کہ کتاب منتظم میں بہت اوہام اور صریح غلطیاں ہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

اب ناظرین کو وہ اقوال سنانا چاہتا ہوں جو علماء کبار محدثین نے ان کی نسبت لکھے ہیں ناظرین نمبروار دیکھیں۔ ابجد التاریخ میں لکھا ہے۔

ان الصغری قید فقه ابی حنیفة بالرائے والقیاس. وکانه هو مراد اللهبی ولهذا اضافه فقه الشافعی الی الحدیث تمیزًا دیوالق هذا ما اشهر من ان ابا حنیفة من اصحاب الرای والشافعی من اصحاب الظواهر.

سبکی نے طبقات کبریٰ میں امام شافعی سے نقل کیا ہے: "وجدت کتاب ابی حنیفة انما یقولون کتاب الله وسنة رسوله ﷺ وانما هم مخالفون"

یہ بھی امام شافعی کا قول ہے جو ایک امام ائمہ اربعہ سے ہیں۔ بھائی احناف غور کریں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ کوئی فرضی نام ہے۔

جواب:

صاحب کشف الظنون نے جو تمام جہاں کی کتب تاریخ کا استیعاب کیا ہے تو وہ کل تیرہ سو پائی گئی ہیں۔ جن کا ذکر اس نے جلد ۱ کے صفحہ ۲۱۳۔ اسوا رمع بعض کے مختصر حال کے شروع کر کے صفحہ ۲۲۱ پر ختم کیا ہے مگر کہیں بھی ابجد التاریخ کے نام کا اشارہ تک نہیں کیا گیا جس سے ثابت ہے کہ اس نام کی کوئی تاریخ نہیں ورنہ اس کا نام بھی ضرور ہی لکھا جاتا۔ پس جب کہ ملا کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ء مصنف کشف الظنون جیسے محقق کو باوجود جوی تلاش کتب کے اس نام کی کوئی تاریخ نہیں ملی تو پھر حیدر آبادی دوست کو یہ کتاب کہاں سے مل گئی جو اس نے اس سے عبارت مذکور بھی نقل کر لی اور اگر اس

نے خود تاریخ مذکور نہیں دیکھی اور کسی اور کتاب سے یہ عبارت نقل کی ہے تو اس کو منقول منہ کتاب کا نام تو ضرور ہی لکھ دینا چاہیے تھا۔ تاکہ اگر وہ کوئی معتبر شخص ہوتا تو اس بات کا اعتبار کر لیا جاتا ہے کہ ضرور ابہجہ التاریخ بھی کوئی کتاب ہے اس طرح صلوی بھی کوئی مشاہیر سے نہیں ہے پس ایسی فرضی کتاب میں صلوی جیسے غیر مشہور شخص کی اس رائے پر کہ اس نے ابوحنیفہ کی فقہ کو رائے اور قیاس کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور فقہ شافعی کو حدیث کی طرف منسوب کیا ہے۔ کون عاقل ذرا بھی اعتبار کر سکتا ہے اگر دینی معاملات میں ہر کس و ناکس کی رائے کے ساتھ امام ذہبی کی رائے کا اعتبار کر لیا جاوے، تو بس دین کا خاتمہ ہے پس لاابعبائب اشخاص کے پیچھے چل پڑنا آپ کو ہی مبارک رہے طرفہ یہ کہ اس فرضی تاریخ کے مصنف نے صلوی کی رائے کے ساتھ امام ذہبی کی رائے کو بھی شامل کیا ہے۔ حالانکہ امام ذہبی تو امام ابوحنیفہ کے بڑے مادحین میں سے ہیں۔

چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہ کو حفاظ حدیث میں شمار کر کے ان کے علم، ورع، زہد، تعبد کی شہادت دے کر ابن مبارک و امام شافعی و ابوداؤد کے اقوال سے ان کی فقہ کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور علاوہ اس کے امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف و امام محمد کے مناقب میں علیحدہ علیحدہ تین رسالے بھی انہوں نے لکھے ہیں۔ پس کس طرح باور ہو سکتا ہے کہ امام ذہبی کی امام ابوحنیفہ کی فقہ کی نسبت مخالف رائے تھی۔ یہ محض چھپے رستم کا امام ذہبی پر افترا و بہتان ہے۔ اس لیے وہ امام ذہبی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دے سکے۔ اور یونہی کہہ دیا ہے کہ امام ذہبی کی بھی فقہ امام ابوحنیفہ کی نسبت گویا یہی مراد تھی۔

دوم جب کہ ائمہ کبار محدثین علی الاعلان اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے صرف سنت رسول خدا ﷺ پر قیاس کیا ہے اور ان کا قول حدیث کی محض شرح و تفسیر ہے اور اس میں رائے کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ خود امام ابوحنیفہ رائے کی مذمت کر کے اس قول کو جس کو شریعت محمدیہ قبول نہ کرے رد کرتے اور دین کے معاملہ میں رائے کی دخل کی سخت ممانعت فرماتے ہیں تو پھر صلوی کی بے سند رائے امام ابو

حنیفہ کی فقہ کی نسبت کس طرح قابل التفات ہو سکتی ہے چنانچہ موفق جلد۲ صفحہ۱۰ میں سوید بن نصر سے مروی ہے جو ایک بڑے پایہ کے امام حدیث اور ترمذی ونسائی کے شیوخ میں سے ہیں۔

سمعت ابن المبارك يقول لا تقولوا راى ابو حنيفة ولا كن قولوا تفسير الحديث.

یعنی ابن مبارک فرماتے ہیں یہ مت کہو کہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے بلکہ کہو کہ میں تفسیر حدیث ہے۔

پھر اس کتاب کے صفحہ۸۶ پر حماد بن قیر المحدث سے مروی ہے:

"سمعت ياسين الزيات وكان من فقهاء اصحاب الحديث يقول اصحاب الرائي اعداء السنة اصحاب الرائي اهل الاهواء فاما ابو حنيفة واصحابه فانهم قاسوا على السنة"

یعنی یٰسین زیات جو فقہائے اہل حدیث سے ہیں کہتے ہیں کہ اصحاب الرائے حدیث کے دشمن ہیں۔ اصحاب الرائے اہل الاہواء ہیں لیکن امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کیا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں لکھا ہے:

"وروى الخطيب عن نعيم بن عمر قال سمعت ابا حنيفة يقول عجبًا للناس يقولون انى افتى بالرائي ما افتى الا بالاثر"

یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے تعجب ہے جو کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے پر فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں حدیث کے سوا کبھی فتویٰ نہیں دیتا۔

موفق جلد۲ صفحہ۵۳ میں مروی ہے:

"عن بشر بن يحيى سمعت ابن المبارك يقول عليكم بالاثر ولابد الاثر عن ابى حنيفة ليعرف به تاويل الاحاديث ومعناه"

یعنی ابن مبارک فرماتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کو لازم پکڑو اور حدیث کے لیے اثر

یعنی قول ابی حنیفہ کا لحاظ بڑا ضروری ہے۔ کیوں کہ اس سے حدیث کا اصل مطلب و معنی معلوم ہو سکتا ہے۔

تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۲۰ میں مروی ہے:

"روی الخطیب عن عبدالرزاق قال کنت عند معمرٍ او اتاہ ابن المبارك وسمعت معمرًا یقول ما اعرف رجلا یحسن التکلم فی الفقہ ویسعہ ان یقیس ویشرح الحدیث فی الفقہ احسن معرفۃ من ابی حنیفۃ ولا اشفق علی نفسہ من ان یدخل فی دین اللہ شیئًا من الشك مثل ابی حنیفۃ"

یعنی عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس بیٹھا تھا عبداللہ بن مبارک آئے پھر معمر کہنے لگے کہ میں ایسے شخص کو نہیں جانتا ہوں کہ جو فقہ میں اچھی طرح تکلم کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور فقہ و حدیث کی شرح کی قدرت رکھتا ہو جیسا کہ امام ابو حنیفہ کو یہ سب باتیں حاصل ہیں اور مجھ کو سوائے ابو حنیفہ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات کا بہت ڈر رکھتا ہو کہ دین الٰہی میں کس طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے۔

میزان الشعرانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے:

"وقد روی الشیخ محی الدین فی الفتوحات المکیہ بسندہ الی الامام ابی حنیفۃ انہ کان یقول فی الدین اللہ تعالٰی بالرائے وعلیکم بالرائے وعلیکم باتباع السنۃ"

یعنی امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ پرہیز کرو تم خدا کے دین میں محض قول بالرائے سے اور لازم پکڑو تم اس رائے کو جو سنت رسول خدا ﷺ کے اتباع میں ہو۔

پھر اسی کے صفحہ ۶۴ میں امام ابو حنیفہ سے اس طرح پر منقول ہے:

"وکان یقول لم تزل الناس فی صلاح مادام فیھم من یطلب الحدیث کان اطلبوا العلم بلا حدیث فسدوا وکان یقول قاتل اللہ

عمرو بن عبيد فانه للناس باب الخوض في الكلام في ما لا يعنيهم وكان يقول الا ينبغي لاحد ان يقول قولا حتى يعلم ان الشريعة رسول الله يقبله"

یعنی امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جب تک لوگوں میں ایسے شخص موجود رہیں گے جو حدیث کے طالب ہوں گے تو وہ لوگ صلاحیت میں رہیں گے اور جب لوگ علم کو بغیر حدیث کے طلب کریں گے تو بگڑ جائیں گے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ عمرو بن عبید معتزلی کو قتل کرے جس نے لوگوں کے لیے کلام میں لایعنی خوض کرنے کا دروازہ کھول دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی کو کوئی ایسی بات کہنی جائز نہیں جس کو شریعت رسول خدا ﷺ قبول نہ کرے۔ کتاب امام موفق جلد اصفحہ ۹۱ میں عبدالرحمٰن بن صالح سے مروی ہے: "قال وكيع سمعت ابی حنيفة يقول البول في المسجد احسن من بعض القياس" یعنی ابوحنیفہ سے میں نے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ دین میں بعض قیاس سے مسجد میں پیشاب کر لینا بہتر ہے۔

پھر اسی میں ہے: "عن حامد بن آدم سمعت اسد بن عمرو قال كان ابو حنيفة يقول لنا اذا حدثتكم بشيء لم اجد فيه الاثر فاطلبوه وقد يكون فيه الاثر"

یعنی ابوحنیفہ ہم سے فرماتے تھے کہ جب میں کوئی بات تم سے ایسی بیان کروں جس میں سردست کوئی اثر نہ پایا جاتا ہو تو تم کو چاہیے کہ اثر کی تلاش کرو اس میں ضرور کوئی اثر مروی ہوگا۔

کیا اس قدر اقوال کبار محدثین اور خود امام ابوحنیفہ کے سننے کے بعد بھی غیر مقلدین یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ معاذ اللہ امام ابوحنیفہ صرف اصحاب الرائے تھے اور حدیث کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے یا ان کی فقہ میں رائے کو زیادہ دخل ہے۔ کیا آپ لوگ سچے ہیں یا وہ محدثین جو ائمہ صحاح ستہ کے بھی مشائخ ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کی روایت میں تفسیر حدیث ہوتی ہے اور کسی حدیث کا اصل مطلب وحق بغیر امام

ابو حنیفہ کی تفسیر کے معلوم ہی نہیں ہو سکتا۔

علاوہ اس کے صفوی نے بظاہر تو امام شافعی کو اصحاب ظواہر سے شمار کر کے ان کی فقہ کو فقہ حنفی پر ترجیح دی ہے لیکن باطن میں امام شافعی کی اس کاروائی سے سراسر توہین لازم آتی ہے۔ کیوں کہ ائمہ اربعہ بالاتفاق قیاس کو حجت شرعیہ مانتے ہیں اور اصحاب ظواہر جو داؤد ظاہر کے متبع ہیں قیاس کو خواہ کسی قسم کا ہو ہرگز نہیں مانتے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ہم یہاں حدیث "لا یبولن احدکم فی الماء الدائم" کو پیش کرتے ہیں جس سے تمام جہان کے عالم لوگ تو یہ قیاس کرتے ہیں کہ جب کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی رسول خدا ﷺ سے ممانعت آئی ہے تو پانی میں ہگ دینا بطریق اولیٰ منع ہے کیوں کہ پیشاب سے گوہ زیادہ پلید ہے مگر داؤد ظاہری جو قیاس کا منکر ہے کہتا ہے کہ پانی میں صرف پیشاب کرنے کی ممانعت ہے اس سے پانی میں ہگ دینے کی کوئی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ ایسا ہی اس کے نزدیک کسی برتن میں پیشاب کر کے اس کو پانی میں ڈال دینا یا پانی کے قریب پیشاب کرنا جس سے وہ بہہ کر پانی میں جا پڑے کوئی منع نہیں۔ (دیکھو نووی شرح مسلم صفحہ ۱۳۸)

اور ظاہر یہ کہ نسبت خود ہی غیر مقلدین کی نہایت معتبر کتاب دراسات اللبیب کے صفحہ ۲۶۱ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"انهم لا يقولون بالاستنباط راسا وهو مما لا يعباء بهم ولا بخلافهم ائمة الحديث والفقه حتى قال الشيخ الامام السيوطي وغيره ان الاجماع لا ينخرق بخلافهم ومذهبهم مردود بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط واعمال الفكر والفهم في كتاب الله وسنت رسول الله ﷺ"

یعنی ظاہر یہ فرقہ سرے سے ہی استنباط مسائل کا منکر ہے اس لیے ائمہ حدیث وفقہ نے اس کے قول کی کچھ پرواہ نہیں کی یہاں تک کہ امام سیوطی وغیرہ نے کہا ہے کہ ظاہریہ کے خلاف سے اجماع کو کوئی نقصان نہیں ہوتا اور ان کا مذہب کتاب اللہ وسنت

رسول اللہ کے رو سے مردود و مطرود ہے۔ کیوں کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ استنباط مسائل کے جواز اور ان میں فکر اور فہم کو عمل میں لانے پر ناطق ہیں۔ مطلوی یا پیچھے رحم نے فقہ شافعی کی خوب ہی حمایت کی کہ امام شافعی کو معاذ اللہ ایک مردود و مطرود فرقہ میں شامل کر دیا۔ داناؤں کا یہ قول کہ دانا دشمن بہ از دوست ناداں سچ نکلا۔

سبکی کے طبقات الکبریٰ میں امام شافعی کا یہ قول "وجدت كتاب ابی حنیفة انما يقولون كتاب الله سنة رسوله ﷺ وانما مخالفون" سو یہ کوئی جرح نہیں ہے معترض نے اس کا معنی ہی نہیں سمجھا ورنہ اس کو ہرگز پیش نہ کرتا اس سے تو امام صاحب کی مدح ثابت ہوتی ہے نہ ذم اس کا معنی صاف یہ ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ کی کتاب کو پایا جس کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت الرسول سے ماخوذ ہے لیکن باوجود اس کے یہ لوگ اس کتاب کی مخالفت کرتے ہیں یعنی تعمیل احکام نہیں کرتے دیکھو امام شافعی صاحب تو امام صاحب کی کتاب پر کوئی جرح نہیں کرتے ان کا اعتقاد بھی ہو کہ وہ بالکل کتاب اللہ و سنة الرسول سے ماخوذ ہے پھر اس کے احکام کے مطابق نہیں چلتے وہابی معترض کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ان مخالفوں کی ضمائر کا مرجع کتاب ہے یا وہ لوگ اگر امام شافعی کا منشا اس قول سے مذمت کتاب ہوتا تو وہ یوں کہتے: "انما يقولون كتاب الله وسنة رسوله وهو مخالف لهما" یعنی یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ عین کتاب اللہ حدیث رسول ہے حالانکہ یہ کتاب ان دونوں کے برخلاف ہے سواین هذا من ذالك. نیز اگر امام شافعی ان کے اس قول کو راست نہ سمجھتے تو وہ وہم کا زبون کہتے نہ کہ وہم مخالفون۔ واہ حیدر آبادی صاحب آپ کی خوش فہمی کا کیا کہنا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بھائی صاحب امام ابو حنیفہ کی کتاب تو وہ تھی جس کو امام شافعی نے یہاں تک پسند کیا کہ ایک رات دن میں ساری کتاب یاد کر لی۔ دیکھو تمہارے ہم مذہب نواب صدیق حسن خان اتحاف النبلاء کے صفحہ ۳۳۵ میں امام شافعی کے ذکر میں لکھتے ہیں امام محمد از

مقام مدح وے گفت کہ دے کتاب اوسط ابو حنیفہ را از من بعاریت رفت و تمام آنرا در یک شب و روز حفظ کرد۔

اعتراض نمبر ۵:

اسی کتاب میں ایک مناظرہ کا ذکر ہے کہ امام شافعی نے محمد بن حسن سے کہا:

"اما کتابك الذی ذکرت انك وضعته لاهل المدينة فكتابك من بعد بسم الله الرحمن الرحيم. الى آخره خطاء فاصفر محمد بن الحسن ولم يجر جوابه"

یعنی اے محمد تیری کتاب جس کی نسبت تو کہتا ہے کہ اہل مدینہ کے رد میں تیار کی ہے یہ کتاب بسم اللہ سے آخر تک غلط ہے پھر یہ سن کر محمد شاگرد ابو حنیفہ کا منہ زرد ہو گیا کچھ جواب نہ بن پڑا۔

جواب:

اول تو معترض کا فرض تھا کہ وہ ظاہر کرتا کہ سبکی نے کس کی روایت سے یہ مناظرہ لکھا ہے۔ سبکی امام شافعی و محمد کا ہم عصر تو نہ تھا بلکہ ۶۰۰ سال بعد اس کا زمانہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ اس کی وفات ۷۵۷ھ میں ہوئی ہے اور کتاب طبقات سبکی کوئی مسند نہیں ہے بلکہ عام مورخین کی طرح اس میں بلا حوالہ راوی کے حالات بیان کیے گئے ہیں پھر ایسی بے اصل روایات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے دوم معترض تو حضرت امام ابو حنیفہ کی تضعیف کے درپے تھا اور یہاں مناظرہ شافعی و محمد لکھ کر امام محمد کی کتاب کو ضعیف ثابت کر رہا ہے بھلا اس سے امام صاحب کی تضعیف کی کیا سند مل سکتی ہے۔

سوم چونکہ امام محمد نے کتاب الحجۃ اہل مدینہ کے رد میں لکھی تھی اور امام شافعی صاحب علاوہ شاگردی کے اصول فقہ میں اکثر امام مالک کے پیرو تھے۔ اس لیے اگر اپنے استاد کی حمایت میں امام محمد کی کتاب مذکورہ کو وہ اچھا نہ سمجھیں تو اس سے امام محمد اور ان کی کتاب کو کیا بٹہ لگ سکتا ہے۔ چہارم امام شافعی ایک فاضل اجل مجتہد صاحب المذہب کی شان سے بہر اصل بعید ہے کہ وہ ایسا قول بے دلیل مناظرہ پیش کر دیتے

کہ محمد تیری کتاب بسم اللہ سے لے کر آخر تک غلط ہے۔ حالانکہ یہ بات تو ہر ایک شخص بڑی آسانی سے اپنے مخالف کی نسبت کہہ سکتا ہے پس اگر امام شافعی جیسے جلیل القدر فاضل، امام محمد کی تضعیف کے درپے ہوتے تو دلائل کے رو سے ثابت کرتے کہ یہ کتاب ان وجوہات سے غلط ہے اور ان دلائل کا کسی نے ذکر کیا ہوتا بھلا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ وہی امام شافعی جن کے اقوال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"اعانی اللہ فی العلم برجلین فی الحدیث بابن عیینۃ وفی الفقہ بمحمد اور کہ من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لھم واللہ ما صرت فقیھا الا بکتب محمد بن الحسن"

اسی امام محمد کو یوں کہیں کہ تیری کتاب بسم اللہ سے تا آخر غلط ہے اور پھر امام محمد جن کی نسبت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اپنے علم کے مطابق کلام کریں تو ہم ان کی کلام کو سمجھ بھی نہ سکیں۔ امام شافعی سے مناظرہ میں وہ لاجواب ہو جائیں اور رنگ زرد ہو جائے۔ یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت روایات ہیں جو اصحاب امام ابو حنیفہ کے دشمن گھڑ کر لوگوں کو سناتے اور اپنے دل کو خوش کرتے ہیں۔ بھلا آپ جانتے ہیں کہ امام محمد کی وہ کتاب کون سی تھی؟ آؤ ہم آپ کو بتا دیتے ہیں کہ ان کی کتاب کتاب الحجۃ ہے جو انہوں نے تردید اہل مدینہ میں لکھی تھی جو لکھنؤ کے مطبع انوار احمدی سے چھپ چکی ہے۔ اور اس کا جواب اب تک مالکیوں سے نہیں ہو سکا اس میں اقوال امام ابو حنیفہ درج ہیں جو اکثر صحاح ستہ میں بھی ہیں۔ اور نیز اقوال صحابہ ہیں پھر امام شافعی صاحب کس طرح اس کتاب کو کہہ سکتے تھے کہ بسم اللہ سے تا آخر غلط ہے۔ جس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام احادیث مرفوعہ اور اقوال امام ابو حنیفہ سراسر غلط ہیں کچھ عقل کی بات ہے بھلا امام شافعی ایسا کہہ سکتے تھے حالانکہ ابو حنیفہ کے اقوال کی عظمت کے وہ خود قائل ہیں۔

چنانچہ کتاب موفق جلد ۲ صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے:

"قال سلیمان بن داؤد الهاشمی قال لی الشافعی قول ابی حنیفة اعظم من ان یدفع باهوائنا"

یعنی امام ابو حنیفہ کا قول اس سے برتر ہے کہ ہم اپنی خواہشات سے رد کر سکیں۔

الحاصل جب کہ امام شافعی امام محمد کے علم و فضل کے قائل اور ان کی کتابوں کے مداح تھے چنانچہ کشف الظنون جلد ۲ کے صفحہ ۲۷۳ میں امام محمد کی کتاب مبسوط کے ذکر میں لکھا ہے:

"وروی ان الشافعی استحسنه وحفظه واسلم حکیم من کفار اهل الکتاب بسبب مطالعة حیث قال هذا کتاب محمد کم الاصغر فکیف کتاب محمد کم الاکبر"

یعنی مروی ہے کہ امام شافعی نے اس کتاب کو پسند کیا اور اس کو یاد کر لیا اور ایک حکیم جو کفار اہل کتاب سے تھا اس کتاب کے مطالعہ کرنے پر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب چھوٹے محمد (محمد بن حسن) کی کتاب ایسی ہے تو بڑے محمد (رسول ﷺ) کی کتاب کا کیا کہنا ہے تو پھر یہ بھی خیال نہیں کیا جا سکتا کہ امام شافعی امام محمد کی ایک کتاب مبسوط کو تو یہاں تک پسند کریں کہ اس کو یاد کر لیں اور انہی کی دوسری تصنیف کتاب الحجہ کی نسبت یہ کہیں کہ وہ اول سے آخر تک غلط ہے پس یہ بالکل بے ہودہ اور لغو خیال ہے اور یہ قصہ بالکل فرضی اور بے بنیاد ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے:

"امام ابو حنیفة فلم یکن مجتهد الا انه کان لا یعرف اللغة وعلیه یدل قوله ولو رماه بابو قبیس وکان لا یعرف الاحادیث ولهذا عزی بقبول الاحادیث الضعیفة ورد الصحیح منها علم یکن فقیه النفس بل کان یتفا لیس لا فی محله علی مناقضة ماخذ الاصول"

جواب:

امام غزالی پر یہ افترا محض ہے امام غزالی کی تصنیف سے منخول کوئی کتاب نہیں ہے امام غزالی حضرت امام ابوحنیفہ کی عظمت اور فقاہت کے قائل تھے وہ ان کی نسبت ایسا کس طرح لکھ سکتے تھے کہ کتاب احیاء العلوم میں انہوں نے جیسے دیگر ائمہ مذہب کی تعریف کی ہے اسی طرح حضرت امام ہمام کی بھی مدح کی ہے پھر کس طرح ولم یکن فقیہ النفس الخ ان کی نسبت لکھ سکتے تھے۔ اس لیے علمائے محققین نے تصریح کر دی ہے کہ یہ غزالی ایک اور شخص محمود نامی معتزلی المذہب تھا جو اہل حق کا سخت دشمن اور امام صاحب کا معاند تھا چنانچہ صاحب خیرات الحسان نے شروع کتاب کے مقدمہ اولی میں صفحہ ۲ سے ۸ تک اس پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس کتاب کا امام غزالی مصنف احیاء العلوم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط اور مبنی بر تعصب ہے۔ ہم احیاء العلوم سے اصل عبارت جو ائمہ مذہب کی شان میں لکھی ہے درج کر کے میاں حیدر آبادی سے پوچھتے ہیں کہ باوجود ایسا لکھنے کے پھر تمہاری فرضی منخول میں وہ کس طرح امام صاحب کی نسبت ایسی عبارت لکھ سکتے تھے۔

احیاء العلوم صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے: "فالفقهاء الذين هم زعماء الفقه وقادة الخلق اعنى الذين كثر اتباعهم فى المذاهب خمسة الشافعى ومالك واحمد بن حنبل وابو حنيفة وسفيان الثورى ﷺ وكل واحد منهم كان عابدا وزاهدا وعالما بعلوم الأخرة وفقيها فى مصالح الخلق ومريدا بفقه وجه الله تعالى"

یعنی فقہاء جو فقہ کے بانی اور خلق خدا کے پیشوا ہیں یعنی جن کے پیروان مذہب کثرت سے ہیں پانچ ہیں۔ شافعی، مالک، احمد بن حنبل، ابوحنیفہ، سفیان ثوری ﷫ اور ان میں سے ہر ایک عابد، زاہد، عالم بعلوم آخرۃ، فقیہ النفس، مصالح خلق کو جاننے والا۔ اور اپنی فقہ سے صرف رضامندی اللہ کو مدنظر رکھنے والا تھا۔

اس کے بعد امام شافعی و مالک کے حالات لکھ کر امام ابوحنیفہ کی نسبت اس طرح پر لکھا

ہے:

"وما ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فلقد کان عابدا زاهدا عارفا باللہ تعالیٰ خائفا منہ مریدا وجہ اللہ تعالیٰ بعلمہ"

یعنی ... ابوحنیفہ عابد، زاہد، عارف، خائف من اللہ اپنے علم میں رضاء الٰہی کے طالب تھے۔

اب ناظرین احیاء علوم کی عبارت مذکور پڑھ کر خود ہی کچھ انصاف کریں کہ امام غزالی نے جب کہ ائمہ ثلاثہ کی طرح امام ابوحنیفہ کی فضیلت کی بڑی شد و مد سے شہادت دی ہے تو پھر کیا عقل اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ وہی امام غزالی اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ کی نسبت یوں لکھیں کہ وہ مجتہد نہ تھے اور نہ فقیہ تھے اور بے جا قیاس کرتے تھے۔ حاشا وکلا یہ قول ہرگز امام غزالی مصنف کتاب احیاء العلوم کا نہیں ہے بلکہ اس دشمن اہل حق معتزلی بدظن کا قول ہے۔

شب پرہ اگر وصل آفتاب نخواہد　　رونق بازار آفتاب نہ کاہد

ابوقبیس کا جواب آگے آئے گا اور ولم یعرف الحدیث کے الزام کی کافی تردید بشہادت کثیر التعداد اکابر محدثین پہلے گزر چکی ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

خطیب نے کہا "انہ ای ابو حنیفۃ کان مذھب جھم" یعنی مذہب ابوحنیفہ کا جہمیہ تھا۔ ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں امام صاحب کو معدودوں شاگردوں کے مرجیہ لکھا ہے حافظ سلیمان نے بھی مرجیوں میں لکھا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان میں اس قول کو نقل کیا ہے۔

جواب:

حضرت امام ہمام کو جہمیت کا الزام دینے سے معترضین کو شرم کرنا چاہیے اگرچہ یہ تو مشہور ہی ہے کہ دشمن بات کرے ان ہونی۔ مگر پھر بھی بات وہ کہنی چاہیے جس کی کچھ گنجائش ہو سکے۔ حضرت امام والا شان تو مذہب جہمیہ کے بانی جہم بن صفوان کو سخت برا

اور کافر سمجھتے تھے۔ اور اس سے بات کرنا بھی عار تصور کرتے تھے۔ اور نا انصاف، اہل
آپ کو الٹا جہمیت کا الزام لگاتے ہیں۔
چنانچہ کتاب موفق صفحہ ۱۸۶ میں قول امام ابوحنیفہ کا جہم بن صفوان کے خطاب میں لکھا
ہے:

"الکلام معک عار والخوض فیما انت فیه نار قال کیف حکمت علی ولم تسمع کلامی قال ابلغنی عنک اقاویل لا یقول بها اهل الصلوٰۃ قال فحکم بالغیب قال اشتهر ذلک عنک عند الخاصۃ والعامۃ فساغ لی ان احقق ذالک عنک"

یعنی امام صاحب نے جہم بن صفوان کو کہا تیرے ساتھ کلام کرنا عار ہے اور اس بات میں خوض کرنا جو تیرا مذہب ہے موجب دخول جہنم ہے صفوان نے کہا آپ مجھ پر کیسے فتویٰ لگاتے ہیں جب کہ آپ نے میرے کلام مجھ سے سنے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تیری ایسی باتیں پہنچی ہیں جو کوئی مسلمان اہل صلوٰۃ کہہ نہیں سکتا۔ اس نے کہا آپ مجھ پر حکم بالغیب کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ تیری باتیں عام و خاص میں شہرت پا چکی ہیں تجھ سے پوچھنے کی حاجت باقی نہیں ہے۔
دیکھو امام صاحب تو مذہب جہمیہ کے بانی کو کافر کہتے ہیں ادھر کور باطن وہابی ان کو ہی جہمیہ قرار دیتے ہیں۔ رہا ابو قتیبہ کا امام کو مرجیہ کہنا سو اول تو ابو قتیبہ دینوری کوئی شخص نہیں البتہ ابن قتیبہ ایک شخص ہے جس نے کتاب المعارف لکھی ہے۔ اب ان دو میں تمیز نہ ہونا ہی ہمارے جہالت کی دلیل معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دوست حیدرآبادی نے مختلف رسالجات دیکھ کر اناپ شناپ لکھ مارا ہے خود کوئی کتاب نہیں دیکھی ورنہ ایسی سخت غلطی صادر نہ ہوتی۔ دوم تمہیں یہ بھی بتا دیتے کہ یہ حضرت ابن قتیبہ خود کیسے ہیں اور محدثین کے نزدیک یہ کیا درجہ رکھتے ہیں۔
سو میزان صفحہ ۱ میں ان کی نسبت محدثین کی شہادت یوں درج ہے:
"قال الحاکم اجمعت الامۃ علی ان القتیبی کذاب. قال الدار قطنی

کان ابن قتیبۃ یمیل الی التشبیہ منحرف عن العترۃ و کلا یدل علیہ وقال البیہقی کان یری رای الکرامیۃ انتہی ملخصاً"

یعنی حاکم نے کہا اس بات پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ قتیبی کذاب تھا۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ ابن قتیبہ مذہب تشبیہ کی طرف مائل تھا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ کرامیہ کی رائے رکھتا تھا۔

پھر ایسا کذاب بد مذہب شخص اگر امام ابوحنیفہ کے برخلاف کوئی جھوٹا الزام عائد کرے تو اس کی کلام کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے یہ عجیب بات ہے جو میاں حیدرآبادی لکھتا ہے کہ حافظ سلیمانی نے بھی امام صاحب کو مرجیوں میں لکھا ہے اور ذہبی نے میزان میں اس قول کو نقل کیا ہے حالانکہ میزان الاعتدال کا بھی غالباً میاں حیدرآبادی نے نام ہی سنا ہوا ہے خواب میں بھی اس کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا ورنہ ایسا وہ کبھی نہ لکھتا میزان الاعتدال ہمارے پاس ہے اور ہم نے اس کو اول سے آخر تک دیکھ لیا ہے اس کتاب میں حافظ سلیمان کا نام تک نہ لکھا گیا چہ جائیکہ برخلاف امام ہمام اس کا قول مذکور درج ہو یہ بھی کسی رسالہ نے حیدرآبادی کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔ حیدرآبادی اگر خود اس افتراء کے الزام سے بری ہونا چاہتا ہے تو اس رسالہ کا نام لکھ دیں جس کی کاسہ لیسی آپ نے کی ہے تاکہ اس کے مصنف سے ہم پوچھیں کہ میزان میں کس جگہ سلیمانی کا امام ابوحنیفہ کی نسبت مرجیہ ہونا لکھا ہے شاید آپ کے منقول عنہ رسالہ کے مؤلف نے میزان میں مسعر بن کدام کے تذکرہ میں نعمان کا نام دیکھ کر امام ابوحنیفہ کا خیال کر لیا ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے:

"مسعر بن کدام فحجۃ امام ولا عبرۃ بقول السلیمانی کان من المرجیۃ مسعر بن کدام وحماد بن ابی سلیمان والنعمان وعمرو بن مرۃ وعبدالعزیز بن ابی رواد وابو معاویۃ وعمرو بن ذرد سرد جماعۃ"

یعنی مسعر بن کدام حجت اور امام تھے اور سلیمانی کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں جو اس

نے مرجیوں میں شمار کیا ہے۔ از حماد بن ابی سلیمان و نعمان و عمرو بن مرہ و عبد العزیز بن ابی رواد و ابو معاویہ و ذر بن ذر وغیرہ ایک جماعت کو۔

لیکن ایسی صورت میں اول تو نعمان سے ابوحنیفہ ہی سمجھ لینا ایک صریح تحکم ہے کیوں کہ امام کی وقت کئی ایک محدثین کا نام تھا پس جب تک کوئی قرینہ مابہ الامتیاز معلوم نہ ہو کس طرح نعمان سے امام ابوحنیفہ ہی قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ دوم بالفرض اگر نعمان سے امام ابوحنیفہ ہی تسلیم کر لیے جاویں تو آپ کی استدلال کی تردید خود امام ذہبی کے قول سے ہوگئی جو کہتے ہیں کہ ان علماء کرام کی جن میں امام ابوحنیفہ شامل ہیں مرجیہ قرار دینے پر سلیمانی کا کوئی اعتبار نہ کیا جاوے جس سے علاوہ سلیمانی کی تردید کے امام ابوحنیفہ کو مرجیہ کہنے والے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں علاوہ اس کے خود امام ابوحنیفہ نے اپنے مرجیہ کہنے والوں کو ایسا معقول جواب دے دیا ہے کہ اگر ان کو کچھ بھی شرم و حیاء ہو تو پھر کبھی ان کو مرجیہ کہنے کا خیال تک بھی نہ گزرے۔

چنانچہ مولانا مولوی عبدالحی مرحوم کتاب الرفع والتکمیل کے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں:

"وفی التمھید لابی الشکور السالمی قسم المرجئة علی نوعین مرجئة مرحومة هم اصحاب النبی ﷺ و مرجئة ملعونة وهم الذین یقولون بان المعصیة لاتضرور المعاصی لا یعاقب وروی عن عثمان بن ابی لیلی انه کتب الی ابی حنیفة وقال انتم مرجئة فاجابه بان المرجئة علی ضربین مرجئة ملعونة وانا بری منهم ومرجئة مرحومة وانا منهم وکتب فیه بان الانبیاء کانوا کذالك الا تری الی قول عیسی ؑ قال ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزیز الحکیم"

یعنی مرجیہ مرحومہ اور وہ اصحاب نبی ﷺ اور مرجیہ ملعونہ اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں گناہ کچھ مضر نہیں ہے اور عاصی کو کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ عثمان بن ابی لیلیٰ نے امام

ابو حنیفہ کہ ا کہ کل انبیاء کا یہی مذہب ہے جیسا کہ حضرت مسیح کا قول ہے اے خدا اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے اپنے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز حکیم ہے۔

دیکھو اس میں امام صاحب نے خود ہی فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ مرجیہ لعنتی نہیں جو اس بات کی قائل ہیں کہ گناہ کی کوئی سزا نہیں ہے۔ ہاں ایک قسم مرجیہ مرحومہ کا ہے جو اس بات کی قائل ہے کہ اگر خدا چاہے تو گناہ گار کو اس کے کیے کی سزا دی اور جو چاہے تو معاف کر دے اور تمام انبیاء کرام علیہم اس بات کے قائل ہیں اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے پھر حیف ہے ان لوگوں پر جو امام صاحب کی نسبت یہ خیال کریں کہ آپ پہلی قسم کے مرجیہ میں داخل تھے جب کہ آپ ان پر لعنت بھیجتے اور ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ہاں مرجیہ مرحومہ میں تمام امت محمدیہ ﷺ اور خود رسول مقبول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی داخل ہیں۔ وہابی اس کے برخلاف ہوں تو ہوا کریں۔

اعتراض نمبر ۸:

تاریخ بغدادی میں یہ بھی ذکر ہے کہ ابو اسحاق فزاری نے کہا:

"کنت اتی ابا حنیفة فاساله عن الشیء من الغزوة فسألة عن مسئلة فاجاب فیها فقلت یروی عن النبی ﷺ کذا و کذا قال دعنا من هذا"

یعنی میں ابو حنیفہ کے پاس آتا تھا اور ان سے امر غزوہ سے کچھ پوچھتا تھا میں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا میں نے کہا حضرت سے یوں اس بارہ میں روایت ہے تو امام ابو حنیفہ نے کہا اس سے ہم کو چھوڑ یعنی حدیث کا ذکر مت کرو۔

جواب:

اگر جزاف کو معلوم ہوتا کہ بغدادی نے یہ قول کس طریق پر نقل کیا ہے تو وہ اس کو کل اعتراض میں ہرگز پیش نہ کرتا لیکن چونکہ وہابیوں کو تحقیق سے غرض نہیں صرف اناپ شناپ باتیں ہانک کر اپنا اور اپنے ہم خیالوں کا دل خوش کر لینا مقصود ہوتا اس لیے وہ

کسی کتاب سے کوئی قول خواہ اس کا مصنف کسی طور سے نقل کر دے حضرت امام کے بظاہر مخالف دیکھ لیں تو غنیمت سمجھیں اور عقدہ لاینحل کی صورت میں حاسدین کے سامنے پیش کرتے ہیں سو واضح ہو کہ اول تو خطیب بغدادی کا یہ اپنا قول نہیں اور نہ اس کو اس قول سے اتفاق ہے بلکہ اس نے مورخانہ طریق پر جہاں حضرت امام ہمام کے مادحین کے اقوال نقل کیے ہیں، وہاں قادحین کے اقوال بھی لکھ دیے ہیں۔ خواہ وہ کیسے ہی ہیچ کیوں نہ ہوں۔

چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۷۲ میں لکھا ہے:

"الفصل التاسع والثلاثون في رد ما نقله الخطيب في تاريخه عن القادحين فيه اعلم انه لم يقصد بذلك الا جمع ما قيل في الرجل على عادة المؤرخين ولم يقصد بذلك انتقاصه ولا الحط عن مرتبته بدليل انه قدم كلام المادحين واكثر منه من نقل مآثره السابقة في اكثرها انما اعتمد اهل المناقب فيه على ما في تاريخ الخطيب ثم عقبه بذكر كلام القادحين اكثر منه من نقل مآثره السابقة في اكثرها انما اعتمد اهل المناقب فيه على ما في تاريخ الخطيب ثم عقبه بذكر كلام القادحين ليبين انه من جملة الاكابر الذين لم يسلموا من خوض الحساد والجاهلين فيهم ومما يدل على ذالك ايضا ان الاسانيد التي للقدح لا يخلو غالبها من متكلم فيه او مجهول ولا يجوز اجماعا"

یعنی انتالیسویں فصل ان اقوال کی تردید میں ہے جو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں قادحین کے نقل کیے ہیں اور معلوم ہو کہ اس کی غرض صرف ان اقوال کو جمع کرنے سے ہے جو کسی شخص کے حق میں کیے گئے ہوں جیسا کہ مورخین کی عادت ہے اور اس سے ہرگز اس کی قدر و منزلت کی تنقیص مقصود نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے پہلے مادحین کے اقوال لکھ دیے ہیں اور اکثر ان روایات کا ذکر کر دیا ہے جن پر اہل مناقب نے اعتماد کیا ہے اور اس کے بعد قادحین کے اقوال بھی نقل کر دیے ہیں تاکہ معلوم

ہو کہ آپ ان بزرگانِ دین سے ہیں جو جاہل حاسدوں کی بے جا طعن سے نہیں بچ سکے اور اس امر کی یہ صریح دلیل ہے کہ جو روایات قدح نقل کی گئی ہیں اکثر راوی ان کے متکلم فیہ اور مجہول اشخاص ہیں جن کی روایات بالاجماع غلط ہیں۔

اب اس تصریح سے صاف معلوم ہو گیا کہ بغدادی نے حضرت امام ہمام کی کسر شان کی غرض سے ایسے اقوال نقل نہیں کیے آپ کے بھی مثل دیگر اکابر دین کے حاسد بہت تھے جنہوں نے ایسے فضول کلمات آپ کے خلاف کر دیے ہیں جو بالکل بے ہودہ اور پوچ ہیں۔ دوم اگر فرض کر لیا جاوے کہ اس نے ایسے اقوال کو صحیح سمجھ کر بطور اعتراض کے نقل کیا ہے تاہم اس سے امام اعظم کی شان کی نسبت کوئی تنقیص پایہ ثبوت نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ اس خیرات الحسان کے صفحہ مذکور میں اس طرح پر لکھا ہے:

"و بفرض صحة ما ذكره الخطيب من القدح من قائله لا يعتد به فانه ان كان من غير اقران الامام فهو مقلد لما قاله او كتبه اعداء او من اقرانه لما مر ان قول الاقران بعضهم في بعض غير مقبول وقد صرح الحافظان الذهبي وابن حجر ...... بذلك قالا ولا سيما اذا لاح انه لعداوة او لمذهب اذ الحسد لا ينجو منه الا من عصم الله قال الذهبي وما علمت عصرا سلم اهله من الحسد الا عصر النبيين والصديقين"

یعنی اگر بالفرض اس قدح کو جو خطیب نے نقل کی ہے اس کے قائل سے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کا کیا اعتبار ہے کیوں کہ اگر قادح امام کے عصر سے بعد کا ہے تو وہ امام صاحب کے دشمنوں کے اقوال کا مقلد ہو گا اور اگر آپ کا ہم عصر ہے تو بھی اس کا قول نامعتبر ہے کیوں کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہم عصروں کے اقوال ایک دوسرے کے بارے میں غیر مقبول ہوتے ہیں جیسا کہ حافظ ذہبی اور ابن حجر نے تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ بالخصوص جب ظاہر ہو جائے کہ یہ بات کسی عداوت ذاتی یا مذہبی کی وجہ سے کہی گئی ہے کیوں کہ حسد سے سوائے معصومین کے کوئی بشر نجات نہیں پا سکتا۔ ذہبی کا قول ہے کہ مجھے کوئی ایسا زمانہ معلوم نہیں ہے جس کے لوگ حسد سے بچ سکیں سوائے عصر انبیاء اور صدیقین کے۔

سوم خطیب بغدادی کچھ امام ابوحنیفہ کی ہی نسبت متعصب نہ تھا۔ بلکہ اس نے امام احمد بن حنبل کی اور ان کے اصحاب کی نسبت بھی سخت سست لکھا ہے جس سے حنبلیوں اور حنفیوں وغیرہ نے اس کی خوب خبر لی ہے اور تردید میں کتابیں لکھی ہیں۔

چنانچہ شامی شرح درمختار کے صفحہ ۳۷ ج ا میں لکھا ہے:

"وممن انتصر ...... للامام العلامة یوسف بن عبدالهادی الحنبلی فی مجلد کبیر سماه تنویر الصحیفة وذکر فیه عن ابن عبدالبر لا یتکلم فی ابی حنیفة بسوء ولا یصدقن احدا یسیء القول فیه فانی واللّٰه ما رایت افضل ولا اورع ولا افقه منه ثم قال ولا یغتر احد بکلام الخطیب فان عنده العصبیة الزائدة علی جماعة من العلماء کابی حنیفة والامام احمد وبعض اصحابه وتحامل علیهم بکل وجه وصنف فیه بعضهم السهم المصیب فی کبد الخطیب"

یعنی بعض ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی حمایت کی ہے ان میں علامہ یوسف ابن عبدالہادی حنبلی بھی ہیں جنہوں نے ایک بڑی کتاب تنویر الصحیفہ نام کی لکھی اور اس میں بیان کیا کہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے حق میں کوئی بری کلام نہ کی جاوے اور ان کی نسبت کسی کا برا قول سچا نہ سمجھا جاوے کیوں کہ خدا کی قسم میں نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ سے افضل بہت پرہیزگار اور افقہ نہیں دیکھا۔ پھر کہا ہے کہ کوئی شخص خطیب بغدادی کی کلام پر دھوکہ نہ کھائیں کیوں کہ اس نے ایک جماعت علماء مثل امام ابوحنیفہ و امام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر بڑا تعصب کیا ہے اور ان پر ہر ایک طرح کے عیب لگائے ہیں جس کی تردید میں بعض نے سہم المصیب فی کبد الخطیب کتاب لکھی ہے اس کے علاوہ خطیب بغدادی کی تردید میں ایک کتاب "السهم المصیب فی الرد علی الخطیب" علامہ عیسیٰ بن ابی بکر ملک المعظم ایوبی حنفی متوفی ۶۲۴ھ اور ایک کتاب "السهم المصیب فی نحر الخطیب" حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی لکھی ہے۔ دیکھو کشف الظنون

جلد ۲ صفحہ ۳۸ علاوہ ازیں قول: ہٰذا من ہٰذا کی ایک تاویل بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ اس کے مشابہ حافظ الحدیث یزید بن ہارون کا قول بھی موجود ہے جیسا کہ کردری جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ میں ہے:

"عن عبد الله بن ابی لبید قال کنا عند یزید بن هارون فقال المغیرة عن ابراهیم فقال اجل حدثنا عند علیه السلام فقال یزید یا احمق هذا تفسیر قوله علیه الصلوٰة والسلام فما تصنع بالحدیث اذا لم تفهم معناه"

یعنی ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید بن ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے کہا مغیرہ نے ابراہیم سے یوں روایت کی ہے اس پر ایک شخص کہنے لگا کہ ہم کو تو حضرت کی حدیث بتاؤ۔ یزید نے فرمایا اے احمق یہ تو حضرت کی تفسیر ہے تو حدیث کو کیا کرے گا جب اس کا معنی نہیں سمجھ سکتا ایسا ہی ابو اسحاق فزاری کی روایت مذکورہ کو اگر صحیح فرض کر لیا جائے تو اس کی صورت بعینہٖ اس صورت کے مطابق ہے جو اس روایت یزید بن ہارون میں ہے یعنی جب فزاری نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا اور آپ نے جواب باصواب دیا اور فزاری نے کہا کہ حضرت کی حدیث تو یوں ہے تو آپ نے یہ سمجھ کر ہمارا جواب تو عین تفسیر حدیث تھا جس کو یہ سمجھ نہیں سکا۔ یزید بن ہارون کی طرح اس کو کہہ دیا کہ تم حدیث کا ذکر چھوڑ دو جب تمہیں اس کی سمجھ نہیں اب بتایئے اس میں آپ پر کیا الزام ہے۔ الحاصل حضرت امام اعظم ایسے مسلم پیشوائے دین فقیہ و محدث کی برخلاف جو شخص یہ الزام لگائے کہ وہ قرآن وحدیث کے برخلاف مسائل بیان کرتے تھے اور قال اللہ، وقال الرسول کی پرواہ نہیں کرتے تھے اس کا قول بالکل مردود ہے۔ جیسا کہ برخلاف اس کے بشہادت محدثین ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ہر مسئلہ میں قرآن وسنت کی اتباع کرتے تھے اور احادیث صحیحہ اور آخری فعل رسول اور تعامل صحابہ کی تلاش میں رہتے تھے اسی لیے اکابر محدثین امام صاحب کے ہی اقوال پر فتویٰ دیتے جیسا کہ پیچھے گزر رہا ہے۔

اعتراض نمبر۹:

خطیب بغدادی نے کہا "ما ولد فی الاسلام اضر منه" یعنی اسلام میں کوئی اس سے زیادہ ضرر دینے والا پیدا نہیں ہوا۔

جواب:

مخالف نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ خطیب بغدادی نے کس سے یہ فقرہ روایت کیا ہے اور یہ بھی بیان نہیں کیا ہے کہ یہ قول کس کی نسبت ہے پھر ایسے بے سروپا بے اصل اقوال کو مخالف کے سامنے معرض استدلال میں پیش کرنا بڑی حماقت کی بات ہے ہم اوپر خطیب کی روایات کتاب تبییض الصحیفه کے حوالے سے امام صاحب کی مدح میں درج کر چکے ہیں جو ابن ابی داؤد سے روایت کی گئی ہیں۔ اور جن کا مضمون یہ ہے کہ امام صاحب کی نسبت سوائے جاہل یا حاسد کے کوئی کلام نہیں کر سکتا تو پھر وہی خطیب اپنی ان روایات کے برخلاف امام صاحب کی مذمت میں کس طرح کہہ سکتا ہے کہ "ما ولد فی الاسلام اضر منه" ممکن ہے کہ ایسا کلمہ کسی شریر حاسد نے کسی بزرگ کی نسبت کہہ دیا ہو کیونکہ اکثر جاہل حساد بزرگان دین کی نسبت ایسے بے ہودہ دل آزار کلمات لکھ کر اپنے دل خوش کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت امام شافعی کی نسبت ان کے شریر حساد نے ایک بے اصل حدیث ان کی مذمت میں روایت کر دی ہے:

"عن انس قال قال رسول الله ﷺ یکون فی امتی رجل یقال له محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس"

(دیکھو شرح سفر السعادت صفحہ ۵۲۳ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

پھر اگر کوئی کم بخت دشمن دین اسی مضمون کی من گھڑت یہ روایت "ما ولد فی الاسلام" امام صاحب کی مذمت میں کہہ دے تو اس سے حضرت امام کی قدر و منزلت میں کیا فرق آ سکتا ہے جب دنیا اس بات کی قائل ہو چکی ہے کہ آپ جیسا حامی دین اسلام مفسر الکتاب. محی السنہ، فقیہ، زاہد، عابد، متورع، خائف من اللہ نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اور جب کہ آپ کا فیض ابد الآباد تک صفحہ دنیا پر جاری ہے اور آپ کے

متبعین کی تعداد اس وقت خدا کے فضل سے اسلامی آبادی کی دو تہائی کے قریب ہے پھر ایسے مسلم مقتدا اسلام کی نسبت ایسے کلمات بکنے والا اپنی عاقبت خراب کرنے کے سوا حضرت امام کی شان عالی کو کیا بٹہ لگا سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰:

امام بخاری نے فزاری سے روایت کیا ہے کہ "کنت عند سفیان فنعی نعمان فقال الحمد لله ینقض الاسلام عروة عروة ما ولد فی الاسلام اشأم منه"

فزاری کہتے ہیں میں سفیان کے پاس تھا کہ امام ابو حنیفہ کے مرنے کی خبر آئی۔ سفیان نے کہا کہ الحمد للہ کہ ایسا امام دنیا سے گیا جو اسلام کے حلقہ کو توڑتا تھا اور اس سے زیادہ اشام کوئی نہ تھا۔

جواب:

یہ روایت امام بخاری نے تاریخ صغیر میں نعیم بن حماد مروزی عن ابی اسحٰق فزاری سے لکھی ہے بس اب اس بنا پر ہم بڑی دلیری سے کہتے ہیں کہ یہ روایت محض جعلی و وضعی ہے اور حضرت سفیان ثوری پر صریح افترا ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کی نسبت ان کی وفات کی خبر سن کر معاذ اللہ ایسا فرمایا کیوں کہ نعیم بن حماد مروزی متوفی ۲۲۸ھ اگرچہ امام بخاری کا شیخ ہے اور ان کے نزدیک معتبر ہے اور اسے چند احادیث انہوں نے اپنی صحیح میں بھی لکھی ہیں مگر اکثر محدثین کے نزدیک وہ سخت مجروح ہے یہاں تک کہ بعض نے علاوہ اس کے ضعف و نکارت کے وضع احادیث کا الزام اس پر لگایا ہے اور امام صاحب کا تو یہ ایسا دشمن تھا کہ ان کی عیب گیری میں جھوٹی روایات خود گھڑ کر اور لوگوں کی طرف منسوب کرتا تھا۔

چنانچہ میزان الاعتدال میں اس کی نسبت لکھا ہے:

"قال الازدی کان ابو نعیم نعیم یضع الحدیث فی تقویة السنة وحکایات مزورة فی ثلب النعمان کلها کذب"

یعنی ابو الفتح ازدی مشہور حافظ موصلی نے کہا ہے کہ ابو نعیم تقویت سنت میں وضعی حدیثیں اور عیب گیری نعمان میں جھوٹے قصے گھڑتا تھا جو سب کے سب جھوٹے ہوتے تھے۔

اور مقدمہ فتح الباری کے صفحہ ۵۱۵ میں لکھا ہے:

"وقال النسائی ضعیف ونسبہ ابو بشر الدولابی الی الوضع"

یعنی نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابو بشر دولابی نے اس کو وضع احادیث کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور تذکرۃ الحفاظ کی جلد ۲ صفحہ ۷ میں لکھا ہے: "وھو (ای نعیم) مع امامۃ منکر الحدیث"

پھر اس کے صفحہ ۸ میں ہے:

"وقال ابو سعید بن یونس روی احادیث مناکیر عن الثقات"

اخیر میں لکھا ہے:

"وکان من اوعیۃ العلم ولا یحتج بہ"

یعنی اگرچہ یہ علم کے برتنوں میں سے تھا مگر اس کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی اور میزان الاعتدال میں ہے:

"وقال ابو داؤد کان عند نعیم بن حماد نحو عشرین حدیثا عن النبی ﷺ لیس لھا اصل"

یعنی نعیم بن حماد کے پاس رسول خدا ﷺ سے تقریباً بیس احادیث ایسی تھیں جن کا کوئی اصل نہ تھا اس کے بعد صاحب میزان نے بطور نمونہ چند بے اصل احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے:

"نعیم بن حماد ثنا ابن وھب ثنا عمرو بن الحارث عن سعید بن ابی ھلال عن مروان بن عثمان عن عمارۃ بن عامر عن ام الطفیل انھا سمعت النبی ﷺ یقول رایت ربی فی احسن صورۃ شابا موفرا رجلاہ

فی خصر علیہ نعلان من ذھب"

دیکھو جو شخص احادیث کے وضع کرنے میں رسول خدا ﷺ پر افترا کی کچھ پروا نہ کرے وہ امام ابو حنیفہ کی عیب گیری میں جھوٹے قصے گھڑنے میں کب فرق کرے گا پس امام بخاری کی روایت مذکور بقول حافظ ازدی صریح جھوٹی اور وضع ہے اور حضرت سفیان ثوری کا امام کی وفات کی خبر پہنچنے کے وقت الحمد للہ کہنا اور الاسلام عروۃ کہنا سراسر ان پر افترا بہتان ہے اس موقع پر اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو مانا کہ روایت مذکور جعلی و وضعی ہے لیکن امام بخاری کی عظمت وجلالت سے یہ بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ایک مذہبی رنجش سے امام ابو حنیفہ کی نسبت ان کے حاسدوں سے جعلی قصے روایت کر کے اپنا دل خوش کرتا یہ ذکر کریں اور ان کی توہین روا رکھیں اس تعجب کے دفعیہ میں ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب کہ امام بخاری اپنے استاذ محمد بن یحییٰ ذہلی سے اس رنجش کا بدلہ لینے سے نہیں چوکے جو ان سے ان کو اہل بدعت کا فتویٰ دینے سے حاصل ہوئی تھی تو پھر امام ابو حنیفہ کب ان کی رنجش کے بدلے سے بچ سکتے تھے۔

جس کا مختصر بیان اس طرح پر ہے کہ امام بخاری نے امام ذہلی سے فتویٰ مذکور سے پہلے احادیث بہت سی سنی ہوئی تھیں جس کا صحیح بخاری میں درج کرنا ضروری تھا۔ اور ہر رنجش لاحقہ سے ان کو یہ بھی گوارہ نہ تھا کہ ان کے اندراج سے خود دشمن کا نام مشہور کیا جائے اس پر انہوں نے مثل مشہورہ "سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی بچ رہے" پر کار بند ہو کر یہ حکمت عملی کی کہ تقریباً ۳۰ احادیث مرویہ ان کی تو مختلف ابواب میں درج کر دیں لیکن کسی روایت کے بھی سلسلہ اسناد میں ان کے نام کے ساتھ ان کے باپ کا نام نہ لکھا کہ جس سے غیر کو یہ معلوم ہو سکے کہ امام ذہلی سے یہ احادیث روایت کی گئی ہیں چنانچہ کئی جگہ تو صرف "حدثنا محمد" ہی لکھ دیا اور کئی جگہ بجائے ان کے باپ یحییٰ کے ان کے دادا عبداللہ یا پڑدادا خالد کا نام لکھ دیا جیسا کہ عینی شرح بخاری جلد ۲ کے صفحہ ۱۳ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد فارس بن ذھب ابی عبداللہ الذی

روی عنه البخاری فی الصوم والطب والجنائز والعتق وغیره موضع فی قریب من ثلاثین ...... العتق ولم یقل حدثنا بن یحییٰ الذهلی مصرحا ویقول حدثنا محمد ولا یزید علیه ویقول محمد بن عبدالله ینسبه ابی جده ویقول محمد بن خالد جد ابیه والسبب فی ذالک ان البخاری لما دخل نیسا پور علیه محمد بن یحییٰ الذهلی فی خلق الحفظ وکان قد منعهم الروایة عنه ولم یصرح باسمه" پس جو شخص اپنے استاد سے رنجش کا بدلہ لینے سے نہ چوکے وہ غیر سے بدلہ لینے سے کس طرح چوک سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

رازی نے رسالہ ترجیح شافعی میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر شافعی کا اپنی تاریخ کبیر میں کیا ہے پھر کہا:

"ولو کان الضعفاء فی هذا الباب ای فی علم الحدیث لذکره کما ذکر ابا حنیفة فی هذا الباب"

یعنی اگر امام شافعی علم حدیث میں ضعیف ہوتے تو امام بخاری اپنی کتاب تاریخ کبیر میں اس کا ذکر کرتے جیسے ابوحنیفہ کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

جواب:

امام رازی کا کوئی رسالہ ترجیح شافعی میں نہیں ہے البتہ مناقب شافعی میں ان کا رسالہ ہے اور ۳۱ میں عبارت مذکور بھی ہے اور پھر یہ عبارت بھی انہوں نے کوئی طعن کے طور پر نہیں لکھی جیسا کہ آپ نے سوء فہمی سے سمجھا ہے بلکہ انہوں نے امام بخاری کا گویا ایک طرح کا شکریہ کیا ہے کہ کیوں کہ امام بخاری نے جس بے پروائی سے امام شافعی کا ذکر تاریخ کبیر میں کیا ہے اس کے لحاظ سے امام رازی نے یہی غنیمت سمجھا ہے کہ تضعیف نہیں کی جیسی کہ امام ابوحنیفہ کی کی ہے چنانچہ کل عبارت مذکور اس طرح ہے:

"واما الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری فقد ذکر الشافعی فی

تاریخ کبیر فقال فی باب محمد بن عبداللہ محمد الشافعی القرشی مات سنۃ اربع ومائتین ثم انہ ما ذکرہ فی باب الضعفاء مع علمہ بانہ کان قد روی شیئاً کثیراً من الحدیث ولو کان من الضعفاء فی ھذا الباب لذکرہ ذکر ابا حنیفۃ فی ھذا الباب"

علاوہ اس کے چونکہ امام شافعی کی حافظ محمد بن حسین ابوالفتح موصلی متوفی ۳۷۴ھ نے اپنی کتاب الضعفاء (۱) میں یحییٰ بن معین کے قول سے تضعیف اور امام ابوحنیفہ کی

---

(۱) چنانچہ خود الجواہر المضیئہ کے صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے: "وذکر محمد بن الحسین الموصلی الحافظ فی آخر کتابہ فی الضعفاء قال یحیی بن معین ما رایت احدا اقدمہ علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثاً کثیراً (قال) وقیل لیحیی بن معین یا ابا زکریا ابو حنیفۃ کان یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق (قال) وقیل لیحیی بن معین ایما احب الیک ابو حنیفۃ او الشافعی او ابویوسف القاضی فقال اما الشافعی فلا احب حدیثہ واما ابو حنیفۃ فقد حدث عنہ قوم صالحون وابویوسف لم یکن من اھل الکذب کان صدوقا ولکن لست اری حدیثہ یجزی" یعنی یحییٰ بن معین نے کہا ہے میں نے ایسا کوئی محدث وعالم نہیں دیکھا جس کو میں وکیع پر مقدم کروں حالانکہ وہ امام ابوحنیفہ کی رائے پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور ان کی کل حدیثیں حفظ کرتے تھے اور انھوں نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں یہ بھی یحییٰ بن معین سے کہا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہ حدیث میں سچے مانے جاتے تھے کہا کہ ہاں سچے مانے جاتے تھے یہ بھی ان سے کہا گیا کہ ابوحنیفہ وشافعی اور ابویوسف قاضی میں سے کون سا آپ کو پسندیدہ ہے فرمایا کہ میں شافعی کی حدیث تو پسند نہیں کرتا لیکن ابوحنیفہ کو پسند کرتا ہوں کیوں کہ ایک جماعت صالحین نے ان سے حدیث روایت کی ہے اور ابویوسف کو اہل کذب سے نہ تھے بلکہ صدوق تھے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

توثیق کی تھی اس لیے امام رازی کی عبارت مذکورہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے امام کی حمایت میں حافظ موصلی کی تضعیف کو مدنظر رکھ کر صرف یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ چونکہ امام بخاری نے امام شافعی کا تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے اور "کتاب الضعفاء" میں ان کا ذکر نہ کیا اس لیے امام شافعی ان کے نزدیک ضعیف نہ تھے اور غیر کی تضعیف بے اعتبار ہے۔

الغرض عبارت مذکورہ سے آپ کا یہ سمجھنا کہ امام رازی نے اس تصریح سے امام ابوحنیفہ کی تضعیف ثابت کرنی چاہی ہے صرف سوفہمی ہی نہیں ہے بلکہ امام رازی پر محض ایک طرح کا افترا و بہتان ہے امام بخاری کا حضرت امام کا ذکر ضعفاء میں کرنا محض بوجہ تنافر مذہبی کے تھا۔

اعتراض نمبر ۱۲:

یحیٰی بن معین نے کہا ابوحنیفہ سے حدیث روایت نہ کرو ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں۔ دیکھو کتاب المنتظم لابن الجوزی۔

جواب:

اس ... پر ہم کیوں نہ کہہ دیں کہ
چہ ... ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

کیا یہ وہی یحیٰی بن معین نہیں ہیں جن کا ایک قول بحوالہ عقود الجواہر المنیفہ و سفیان و مالک والاوزاعی والقراۃ عندی قراۃ حمزہ والفقہ فقہ ابی حنیفۃ علی ھذا ادرکت ا... س (خیرات الحسان صفحہ ۲۵)

(گزشتہ سے پیوستہ) لیکن میں ان کی حدیث جائز نہیں سمجھتا دیکھو یحیٰی بن معین جن کی نسبت محض امام احمد کا یہ قول ہے کہ وہ رجال کی نسبت ہم سے اعلم تھے اور جس حدیث کو یحیٰی نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں ہے ان کی جرح کو امام شافعی کی نسبت محض اس لیے قبول نہیں کیا گیا کہ وہ ان کے ہم عصر تھے۔

اور یہ بھی ان کا قول ہے: "**كان ثقة صدوقا في الفقه والحديث مامونا على دين الله**"

اور کہ "**ابو حنيفة ثقة في الحديث لا يحدث الا بما يحفظ ولا يحدث بما لا يحفظ**" (**تهذيب الكمال**)

پھر ان اقوال کی موجودگی میں کون شخص خیال کر سکتا ہے کہ یحییٰ بن معین امام صاحب کی نسبت کہیں کہ ان سے حدیث نہ کرو ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں اور ابن جوزی کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ وہ ایک سخت متعصب شخص تھا جس کو اکثر ائمہ عظام سے دشمنی تھی۔ اور پھر باوجود اس کے اس میں یہ سخت عیب تھا کہ جرح کے اقوال تو درج کر دیتا تھا اور مجروح کی نسبت جو کسی نے توثیق وتعدیل کی ہوئی تھی اس کا ذکر تک نہ کرتا تھا۔

چنانچہ امام ذہبی نے میزان میں ترجمہ ابان بن یزید عطار میں لکھا ہے:

"**وقد اورده ايضا العلامة ابو الفرج ابن الجوزي في الضعفاء ولم يذكر فيه اقوال من وثقه وهذا من عيوب كتابه يسر الجرح ويسكت عن التوثيق**"

علاوہ اس کے چونکہ ابن الجوزی کی کتاب المنتظم بقول صاحب کشف الظنون اوہام کثیرہ اور اغلاط صریحہ کا مجموعہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی نے بجائے امام شافعی کے غلطی سے امام ابوحنیفہ کا نام لکھ دیا ہے۔ کیوں کہ یحییٰ بن معین نے امام شافعی کی ہی حدیث کو ناپسند کیا ہے جیسا کہ ابھی بحوالہ عقود الجواہر المنیفہ کے موصلی کے منقولہ قول یحییٰ بن معین سے گزرا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳:

میزان الاعتدال میں لکھا ہے: "**النعمان بن ثابت زوطى ابو حنيفة الكوفي امام اهل الراى ضعفه النسائي من جهة حفظه وابن عدى وآخرون**"

یعنی نعمان ابوحنیفہ امام اہل رائے کے ہیں ان کو نسائی نے بباعث سوء حفظ ضعیف کہا اور

ابن عدی اور دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کہا۔

جواب:

اول تو ہمیں اس بات کے تسلیم کرنے سے بالکل انکار ہے کہ میزان الاعتدال میں صراحت سے لکھ دیا ہے کہ میں اس کتاب میں ہے۔ ائمہ متبوعین مثل امام ابوحنیفہ شافعی و بخاری کا ترجمہ اور بالکل نہیں لکھوں گا۔

چنانچہ اس کی عبارت یوں ہے: "و کذا لا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام و عظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری"

یعنی میں اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا ہرگز ذکر نہیں کروں گا کیوں کہ اسلام میں ان کی جلالت اور عظمت مسلم ہے مثل امام ابوحنیفہ شافعی و بخاری کے پس جب کہ مصنف کتاب نے خود تصریح کر دی ہے کہ ائمہ عظام کی نسبت اس کتاب میں کچھ ذکر نہ کیا جائے گا تو پھر وہ برخلاف اس کے امام ابوحنیفہ کی نسبت یہ جرح کس طرح کر سکتا تھا۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ امام صاحب کی نسبت کسی نادان جاہل نے شرارتاً یہ عبارت میزان الاعتدال کے حاشیہ پر ازاد کر دی اور پھر ناقل نے اصل عبارت سمجھ کر درج کتاب کر لی۔ دوم اس الحاقی عبارت میں فقرہ "من جهة حفظه" کو نسائی کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے اور درج کنندہ عبارت نے اپنی طرف سے ضم کر کے جرح مبین کی صورت بنا دی ہے۔ حالانکہ نسائی نے کتاب الضعفاء میں صرف اس قدر لکھا ہے: "نعمان بن ثابت لیس بالقوی فی الحدیث"

اور یہ جرح غیر مفسر مبہم ہے جو باتفاق محدثین غیر مقبول ہے۔ علاوہ ازیں یہ جرح بھی امام نسائی سے امام بخاری کی طرح محض مذہبی تعصب کی وجہ سے صادر ہوئی ہے کیوں کہ امام نسائی مائل بہ تشیع تھے جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے: "و کان یتشیع" (یعنی وہ تشیع کرتے تھے) بلکہ ان کی موت بھی ان کی تشیع کی وجہ سے لوگوں کی زدو کوب سے ہوئی ہے۔ اور اہل تشیع کا بغض امام صاحب سے ظاہر ہے پس انہوں نے

اگر آپ کی نسبت "لیس بالقوی" لکھ کر اپنا دل خوش کر لیا تو کیا مضائقہ۔ ان کو اس قدر جرأت پھر بھی نہ ہو سکی کہ جرح کی تفسیر اور بیان کر دیں کیوں کہ تمام محدثین آپ کی ثقاہت کے قائل ہو چکے ہیں اور امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ جیسے جلیل القدر امام نے آپ کی نسبت صاف شہادت دے دی ہے کہ آپ جید الحفظ اور حسن الفہم تھے۔ (خیرات الحسان صفحہ ۳۷) پھر اگر امام نسائی عداوت و حسد کی وجہ سے آپ کو بلا وجہ "لیس بالقوی" کہہ دیں تو امام صاحب کی ثقاہت میں کیا فرق آ سکتا ہے۔ اسی طرح ابن عدی کی جرح بھی مبہم غیر مبین ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے علاوہ اس کے ابن عدی کی عادت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر اس نے بعض ثقہ بلکہ شیخین تک کے راویوں کو بھی ضعیف قرار دے کر اپنی کتاب الضعفاء کامل نامی میں درج کر دیا ہے اور صاحب میزان نے یہ تصریح کر کے ابن عدی نے ان کو ضعفاء میں قرار نہ دیا ہوتا تو میں ان کو ہرگز میزان میں درج نہ کرتا۔ ایک طرح ابن عدی کی تضعیف کی تردید کر دی ہے۔

چنانچہ جعفر بن ایاس کے ترجمہ میں اس طرح پر لکھا ہے: "جعفر بن ایاس الواسطی احد الثقات اورده ابن عدی فی کامله فاساء"

یعنی ابن عدی نے جو اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے تو برا کیا ہے پھر حمید بن ہلال کی نسبت یوں لکھا ہے:

"حمید بن هلال احد الاجلة هو فی کامل ابن عدی مذکور فلهذا ذکرته والا فاله جبل حجة"

یعنی حمید بن ہلال کا ذکر یعنی میزان میں اس لیے کیا کہ ابن عدی نے اس کو کامل میں ذکر کیا تھا۔ ورنہ یہ شخص حجت ہے اور ضعفاء میں شمار نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی ثابت بن اسلم کی نسبت لکھا ہے:

"ثابت بن اسلم البنانی ثقة بلا مدافعه کبیر القدر قلت ثابت ثابت کاسمه ولولا ذکر ابن عدی له ما ذکرته" یعنی ثابت بن اسلم متفق علیہ ثقہ

کبیر القدر رہتے۔ اور ثابت حنفی اپنے نام کے ثابت ہیں اگر ان کا ذکر ابن عدی ضعفاء میں نہ کرتا تو میں ان کا ذکر میزان میں نہ کرتا۔ الغرض جب ابن عدی کی یہ عادت تھی ہے کہ اس نے ذرا ذرا سی بات پر متفق علیہ ثقات کو بھی ضعفا میں شمار کیا ہے تو پھر ایسے شخص نے اگر امام ابو حنیفہ کو جن کی جلالت وثقاہت پر بڑے بڑے محدثین ناقدین شہادت دے رہے ہیں بلا اظہار کسی وجہ کے ضعیف کہہ دیا تو اس کی ایسی جرح کا کیا اعتبار ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

رازی نے کہا: "انما قال فی ابن فلان ذالك لانه كان يقبل المجاهيل والمقاطيع والمراسيل وما رفع اليه من حديث بلده وان كان ضعيفا بعرك القياس لاجله وما رفع اليه من احاديث سائر البلاد وان كان صحيحا لم يقبله بل عمل على الاستحسان و القياس"

جواب:

وہابی دوست نے نہیں لکھا کہ رازی نے کس کتاب میں یہ قول کس سے نقل کیا اور نیز یہاں ابن فلاں لکھا ہے امام صاحب کا کوئی ذکر نہیں۔ ممکن ہے کہ ابن فلاں کوئی اور شخص ہو کیوں کہ امام صاحب کی شہرت ابن فلاں سے ثابت نہیں بلکہ ابو حنیفہ (کنیت) سے ہے۔ پھر جب تک معلوم نہ ہو کہ کس کا قول کس کے حق میں ہے تو کس طرح قابل جواب سمجھا جائے۔ حالانکہ امام صاحب کی نسبت کافی تشریح ہے ہم پہلے بشہادت کبار محدثین ثابت کر چکے ہیں کہ آپ صحیح حدیث کے تتبع اور تفحص کے در پے رہتے تھے۔ اور ایسی احادیث پر آپ کا عمل ہوتا تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور پھر رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا آخری عمل جن پر ہوا ہو اور کہ اکثر ائمہ حدیث فتویٰ دینے کے وقت امام صاحب کے اور آپ کے شاگردوں کے اقوال کی تلاش کرتے اور ان سے مطابق حکم دیا کرتے تھے۔ دیکھو شہادت نمبر ا۔ میں قول اول، دوم حضرت سفیان ثوری اور نمبر ۱ میں قول امام اعمش اور نمبر ۹ میں قول محمد بن اسحاق اور

نمبر۱۳ میں قول فضیل بن عیاض اور نمبر۱۵ میں قول یحییٰ قطان اور نمبر۱۷ میں قول حسن ابن صالح۔

کتاب موفق جلد ۱ صفحہ ۱۹۷ میں محدث یوسف سے جو صحیحین کے رواۃ سے ہیں مروی ہے:

"سمعت وکیعا یقول اللہ وجد الورع عن ابی حنیفۃ فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ"

یعنی حضرت وکیع فرماتے تھے کہ حدیث کے اخذ و روایت کے بارہ میں جیسی کہ پرہیزگاری و احتیاط امام ابوحنیفہ میں پائی گئی ہے ایسی اور کسی میں پائی نہیں گئی پھر اگر بالفرض وہی شخص اس کے برخلاف آپ کی نسبت بلاد لیل "یطلب المجالس والمقاطیع" کہہ دے تو اس کے قول کا کیا اعتبار ہے علاوہ اس کے امام شعرانی نے میزان کبریٰ کے صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے:

"ولقد من اللہ تعالی علی بمطالعۃ مسانید الامام ابی حنیفۃ الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیھا خطوط الحفاظ آخرھم الحافظ الدمیاطی فرایتہ لا یروی حدیثا الا عن خیار التابعین العدول الثقات الذین ھم من خیر القرون بشھادۃ رسول اللہ ﷺ کالاسود وعلقمۃ وعطاء وعکرمۃ ومجاھد ومکحول والحسن البصری واضرابھم ﷡ فکل الرواۃ الذین بینہ وبین رسول اللہ ﷺ عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیھم کذاب ولا متھم بکذب وناھیک یا اخی بعدالۃ من ارتضاھم الامام ابو حنیفۃ لان یاخذ عنھم احکام دینہ مع شدۃ تورعہ وتحرزہ وشفقتہ علی الامۃ المحمدیۃ"

یعنی خدا تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ امام ابوحنیفہ کی تین مسندوں کے صحیح نسخے میرے مطالعہ میں آئے جن پر حفاظ کے دستخط ثبت تھے اور اخیر دستخط حافظ دمیاطی کا تھا پس میں نے ان مسانید میں ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی۔ جو خیار و عادل اور ثقات تابعین

مثل اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور حسن بصری وغیرہم کے سوا۔ (جن کے زمانہ کی خیریت کی آنحضرت ﷺ نے شہادت دی ہے) کسی اور سے روایت کی گئی ہو پس تمام راوی درمیان امام ابو حنیفہ اور رسول خدا ﷺ کے عادل، ثقہ، اعلام خیار ہیں جن میں کوئی کاذب یا متہم بکذب نہیں اور تیرے لیے اے بھائی کافی ہے عدالت ان اشخاص کی جن کو امام ابو حنیفہ نے اس بات کے لیے پسند کیا ہے کہ ان کے ساتھ نہایت پرہیزگاری و احتیاط اور امت محمدیہ پر شفقت کے دین کے احکام اخذ کیے جائیں افسوس جو امام صحیح حدیث کے اخذ و روایت کرنے کا اس قدر شائق ہو اور ضعیف و سقیم روایتوں سے سخت پرہیزگار و محتاط اور متنفر ہو اسی پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ مجہول و مقطوع احادیث کو قبول کرتا تھا۔

اعتراض نمبر ۱۵:

امام ابو حنیفہ فن اجتہادی میں ہی کم نہ تھے بلکہ ہر ایک فن میں سست رہے ہیں چنانچہ علم لغت کی نسبت ان کی غلطی کو صاحب قاموس نے ظاہر کیا ہے۔

جواب:

صاحب قاموس تو حضرت امام ابو حنیفہ کو امام الفقہاء تسلیم کرتا ہے جیسا کہ باب الفاء میں لکھا ہے:

"ابو حنیفۃ کنیۃ عشرین من الفقہاء اشہرھم امام الفقہاء النعمان"

یعنی ابو حنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے سب سے مشہور رتبہ امام الفقہاء نعمان ہیں۔

پھر یہ کہنا کہ صاحب قاموس نے امام صاحب کی غلطی ظاہر کی ہے۔ دروغ گویم بر روئے تو والا معاملہ ہے بلکہ اس اعتراض کو شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی طرف منسوب کرنا بعینہ مثل اس افترا و بہتان کے ہے جو اسے پہلے کسی ناعاقبت اندیش نے امام ابو حنیفہ کی تردید میں ایک رسالہ لکھ کر صاحب قاموس کی طرف منسوب کیا کہ انہوں نے لکھا ہے جب وہ رسالہ علامہ ابو بکر بن خیاط یمنی کی نظر سے گزرا تو انہوں نے بڑی ملامت کے ساتھ صاحب قاموس کو کہلا بھیجا کہ تم نے یہ کیا

لکھا ہے اس پر انہوں نے اس رسالہ سے بالکل انکار کیا اور لکھ بھیجا کہ اس کو جلا دیجئے اور میں نے ان کے مناقب میں ایک مجلد کتاب لکھی ہے چنانچہ اس قصہ کو امام شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں اس طرح لکھا ہے:

"ودسوا علی شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی کتابا فی الرد علی ابی حنیفة وتکفیره ورفعوه الی ابی بکر بن الخیاط الیمنی فارسل یلوم مجد الدین فکتب الیه ان کان بلغك لهذا الكتاب فاحرقه فانه افتراء علی من الاعداء وانا من اعظم المعتقدین فی ابی حنیفة وذکرت مناقبه فی مجلد"

اصل میں ابا قبیس بجائے ابی قبیس کہنے کا اعتراض ابن خلکان نے نقل کیا ہے مگر ساتھ ہی اس کے اس کا جواب بھی اس نے ایسا دے دیا ہے جس سے امام صاحب کی نسبت قلت عربیت کا اعتراض کرنا محض جاہلانہ اور حاسدانہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ چونکہ امام ابوحنیفہ کوفی تھے اور کوفی ابن ابی کو ابا و ابا بولتے ہیں۔ اس لیے جب ابن علاء نحوی نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ قاتل بالمثقل پر قصاص واجب ہے یا نہیں اور آپ نے اس کا نفی میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ گو منجنیق سے قتل کرے اس کے جواب میں آپ نے "ولو قتله بابا قبیس" حسب محاورہ کوفیین کے فرما دیا پس یہ کون سی اعتراض کی بات ہے خاص کر جب کہ کوفہ کی زبان بجائے خود مستند ہے اور کوفہ اور بصرہ کے نحاة ہی علم نحو کے استاد مانے جاتے ہیں ورنہ اتنے بڑے مسلم پیشوائے دین امام الفقہ والحدیث کی نسبت کون احمق خیال کر سکتا ہے کہ آپ کو ابا اور ابی کی تمیز نہ تھی بالفرض اگر اس کو غلط ہی سمجھ لیا جاوے تاہم اسے امام صاحب کا قلیل العربیت ہونا کسی طرح سمجھا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اکثر افصح الفصحاء کو دیکھا جاتا ہے کہ کبھی نہ کبھی جلدی میں کچھ نہ کچھ ان کی زبان سے نکل جاتا ہے اور اس سے ان کی زبان دانی پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔ اور نیز احتمال ہو سکتا ہے کہ امام صاحب نے تو ابی قبیس ہی فرمایا ہو اور سامع کو ابا قبیس کہنے کا دھوکہ لگ گیا ہو یا کسی معترض نے

حسد سے عمداً ان کی نسبت ایسا کہنا منسوب کر دیا ہو خیر یہ معاملہ تو زبانی غلطی کا ہے جس میں کئی ایک احتمال ہو سکتے ہیں ہم کتابت میں دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے عالموں فاضلوں سے صریحاً غلطی ہوگئی ہے اور کسی نے ان کی نسبت کم علمی کا الزام نہیں لگایا۔

آپ امام بخاری کو ہی دیکھیں کہ ان سے اپنی صحیح کی کتاب الانبیاء کے باب "ولقد كان في يوسف واخوته" کے ذیل میں لفظ استیاءسوا کو بروزن افتعلوا جاننے میں کس قدر بھاری غلطی ہوئی ہے حالانکہ علم صرف و نحو کے مبتدی بھی بخوبی جانتے ہیں کہ لفظ استیاءسوا بروزن استفعلوا ہے اور یہ غلطی ایک مدت کے بعد شارحین صحیح بخاری نے پکڑی ہے بخاری کے راویوں کا بھی جنہوں نے بلاواسطہ امام بخاری سے اس کو سنا تھا اس کی طرف خیال نہیں گزرا تھا۔ اب اس موقع پر کیا کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام بخاری یا ان کے راوی کم علم تھے نہیں ہرگز نہیں علاوہ اس کے یہ غلطی تو صرف علم صرف کی ہے کئی غلطیاں امام بخاری سے روایت حدیث میں بھی ہو گئی ہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانی گئی ہے۔

"عن عائشة ان بعض ازواج النبي ﷺ قلن للنبي ﷺ اينا اسرع بك لحوقا قال اطولكن يدا فاخذن قصبة يذرعونها فكانت سودة اطولهن يدا فعلمنا بعد انما كانت طول يدها الصدقة وكان اسرعنا لحوقا به وكانت تحب الصدقة" میں بعض راویوں کے وہم سے بجائے حضرت زینب کے حضرت سودہ کا نام امام بخاری نے صریحاً غلط لکھ دیا ہے کیوں کہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے ازواج مطہرات سے حضرت زینب ہی ۲۰ھ میں فوت ہوئی ہیں اور انہیں کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہماری وفات کے بعد ہمارے ازواج میں سے سب سے پہلے فوت ہوں گی مگر امام بخاری نے غلطی سے حضرت سودہ کی نسبت یہ پیش گوئی سمجھ کر ان کا نام لکھ دیا ہے حالانکہ ان کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی ہے۔

جیسا کہ عینی جلد ۴ صفحہ ۴۱۲ اور نیز فتح الباری پارہ ۶ صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے: "وفي الطريق

هذا الحديث غلط من بعض الرواة والعجب من البخاري كيف لم ينبه عليه ولا من بعده من اصحاب التعاليق حتى ان بعضهم فسره بان لحوق سودة من اعلام النبوة وكل ذالك وهم وانما هي زينب بنت جحش فانها كانت اطولهن يدا بالمعروف وتوفيت سنة عشرين وهي اول الزوجات وفاة وسودة توفيت سنة اربع وخمسين"

یعنی بکوتح شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غلط ہے اور تعجب ہے بخاری سے کہ وہ اور دیگر اصحاب تعالیق اس سے بے خبر رہے یہاں تک کہ بعضوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ انتقال سودہ کا آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشانیوں سے ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ پہلے انتقال ۲۰ ہجری میں حضرت زینب بنت جحش کا ہوا ہے اور انہی کا ہاتھ صدقہ دینے کی وجہ سے لمبا تھا اور یہی ازواج مطہرات سے پہلے فوت ہوئی ہیں۔ اور حضرت سودہ کا انتقال پیچھے ۵۴ ہجری میں ہوا ہے۔

اور نیز کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل "واذكر في الكتاب مريم، حدثنا محمد بن الكثير حدثنا اسرائيل انا عثمان بن المغيرة عن مجاهد عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ رايت عيسى وموسى وابراهيم فاما عيسى فاحمر جعد عريض الصدور اما موسى فآدم جسيم سبط كانه من رجال الزط"

یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں حضرت عیسیٰ و موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا پس عیسیٰ تو سرخ رنگ حلقہ دار بال کشادہ سینہ ہیں اور موسیٰ گندم گون جسیم اور سیدھے بال والے جیسے قوم زط کے مرد۔

اس حدیث کو عن مجاہد عن ابن عباس لکھنا چاہیے تھا کیوں کہ تمام محدثین حنبل محمد بن کثیر واسحاق بن منصور سلولی وابن ابی زائدہ ویحییٰ بن آدم وغیرہ نے اس حدیث کو عن مجاہد عن ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ عینی جلد ۷ صفحہ ۲۲۶ میں لکھا ہے: "وقال ابو مسعود الحافظ خطاء

البخاری فی قولہ عن مجاھد عن ابن عمرو وانما رواہ محمد بن کثیر واسحاب بن منصور السلولی وابن ابی زائدۃ ویحیی بن آدم وغیرھم عن اسرائیل عن عثمان عن مجاھد عن ابن عباس وقال …… اخطاء البخاری فیما قال عن مجاھد عن ابن عمرو الصواب عن ابن عباس"

یعنی حافظ ابو مسعود نے کہا ہے کہ بخاری نے اس کہنے میں کہ اس حدیث کو مجاہد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے غلطی کی ہے کیوں کہ اس حدیث کو محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی وابن ابی زائدہ و یحییٰ بن آدم وغیرہم نے اس طرح روایت کیا ہے کہ روایت کی مجاہد نے ابن عباس سے اور کہا نسائی نے کہ غلطی کی بخاری نے اس کہنے میں کہ روایت کیا اس حدیث کو مجاہد نے ابن عمر سے کیوں کہ صواب یہ ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو مجاہد نے ابن عباس سے علاوہ اس کے ابن عمر سے جو اسی بخاری میں اس کے بعد ایک لمبی حدیث "یاتیحلو حدثنا الزھری عن سالم عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبی ﷺ عیسیٰ احمر الخ" مروی ہوئی ہے اس کے ابتدا ہی میں حضرت ابن عمر اس شخص پر جس نے کہا ہے کہ آنحضرت نے حضرت عیسیٰ کو احمر بتایا ہے قسم کھا کر انکار کرتے ہیں جسے اور بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ بجائے ابن عباس کے ضرور غلطی سے ابن عمر لکھا گیا ہے۔ علیٰ ہذا اور بہت سی صریح غلطیاں ہیں بخاری میں اس کے شراح نے پکڑی ہیں۔ مگر جب کہ ان سے امام بخاری اور اس کے راویوں کے علم وفضل اور حدیث دانی میں کوئی کسی طرح کا فرق نہیں آ سکتا تو پھر امام ابوحنیفہ نے ایسا کون سا قصور کیا ہے کہ جو ان کی بجائے ابی قبیس کے ابا قبیس بولنے سے ان کی نسبت کم عربیت کا الزام لگا کر جھگڑا بنایا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ تعصب بہت بری بلا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۶:

حاصل کلام یہ کہ جس قدر جرح ان پر ائمہ جرح وتعدیل نے کی ہے اتنی کسی دوسرے امام کے حق میں نہیں کی اس۔ کے قطع نظر گروہ شیعہ نے بھی رد حنفیہ میں کوئی دقیقہ باقی

نہیں رکھا۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی حنفی شیعہ کی ان باتوں کا رد کرتے نظر نہیں آیا۔

جواب:

ہمارے جواب مذکورہ بالا سے اظہر من الشمس ثابت ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنی عمر بھر کا جو کل گندہ مواد جمع کیا ہوا تھا جو ۱۴ جرحوں کی صورت میں پیش کیا تھا ان میں سے حضرات امام شافعی، سفیان ثوری، ابن مدینی، ابن ابی داؤد، یحییٰ بن معین، امام ذہبی، امام غزالی، صاحب قاموس پر تو تضعیف امام ابو حنیفہ کے حوالے محض افترا اور بہتان نکلے بلکہ بجائے تضعیف کے ان حضرات سے بڑے شدومد کے ساتھ امام صاحب کی اعلیٰ توثیق اور حمایت ثابت ہے۔ امام بخاری ونسائی اور ابن عدی کی تضعیف بوجہ مبہم اور غیر مبین ہونے کے باتفاق محدثین غیر مقبول ہے اور نیز عداوت اور حسد پر مبنی ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہیں۔ اسی طرح خطیب بغدادی اور ابن جوزی کے اقوال متعصبانہ حاسدانہ ہرگز قابل التفات نہیں ہیں۔ ورنہ آپ کو صحاح ستہ وغیرہ کی صحت سے ہاتھ دھونا اور مسند امام احمد میں بہت سی موضوع حدیثوں کی موجودگی کا قائل ہونا پڑے گا۔ ابن قتیبہ اور سلیمانی خود ہی ضعیف اور بے اعتبار شخص ہیں دوسرے پر ان کا اعتراض کب قابل التفات ہو سکتا ہے۔

صفوی اول تو کوئی غیر مشہور شخص ہے۔ دوم اس کی رائے کو جرح سے کچھ تعلق نہیں ہے کیوں کہ یہ کوئی شافعی المذہب معلوم ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہی ہے کہ ہر ایک مذہب کا عالم اپنے امام کے مذہب ہی کو افضل سمجھ کر اس کی ترجیح میں طرح طرح کے باوجوہ سوچتا اور دوسرے کو الزام دیتا ہے اسی طرح امام رازی کے اقوال بھی اپنے مذہب کی تائید میں ہیں اگر ایسے اقوال کو امام ابو حنیفہ کی تضعیف پر محمول کیا جاوے تو امام محمد کی کتاب الحجۃ اور ترجیحات امام طحاوی اور ابن ہمام وملا علی قاری وغیرہ کی محققانہ تائیدات حنفی مذہب کو بطریق اولیٰ ائمہ ثلاثہ کی تضعیف میں سمجھنا چاہیے۔

الغرض آپ کے تمام اعتراضات کا تانا بانا ہم نے ایسی تفصیل سے الگ الگ کر دیا

ہے کہ اگر آپ یا آپ کے ہم مشربوں میں ذرا بھی مادہ شرم و حیا کا موجود ہوا تو پھر بھی امام ابوحنیفہ کی تضعیف اور ان پر جرح کا نام تک نہ لیں گے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ بہ نسبت دیگر ائمہ کے امام ابوحنیفہ پر زیادہ نکتہ چینی ہوئی ہے مگر آپ کو معلوم نہیں کہ ہر کہ فاضلے مشہور جس طرح آپ امت محمدیہ میں اعلم و افضل اور سراج الامۃ تسلیم کیے گئے تھے اسی طرح حسب تخمین کے آپ کے حاسد بھی زیادہ تر تھے لیکن تاہم جس قدر آپ کے مادحین تھے اس کے مقابلہ میں قادحین کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ اور جس قدر امام ہمام کے مادحین ہوئے ہیں اس قدر کسی اور امام کے نہیں ہوئے۔

چنانچہ اسی رسالہ کے ابتدا میں ہم محدثین کبار اور علمائے ثقات سے امام ابوحنیفہ کی مدح اور ان کی فقہ و اجتہاد کی تعریف میں بطور نمونہ ۴۰ شہادتیں درج کر چکے ہیں۔ جن کی نسبت آپ یا آپ کے ہم مشرب قیامت تک چون و چرا نہیں کر سکتے۔ افسوس میاں حیدر آبادی امام صاحب کے بغض میں ایسے اندھے ہو رہے ہیں کہ حنفیہ کے مقابلہ میں شیعہ بیہودہ گو فرقہ کے ہفوات کو وقعت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی بکواس کی کسی حنفی نے تردید نہیں کی۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ شیعہ کی گالیوں اور تبراؤں کا ہم جواب نہیں دے سکتے لیکن اگر ہمارے دوست حیدرآبادی شیعہ کی کوئی معقول بات جو وہ حضرات امام کے برخلاف کہتے ہوں ہمارے پیش کریں تو ہم جواب دینے کو تیار ہیں۔ مگر ہمیں اطمینان ہے کہ اب کوئی زائد بات آپ پیش نہیں کریں گے کیوں کہ آپ کو جو کچھ مدد کتب شیعہ سے مل سکتی تھی۔ مضمون زیر بحث میں اس سے آپ نے دریغ نہیں کیا اور کاسہ لیسی اور فضلہ خوری کا آپ نے پورا حق ادا کیا ہے اور اب آپ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے آپ کا اندوختہ عمر تو اب خاک میں مل چکا ہے اب اتنی عمر اور ٹکریں ماریں تو شاید کوئی بات نکالیں۔ لیکن یہ بھی محال ہے کیوں کہ آپ کے سلف کرام اس خبط میں اپنی اپنی عمر کھپا کر رفت گزشت ہو چکے ہیں لیکن سراج الامۃ امام الائمہ کی شان کو کچھ بھی نہیں گھٹا سکے اور کس طرح گھٹا سکیں۔

چراغے را کہ ایزد برفروزد   ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

کیا آپ کو شرم نہیں آئی جو ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حنفیوں میں سے شیعہ کے اعتراضوں کا جواب دینے کوئی نظر نہیں آیا اور اپنی خبر نہیں کہ دو ڈھائی سال سے برابر ماہواری رسالہ اصلاح کا الیذ "تنقید بخاری" کے عنوان سے رسالہ مذکور میں امام بخاری پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کر رہا ہے۔ اور آپ کو یا آپ کے کسی ہم مشرب کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اگر تمام نہیں تو اس کے دو چار اعتراضوں کا ہی جواب دے کر عوام میں برائے نام سرخ روئی حاصل کرتا۔ خیر شیعہ کے دیگر اعتراضات تو ایک طرف رہے فرمائیے ان کے پہلے ہی اعتراض کا آپ نے کیا جواب دیا ہے جو کتاب فضل الباری فی تنقید صحیح البخاری مصنفہ مولوی سید علی اظہر کے صفحہ ۱۳ میں بحوالہ تاریخ علامہ مسلمہ بن قاسم کے صحیح بخاری کی تالیف کا سبب اس طرح پر لکھا ہے۔

وسبب تالیف البخاری الکتاب الصحیح ان علی بن المدینی الف کتاب العلل وکان ضنینا به لا یخرجه الی احد ولا یحدث به لشرفه وعظم خطره وکثرة فائدته فغاب علی بن المدینی فی بعض حوائجه البخاری الی بعض بنیه فبذل له مائة دینار ثم تلطف مع امه فاخرجت الکتاب فدفعه الیه واخذ علیه العهود المواثیق ان لا یحبسه عنه اکثر من الامد الذی ذکر فاخذ البخاری الکتاب وکان مائه جزء فدفعه الی مائة من الوراقین واعطی کل رجل منهم دینارًا علی نسخه ومقابلة فی یوم ولیلة فکتب الدیوان فی یوم ولیلة وقوبل ثم صرفه الی ولد علی بن المدینی وقال انما نظرت الی شیء فیه وانصرف علی ابن المدینی فلم الخبر ثم ذهب البخاری فعکف علی الکتاب شهورا واستحفظ وکان کثیر الملازمة لابن المدینی وکان ابن المدینی یقعد یوما لاصحاب الحدیث یتکلم فی علله دطرقه فلما اتاه البخاری بعد مدة قال له ما حبسك عنا قال شغل عرض لی ثم جعل علی یلقی الاحادیث ویسئلهم عن عللها فیبدء البخاری بالجواب بنص کلام علی فی کتاب

فتعجب لذالك له قال من اين علمت هذا هذا قول منصوص والله ما اعلم احدا في زماني يحفظ هذا العلم غيري فرجع الى منزله كئيبا حزينا واعلم ان البخاري خدع اهله بالمال حتى باخراج الكتاب ولم يزل مهموما بذالك ولم يلبث الا يسيرا حتى مات واستغنى البخاري عن مجالسة علي والتفقه عنده بذالك الكتاب وخرج الى خراسان ووثقه بالكتاب الصحيح والتواريخ فعظم شانه وعلى ذكره.

کہ امام بخاری کے استاد علی بن مدینی نے جن کی خدمت میں وہ اکثر حاضر رہا کرتے تھے علم حدیث میں ایک ایسی بے مثل اور نایاب کتاب لکھی تھی جسے وہ کسی کو دکھاتے نہ تھے اتفاقاً وہ کسی ضرورت سے سفر کو چلے گئے جس پر امام بخاری نے ابن مدینی کے ایک بیٹے کو ۱۰۰ اشرفیاں اس وعدہ پر دیں کہ اپنے باپ کی کتاب نکال دو کہ میں اسے دیکھوں اور تین دن تیرے پاس رہے چنانچہ اس کو زر نے مفتون کیا اور اپنی والدہ سے بلطائف الحیل کتاب مذکور نکلوا کر امام بخاری کو دی اور بہت سے عہد و مواثیق لیے کہ تین دن سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھنا۔ امام بخاری نے کتاب لیتے ہی یہ تدبیر کی کہ وہ سو جزو کی کتاب ایک سو کاتبوں کو ایک ایک جزو معہ ایک ایک اشرفی اجرت کے دے کر کہا کہ ایک رات دن میں لکھ کر مقابلہ بھی خود کر لو چنانچہ جب لکھی گئی تو امام بخاری نے اصل کتاب ابن مدینی کے بیٹے کو یہ کہہ کر کہ اسے میں نے دیکھا ہے واپس کر دی اس کے بعد امام بخاری نے اس کتاب کو کئی ماہ میں یاد کیا جب ابن مدینی واپس آئے تو ان کو اس پیچھے کے ماجرے کی کچھ خبر نہ ہوئی ان کا قاعدہ یہ تھا کہ درباب حدیث کے لیے ایک مجلس مقرر کرتے تھے جس میں علل و طرق حدیث وغیرہ کے متعلق کلام کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد اس مجلس میں امام بخاری بھی تشریف لائے ابن مدینی نے اتنے عرصہ کی غیر حاضری کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کسی ضروری کام کا عذر کیا پھر ابن مدینی نے احادیث بیان کر کے حاضرین سے اس کے علل کے متعلق سوال کرنا شروع کیا۔ امام بخاری نے بعینہٖ وہی جواب دیے جو ان کی کتاب میں لکھے

تھے اس پر ابن مدینی نے متعجب ہو کر امام بخاری سے پوچھا کہ تمھیں یہ باتیں کہاں سے معلوم ہوئیں۔ یہ قول تو مخصوص ہے خدا کی قسم میں اپنے زمانہ میں سوائے اپنے کسی کو اس علم کا عالم نہیں پاتا۔ اس کے بعد ابن مدینی محزون اور شکستہ دل اپنے گھر میں آئے اور معلوم کیا کہ امام بخاری نے ان کے اہل وعیال کو مال دے کر فریب دیا۔ جس سے ابن مدینی ہمیشہ غمگین رہ کر تھوڑے عرصہ میں انتقال فرما گئے۔ اور امام بخاری خراسان کو چلے گئے اور انہوں نے اس کتاب سے نقل حاصل کر کے اپنی صحیح کو لکھا اور نیز کتب تواریخ لکھیں اور انہیں شہرت و بزرگی ملی اور بڑا امام بن گیا۔

دیکھو اگر بیان متذکرہ بالا صحیح ہے (اور غالباً صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ علامہ مسلم بن قاسم قرطبی ہم عصر دار قطنی کا قول نسبت ترجیح صحیح مسلم بر صحیح بخاری جو حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں نقل کیا ہے اس بات کا مشعر ہے کہ علامہ مذکور کا خیال صحیح بخاری کی نسبت کچھ بہت عمدہ نہ تھا۔ تو اس سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری کی اپنی کمالیت تو کچھ نہ ہوئی صرف ابن مدینی کی کتاب فقہ اور طریق استدلال سے نہالت تن من گئے ہیں بلکہ جس حکمت عملی سے ابن مدینی کی کتاب صرف دیکھنے کے لیے حاصل کر کے اس کے نقل کرانے کی کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اس سے امام بخاری کی امانت اور عصمت وعدالت پر ایک بہت ہی بڑا بھاری بدنما دھبہ پڑا ہے۔ جس کا دور کرنا آپ لوگوں کا فرض مقدم تھا مگر افسوس تعصب نے آپ کو ایسا اندھا کیا ہوا ہے کہ اپنے گھر کی تو کچھ خبر نہیں ہے اور غیروں کی نکتہ چینیوں پر آپ تلے ہوئے ہیں۔

خواجہ در بند نقش ایوان است
خانہ از پائے بست ویران است

وہابی ... اس سے آگے یہ عذر پیش کرتا ہے کہ امام صاحب پر میں نے جو حملے کیے ہیں یہ اس لیے کیے ہیں کہ الاعتزال لفقہ نے الجرح علی البخاری کا مضمون شائع کر کے امام بخاری پر حملے کیے جب کہ اگر الاعتزال لفقہ سے پرخاش تھی تو اس کی ذات پر

جس قدر تمہارا جی چاہتا تھا حملے کر لیتے اور اس کو کوستے لیکن یہ کون سی عقل مندی کی بات ہے کہ عداوت تو ایڈیٹر اہل فقہ سے ہو اور نکالو اس ایک ایسے برگزیدہ امام کے برخلاف شروع کر دی جائے جن کو دنیا کی اسلامی آبادی کے دو تہائی مسلمان (حنفی) اپنا دینی پیشوا رکھتے ہیں اور جن کی ورع و زہد، اتقاء، اجتہاد، فقاہت تبحر فی الحدیث کے تمام محدثین گواہی دیتے آئے ہیں واہ رے آپ کی دانائی۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اعتراض نمبر ۱۷:

ایڈیٹر اہل فقہ کو کہا جاتا ہے کہ تم بھی اگر کوئی سوا اس طرح کار کھتے ہو کہ جیسے ہم نے کھلے کھلے الفاظ میں امام ابوحنیفہ کا ضعف وہ بھی کن علماء سے حضرت امام شافعی جو ایک ائمہ اربعہ سے ہیں۔ اور بڑے بڑے محدثین سے ثابت کیا ہے امام بخاری کے حق میں نقل کرو کیا امام بخاری کی سینکڑوں احادیث میں ایک دو پر جرح کرنا بے سود اور ایسا بے خطا بزرگان کرلعن خطاست۔ مگر یہ بھی تو دیکھو کہ تمہارے امام ہمام کو تو ایک بھی صحیح حدیث نہ ملی جیسے کہ اوپر کی کلاموں سے ظاہر ہے۔

جواب:

تمہارا جس قدر گندہ مواد شیدہ کی فضلہ خوری سے آج تک جمع تھا وہ سب کا سب مضمون اہل الذکر میں پھوٹ کر آ چکا ہے اور اس کا کافی علاج ہم اپنے اس مضمون میں کر چکے ہیں اگر ہمارے سیف صارم کے کاری زخموں سے تم جاں بر نہ ہو سکے اور پھر کوئی ردی مواد جمع ہو گیا تو ہم اس پر بھی عمل جراحی کرنے کو حاضر ہیں۔ ہم نے صرف امام شافعی بلکہ باقی ائمہ مذہب اور ائمہ حدیث کی شہادت سے امام صاحب کی ثقاہت اور حافظ حدیث ہونے کا کافی ثبوت دے چکے ہیں۔ اور امام بخاری کی فقاہت و اجتہاد وغیرہ کی طرف بھی علی قدر الضرورت اشارہ کر چکے ہیں۔ اور یہ تو ہمارا شیوہ نہیں کہ امام بخاری یا کسی دیگر امام حدیث کو برا بھلا کہیں کیوں کہ حدیث میں وہ ہمارے بھی پیشوا ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم آپ کی طرح بخاری پرست نہیں ہیں۔ یہ تمہارا

ہی کام ہے کہ مصرع خطا بر بزرگان گرفتن خطاست زبان پر ہے اور عمل اس کے برخلاف لِمَ تقولون ما لا تفعلون حیدر آبادی راست باز کے اس فقرہ کی نسبت کہ تمہارے امام ہمام کو تو ایک بھی صحیح حدیث نہ ملی۔ اس کے جواب میں لعنة الله على الكاذب۔

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

کے اور کیا کہیں۔ ناظرین رسالہ ہذا خود ہی اس کی راست بازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۸:

اب ناظرین کو یہ بتا کر مضمون ختم کیے دیتا ہوں مگر وقت ضرورت پھر اس سلسلہ کو بڑھائیں گے کہ امام ابو حنیفہ کی کوئی خاص مسند اور کتاب نہیں بلکہ ان کے مذہب کے علماء نے تحریر کیا ہے۔ افسوس یہ احناف کس کی تقلید کرتے ہیں کیا علما احناف کی امام صاحب کی تو کوئی مسند ہی نہیں۔ بستان المحدثین سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد خوارزمی نے جس مسند کو جمع کیا اس کو نادان لوگ ابو حنیفہ کی کہتے ہیں اور یہ مسند ۶۷۲ میں رواج پائی اور یہ مسند در حقیقت امام صاحب کی نہیں۔ غرض کوئی کتاب امام صاحب کی نہیں۔

جواب:

اب وہ وقت ضرورت نہیں ہے کہ اگر میاں حیدر آبادی اور اڈیٹر اہل الذکر کہیں زندہ ہیں تو اس سلسلہ کو شروع کریں کیوں کہ ان کی ساتھ کارروائی پر پانی پھر گیا ہے اور سیف صارم نے ان کے طلسمی بت کو پاش پاش کر کے امام صاحب کی عظمت کا ڈنکا اسلامی دنیا میں بڑے زور شور سے بجا رہا ہے ہمیں تو اندیشہ ہے کہ اہل الذکر اور اس کے حامی کہیں عدم آباد کو نہ چل بسے ہوں۔ کیوں کہ جب سے مطبع سراج الاخبار سے سیف صارم نے اپنی چمک دمک دکھائی شروع کی ہے جب سے رسالہ اہل الذکر کا انتظام ابتر ہو گیا اور اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور بجائے پندرہ روزہ ہونے کے دو دو ماہ کے بعد اس

کی شکل بمشکل دکھائی دیتی ہے اور اب تو ۵ اربیع الثانی کے بعد سے کہیں ایسا گم ہے کہ تعجب نہیں کہ وہ وفات ہو کر قبر میں مدفون ہو گیا ہو اور یہ امر کہ امام صاحب کی کوئی مسند نہیں اور مسند خوارزمی امام صاحب کی مسند نہیں، سو یہ بات مخالف کبھی نہ کہتا اگر اس نے مسند خوارزمی کبھی خواب میں بھی دیکھی ہوتی محقق مناظر کا یہ فرض ہے کہ کسی کتاب کی نسبت کوئی رائے قائم نہ کرے جب تک کہ اس کو خود پڑھ نہ لے لیکن بے چارے وہابیوں کا تو صرف سنے سنائے ڈھکوسلوں پر بنیاد ہے اور یہ ایسی بے تکی ہانکنے پر مجبور ہیں۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ تمہاری اس بات کا جواب تو خود مسند خوارزمی کی ابتداء سے مل سکتا ہے۔

چنانچہ ابوالمؤید خوارزمی اپنی مسند کے شروع میں لکھتے ہیں: "ولقد سمعت فی الشام عن بعض الجاهلين بمقداره انه يستقره ويستصغره ويستحقره وينسبه الى قلة رواية الحديث ويستدل باشتهار المسند الذي جمعه ابو العباس محمد بن يعقوب الاصم الشافعي و موطا مالك ومسند الامام احمد وزعم انه ليس لابي حنيفة مسند وكان لا يروى الا عدة احاديث فلحقتني حمية دينية ربانية وعصبية حنفية نعمانية فاردت ان اجمع بين خمسة عشر من مسانيده التي جمعها فحول علماء اهل حديث"

یعنی میں نے شام میں بعض ایسے جاہلوں سے سنا جو امام ابو حنیفہ کی قدر نہیں جانتے وہ امام صاحب کی شان کو گھٹاتے اور ان کی تحقیر اور غیروں کی تعظیم بیان کرتے اور آپ کی نسبت قلت روایت حدیث کا اعتراض کرتے ہیں اور دلیل میں وہ مسند پیش کرتے ہیں جو ابو العباس محمد بن یعقوب شافعی نے جمع کیا اور ایسا ہی موطا امام مالک اور مسند امام احمد کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام صاحب کا کوئی مسند نہیں ہے اور کہ انہوں نے صرف چند حدیثیں روایت کی ہیں۔ پس مجھے دینی اور حقانی حمیت اور حنفیہ اور نعمانیہ غیرت نے اس امر پر برانگیختہ کیا کہ امام صاحب کے پندرہ مسندوں سے جن کو

محول علماء حدیث نے ا ... ما اس مسند کو تیار کریں۔

اس کے بعد ابو المؤید خوارزمی نے ان ۱۵ اسانید کے جن سے اس نے اس مسند کو جمع کیا ہے حسب ذیل نام لکھے ہیں:

(۱) مسند له جمعه الامام الحافظ ابو محمد عبدالله بن محمد یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری المعروف به عبدالله الاستاذ

یعنی پہلی وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ ابو محمد عبداللہ مشہور بہ استاد بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری نے۔

(۲) مسند له جمعه الامام الحافظ ابو القاسم طلحه بن جعفر الشاهد العدل

دوسری مسند وہ ہے جس ... ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر شاہد عدل نے۔

(۳) مسند له جمعه الامام الحافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسی ابن عیسی بن محمد

تیسری وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ صاحب جرح وتعدیل احمد بن عبداللہ بن عدی جرجانی نے۔

(۴) مسند امام محمد بن مخلد الدوری (متوفی ۳۳۱ھ)

(۵) مسند امام ابن عقده (متوفی ۳۳۲ھ)

(۶) مسند امام عبد الله بن عدی جرجانی (متوفی ۳۶۵ھ)

(۷) مسند له رواه الامام الحسن بن زیاد اللؤلؤی. ساتویں وہ مسند ہے جس کو روایت کیا حسن بن زیاد لؤلؤی شاگرد امام ابو حنیفہ نے۔

(۸) مسند له جمعه ... الحافظ عمر بن الحسن الشنانی. آٹھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ عمر بن حسن اشنانی نے۔

(۹) مسند له جمعه الامام الحافظ ابو عمر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی. نویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی

نے۔

(۱۰) مسند له جمعه الامام الحافظ ابو عبد الله الحسين بن محمد بن خسرو البلخي. دسویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے۔

(۱۱) مسند له جمعه الامام ابو يوسف القاضي يعقوب بن ابراهيم الانصاري ورواه عنه يسمى نسخة ابي يوسف. گیارہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا قاضی امام ابو یوسف شاگرد امام ابوحنیفہ نے اور روایت کیا اس کو بسند مسلسل امام ابوحنیفہ سے اور وہ مشہور بہ نسخہ ابی یوسف ہے۔

(۱۲) مسند له جمعه الامام محمد بن الحسن الشيباني ورواه عنه يسمى نسخة محمد. بارہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابوحنیفہ نے اور روایت کیا اس کو امام ابوحنیفہ اور وہ مشہور بہ نسخہ محمد ہے۔

(۱۳) مسند له جمعه ابنه الامام حماد بن ابي حنيفة ورواه عن ابيه. تیرہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام ابوحنیفہ کے فرزند حماد نے اور اپنے باپ سے روایت کی ہے۔

(۱۴) مسند له جمعه ايضا الامام محمد بن الحسن الشيباني معظمه عن التابعين ورواه عنه يسمى الآثار. چودہویں وہ مسند جس کو جمع کیا امام محمد نے اور روایت کیا ہے امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے اور سوائے ان کے اور تابعین سے اور وہ مشہور بکتاب الآثار ہے۔

(۱۵) مسند له جمعه الحافظ ابو القاسم عبدالله بن محمد بن ابي العلوام السعدي. پندرہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العلوام سعدی نے۔

اس کے بعد باوجود یہ کہ یہ چند مسانید لکھی ہوئی تھیں۔ تاہم ابوالموید خوارزمی نے ہر ایک کے جن اصحاب نے آپ سے آپ کی مسانید کو روایت کیا ہے وہ پانچ سو پاس

سے کچھ زیادہ ہیں۔ اور درمیان ان کے وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام شافعی نے اپنی مسند میں جس کو ابو العباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے روایت کی ہے۔ اس میں ان کے کل مشائخ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے بیس شیخ ہیں اور نیز اس ۵۰۰ کی تعداد میں وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام احمد بن حنبل اور بخاری و مسلم اور ان کے شیوخ نے امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے روایت کی ہے اب حیدر آبادی وہابی اور اس کے ہم خیال تو ... ہیں کہ جامع مسند خوارزمی تو خود اقراری ہے کہ یہ مسند کچھ میرا اپنا ذخیرہ نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کی ان چودہ مسندوں کا مجموعہ ہے پھر مخالفین کا یہ کہنا کہ امام صاحب کی کوئی مسند نہیں یا یہ کہ مسند خوارزمی اس کا اپنا مسند ان کی مسند نہیں کہی جاتی اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح سے تو امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کی بھی کوئی مسند نہیں ہے کیونکہ جو مسند امام شافعی کی مانی جاتی ہے اس کو خود انہوں نے جمع نہیں کیا بلکہ تقریباً ڈیڑھ سو سال ان کے پیچھے ابو العباس بن یعقوب اصم متوفی ۳۴۶ھ نے (امام شافعی کی ان احادیث کو جو انہوں نے اپنے شاگردوں کے آگے بیان کی تھیں اور ربیع بن سلیمان متوفی ۲۷۰ھ اور حرملہ بن یحیٰی متوفی ۲۴۳ھ تلامیذ امام شافعی ... کتاب ام اور مبسوط میں درج کی تھیں) ابو جعفر محمد بن مطر نیشاپوری سے منتخب و ملتقط کرا کر یا خود انتخاب کر کے جمع کیں اور نام اس کا مسند امام شافعی رکھا جس سے اس کے ابواب و ... میں ... کی بے ترتیبی واقع ہوئی۔

چنانچہ یہ سب حال بستان المحدثین کے صفحہ ۳۰ میں اس طرح پر لکھا ہے:

مسند امام شافعی عبارت است از احادیث مرفوعہ کہ امام شافعی آنرا بحضور شاگردان خود بسند بیان مے فرمود و روایت مینمود و آنچہ ازیں احادیث و مسموعات ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم از ربیع بن سلیمان درضمن کتاب الام و مبسوط واقع شدہ بود آنرا یکجا جمع نمودہ مسند امام شافعی نام کردہ و جامع و ملتقطہ آن احادیث شخصے از نیشاپور است کہ اور ابو جعفر محمد بن مطر

گونند واز ابواب ام و مبسوط آن احادیث را التقاط کردہ جدا نوشتہ و چوں ایں ہمہ بطرموجودہ ابو العباس اصم بود مولف مسند شافعی اور انگار ند و بعضی گونند کہ خود ابو العباس انتخاب آن حدیث کردہ است محمد بن مطر کاتب محض بود بہرحال آن مسند نہ بر مسانید ترتیب یافتہ است ونہ بر ابواب بلکہ کیف ما اتفق التقاط نمودہ ... نوشتہ است ولھذا تکرار بسیار در اکثر مواضع دراں یافتہ میشود انتہی ملخصًا

اسی طرح مسند امام ... س کا بہت حصہ انہوں نے خود مسودہ کیا تھا لیکن اس میں بہت سی زیادتی ان کے بیٹے عبداللہ نے کی ہے اور نیز ابوبکر قطیعی نے بہت کچھ اس میں بڑھایا ہے اور امام احمد نے خود اس کو مرتب نہیں کیا جس کی وجہ سے اس میں اکثر جگہ خطا واقع ہوگئی ہے چنانچہ اسی بستان المحدثین کے صفحہ ۲۱ میں اس طرح لکھا ہے:

مسند امام احمد بن حنبل ہرچند تصنیف وتسوید خود آں امام عالی مقام است لیکن دروی زیادات بسیار از پسر ایشاں عبداللہ است وبعضی از زیادات ابوبکر قطیعی کہ راوی آن کتاب از پسر ایشاں است نیز ہست وامام احمد ایں کتاب بطریق بیاں جمع میکردو ترتیب ... بسبب اوازاں امام بوقوع نیامدہ بلکہ بعد از وے پسر او عبداللہ ترتیب آن پرداختہ لیکن درآنجا خطا ... بسیار کردہ ... ہاں را در شامیان درج کردہ و ... انتہی ملخصًا

اور اتحاف النبلاء کے صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ہے:

واھل علم ذکر کردہ اند کہ شرط احمد دریں مسند آن است کہ جز حدیث صحیح تخریج نکند اما ابو موسی المدنی گفتہ کہ دردرے احادیث موضوعہ نیز ہست کما ذکرہ البقاعی۔

پس یہ اعتراض کہ امام ابوحنیفہ نے خود مسند جمع نہیں کی کمال بے انصافی اور ہٹ

دھری ہے بلکہ یہ اعتراض تو بے شک امام شافعی وغیرہ پر وارد ہو سکتا تھا نہ امام ابو حنیفہ پر۔ کیوں کہ امام ابو حنیفہ جس زمانہ میں ہوئے ہیں اس وقت تک تصنیف و تالیف کا کوئی رواج زیادہ نہ تھا۔ بلکہ تالیف و تصنیف کی طرف علماء کو آپ ہی نے متوجہ کیا ہے اور کتاب فقہ اکبر،(۱) کتاب العلم والمتعلم، کتاب الاوسط کتاب المعصم وغیرہ خود تصنیف کر کے اس مبارک رسم کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس حالت میں اگر ان کو اجتہاد و استنباط کے اعلیٰ و اہم کام سے فرصت ملتی یا ان کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر خطاب رضی اللہ عنہما کی روش نسبت کتابت حدیث کے مانع نہ ہوتی تو وہ اب حیدرآبادی کا یہ کہنا کہ حنفی لوگ کس کی تقلید کرتے ہیں کیا علمائے احناف کی" بالکل فضول اور محض نادانی کا سوال ہے کہ کیونکہ حنفی امام ابو حنیفہ کی ان کی سند ہی کی تقلید نہیں کرتے بلکہ ان کے اجتہادی و استنباطی احکام کی تقلید کرتے ہیں جو انہوں نے بمشورہ اپنے اصحاب کے قرآن اور احادیث سے اخذ و استنباط کیے اور اپنے شاگرد امام ابو یوسف سے قلم بند کرائے اور پھر ان کو امام محمد شاگرد امام ہمام نے اپنی کتب مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، کتاب الآثار، موطا وغیرہ میں بڑی اہتمام و انتظام کے ساتھ جمع کر کے فروع کو ایسے طور پر منقح کر دیا کہ دنیا اور کسی مجتہد و عالم کی طرف رجوع لانے کی محتاج نہ رہی۔ چنانچہ یہ سب حال اسی رسالہ کے صفحہ ۱۳ میں مفصل لکھ دیا گیا ہے۔ پس معترض کو اپنے سفیہانہ اعتراض سے شرم کرنا چاہیے۔

اب چونکہ مخالف کے تمام اعتراضات کی تردید ہو چکی ہے اور حضرت والا شان امام

---

(۱) اگر ان کتابوں کی سند دیکھنی ہو تو ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ کی کتاب الزکوۃ کے باب الزکوۃ الماء الخمر اور کتاب الوکالۃ کے باب الوکالۃ بالبیع والشراء اور ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ کی کتاب النکاح کے باب المہر اور قاضی ابو زید الدبوسی متوفی ۴۳۰ھ کی کتاب الزکوۃ کے باب زکوۃ الخارج اور ابو علی الدقاق کی کتاب النکاح کے باب العدۃ اور ابو سہل الزجاجی کی کتاب الطہارۃ کے باب الحیض کو دیکھو۔

الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ کی فضیلت ائمہ دین اور اکابر محدثین کی شہادت سے ثابت ہو چکی ہے۔ اس لیے ہم حیدر آبادی وہابی اور دیگر مخالفین امام ہمام کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر جواب الجواب لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو میدان میں آئیں اور جس طرح سے ہم نے ہر ایک پہلو پر مفصل بحث کی ہے اسی طریق کو مدنظر رکھ کر ہمارے براہین قاطعہ کا مقابلہ کریں ورنہ آئندہ اس مکروہ طریق گستاخی بزرگان دین سے باز آ جائیں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین.

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت المتوفی ۱۵۰ھ کے حالات ومناقب اور دفاع پر لکھی جانے والی کتب

وہ کتابیں جو مستقل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حیات ومناقب کے متعلق لکھی گئیں۔

۱۔ امام ابوحنیفہ عہدہ وحیاتہ وفقہ وآراءہ عربی استاذ محمد ابوزہرہ مصری۔

۲۔ ابوحنیفہ عربی ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ

۳۔ ابوحنیفہ بطل الحریۃ والتسامح فی الاسلام عربی۔ عبدالحلیم جندی۔

۴۔ اخبار ابی حنیفہ .... قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام۔

۵۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ابی عبداللہ قاضی حسین بن علی صیمری المتوفی ۴۳۶ھ

۶۔ عقود المرجان .... امام احمد بن محمد طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ (صاحب معانی الآثار)

۷۔ قلائد عقود الدرر والعقیان۔ امام احمد بن محمد طحاوی (یہ عقود المرجان کا خلاصہ ہے)

۸۔ الروضۃ العالیۃ المنیفۃ امام احمد بن محمد طحاوی

۹۔ مناقب النعمان ...... امام محمد بن احمد بن شعیب المتوفی ۳۵۷ھ

۱۰۔ مناقب النعمان ...... شیخ ابوعبداللہ حسین بن علی الصیمری ۴۳۶ھ

۱۱۔ مناقب النعمان ...... ابوالعباس احمد بن الصلت الحمانی المتوفی ۳۰۸ھ

۱۲۔ شقائق النعمان فی مناقب النعمان ...... علامہ جاراللہ زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ

۱۳۔ مناقب النعمان ...... موفق الدین بن احمد المکی خوارزمی المتوفی ۵۶۸ھ

۱۴۔ کشف الآثار فی مناقب النعمان ...... امام عبداللہ بن محمد الحارثی

۱۵۔ مناقب النعمان ...... امام ظہیر الدین المرغینانی المتوفی ۵۰۶ھ

۱۶۔ مناقب النعمان ...... امام محمد بن محمد الکردری المتوفی ۸۲۷ھ

۱۷۔ مناقب النعمان ...... ابوالقاسم بن کاس

۱۸۔ مناقب النعمان ...... ابوقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد المعروف بابن ابی العوام

۱۹۔ المواہب الشریفۃ فی مناقب ابی حنیفہ ...... مصنف نامعلوم

۲۰۔الجمان فی مناقب النعمان ...... شیخ محی الدین حافظ عبد القادر القرشی المتوفی ۷۷۵ھ

۲۱۔تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ ...... امام جلال الدین سیوطی

۲۲۔عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان

علامہ حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی دمشقی المتوفی ۹۴۲ھ

۲۳۔الخیرات الحسان فی مناقب النعمان ...... شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی

۲۴۔مناقب النعمان (منظوم) ترکی شمس الدین احمد بن محمد المسعودی

۲۵۔مناقب الامام الاعظم (ترکی زبان) مولانا محمد کامی آفندی قاضی بغداد المتوفی ۱۱۳۶ھ

۲۶۔مناقب الامام الاعظم (ترکی زبان) مستقیم زادہ سلیمان سعد الدین آفندی

۲۷۔مناقب الامام الاعظم فارسی ...... شیخ ابو سعید شفیق داؤد الیمانی

۲۸۔رسالہ فی تفضیل ابی حنیفہ

۲۹۔نظم الجمان ...... شیخ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن دقمان المتوفی ۸۰۹ھ

۳۰۔قلائد عقود العقیان ...... احمد بن علا یاسین

۳۱۔الفیہ فی المعانی والبیان المسمّٰی بہ عقود الجمان (منظوم) امام سیوطی

۳۲۔اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک

علامہ زاہد الکوثری

۳۳۔الانتصار لمذہب ابی حنیفہ امام ابو بکر

۳۴۔تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان ...... ابو سفیان بن کاس

۳۵۔جمع حدیث ابی حنیفہ ...... امام ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد الانصاری

۳۶۔حیات الامام ابی حنیفہ ...... سید عفیفی

۳۷۔قلائد العقیان ...... ابن خاقان

۳۸۔مناقب ابی حنیفہ ...... مکی

۳۹۔مناقب الامام ابی حنیفہ ...... ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی

۴۰۔ابو حنیفہ آراؤہ وفقہ یارو ...... استاد محمد ابو زہرہ مصری

۴۱۔ امام ابوحنیفہ عہد و حیات فقہ آراء (ترجمہ) سید رئیس احمد جعفری ندوی

۴۲۔ امام اعظم ...... محمد احسن فرخی

۴۳۔ امام اعظم ابوحنیفہ ...... مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری

۴۴۔ امام اعظم ...... ندیم کھوی

۴۵۔ امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی ...... ڈاکٹر حمید اللہ

۴۶۔ تنویر الحاسنی مناقب الائمہ الثلاثہ۔ مولانا محمد حسن فیض پوری

۴۷۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی مناظر احسن گیلانی

۴۸۔ رحمۃ الرحمٰن شرح قصیدۃ النعمان ...... محمد اعظم نوشاہی

۴۹۔ رحمۃ الرضوان فی تذکرۃ ابی حنیفۃ النعمان میاں اصغر حسین دیوبندی

۵۰۔ سیرۃ النعمان ...... علامہ شبلی نعمانی

وہ کتابیں جن میں امام ابوحنیفہ کا تذکرہ اجمالی یا تفصیلی طور پر کیا گیا ہے

۱۔ الابانۃ ...... قاضی ابوجعفر احمد بن عبداللہ بن القاسم

۲۔ الاثمار الجنیہ فی طبقات الحنفیہ ...... ملا علی قاری

۳۔ الانتقاء فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء ...... امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی ۴۶۳ھ

۴۔ الاستغناء فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء ...... امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی ۴۶۳ھ

۵۔ الانتقاء فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء ...... امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی ۴۶۳ھ

۶۔ الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ...... حافظ عبدالقادر القرشی ۷۷۵ھ

۷۔ تاریخ صغیر ...... امام بخاری

۸۔ معارف ابن قتیبہ ...... ابن قتیبہ
۹۔ تاریخ بغداد ...... حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی
۱۰۔ الانساب ...... امام سمعانی
۱۱۔ تہذیب الاسماء واللغات ...... امام نووی
۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ ...... امام ذہبی
۱۳۔ دول الاسلام ...... امام ذہبی
۱۴۔ العبر فی اخبار من غبر ...... امام ذہبی
۱۵۔ تہذیب التہذیب ...... ابن حجر عسقلانی
۱۶۔ تہذیب خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ...... صفی الدین الخزرجی
۱۷۔ اعلام الموقعین ...... حافظ ابن قیم
۱۸۔ الامامت والسیاست ...... ابن قتیبہ
۱۹۔ اکمال فی اسماء الرجال ...... امام ولی الدین الخطیب (صاحب مشکوٰۃ)
۲۰۔ البدایہ والنہایہ ...... ابن کثیر
۲۱۔ البنایہ ...... علامہ بدر الدین عینی
۲۲۔ تاج التراجم فی الطبقات الحنفیہ ...... امام قاسم بن قطلوبغا
۲۳۔ تاریخ ابن خلدون ...... علامہ ابن خلدون
۲۴۔ تاریخ ابن خلکان ...... ابن خلکان
۲۵۔ تاریخ اسلام ...... حسن بن ابراہیم
۲۶۔ تاریخ طبری ...... ابن جریر طبری
۲۷۔ تاریخ الفقہ الاسلامی ...... علی حسن عبد القادر
۲۸۔ جامع الانوار ...... امام محمد بن عبد الرحمٰن غزنوی
۲۹۔ حجۃ اللہ البالغہ ...... امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۳۰۔ حیات الحیوان ...... الجاحظ

۳۱۔ تاریخ الخمیس ...... الدیار البکری

۳۲۔ دائرۃ المعارف البستانی ...... مختلف حضرات

۳۳۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ ...... مختلف حضرات

۳۴۔ رفع الملام عن الائمۃ الثلاثۃ الاعلام ...... امام ابن تیمیہ

۳۵۔ الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب ...... ابن فرحون المالکی

۳۶۔ شرح مختصر کرخی ...... ابوالحسین قدوری

۳۷۔ شرح المنار ...... ابن عبدالملک

۳۸۔ ضحی الاسلام ...... احمد امین بک

۳۹۔ طبقات ...... محمد بن محمد آق شمس الدین

۴۰۔ طبقات ابن سعد ...... ابن سعد

۴۱۔ طبقات ...... امام مسعود شیبہ بن عمادالدین سندھی

۴۲۔ طبقات ...... تقی الدین تمیمی

۴۳۔ طبقات ...... شمس الدین ابن آجا محمد بن محمد

۴۴۔ طبقات ...... شیخ ابراہیم حلبی

۴۵۔ طبقات ...... صلاح الدین عبداللہ بن محمد مہندس

۴۶۔ طبقات الحنفیہ ...... علامہ کفوی

۴۷۔ طبقات الحنفیہ ...... مصنف نامعلوم

۴۸۔ طبقات الفقہاء ...... طاش کبریٰ زادہ

۴۹۔ الطبقات الکبریٰ ...... امام عبدالوہاب الشعرانی

۵۰۔ العقد الفرید ...... ابن عبد ربہ

۵۱۔ الغرف العلیہ ...... ابن طولون اسحاق بن حسین

۵۲۔ فتوح البلدان بلاذری

۵۳۔ الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی ...... الحجوی

۵۴۔فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب......محمد لطفی جمعہ
۵۵۔الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ......محمد عبد الحئی لکھنوی
۵۶۔الکامل......ابن الاثیر
۵۷۔کتاب الانساب والامام ائمۃ الامصار
۵۸۔کتاب الوزراء......الجشہاری
۵۹۔مقدمہ مسند امام ابی حنیفہ ابو محمد عبداللہ حارثی بخاری
۶۰۔مراۃ الجنان......امام الیافعی
۶۱۔مرقاۃ الوفیہ...... ابن دقماق ابراہیم بن محمد
۶۲۔مضمرات......محمد صوفی کمزوری
۶۳۔معجم البلدان
۶۴۔مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ (عصام الدین ابو الخیر احمد بن مصلح الدین طاش کبری زادہ)
۶۵۔مقدمہ ابن صلاح
۶۶۔مقدمہ اعلاء السنن......علامہ ظفر احمد عثمانی
۶۷۔مقدمہ نصب الرایہ......علامہ محمد یوسف بنوری
۶۸۔المیزان الکبریٰ......امام عبد الوہاب شعرانی
۶۹۔النجوم الزاہرہ......ابن تغری بردی
۷۰۔نزہۃ الجلیس...... الموسوی
۷۱۔نظرۃ فی حدوث المذاہب الاربعہ......احمد تیمور پاشا
۷۲۔نظم الجمان......صدر الدین ابراہیم بن محمد دقاق
۷۳۔الیواقیت الجواہر......علامہ شعرانی
۷۴۔انسائیکلو پیڈیا......ناشر فیروز سنز
۷۵۔مقدمہ البیان الازہر ترجمہ فقہ اکبر......شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز

خاں صفدر

۷۶۔تاریخ المشاہیر ......قاضی سلیمان منصور پوری

۷۷۔تاریخ فقہ اسلامی......عبدالصمد صارم

۷۸۔حالات امام ابوحنیفہ......مطیع الحق پیاگی

۷۹۔حدائق حنفیہ......مولانا فقیر محمد جہلمی

۸۰۔خزینۃ الاصفیاء (ترجمہ) اقبال احمد فاروقی

۸۱۔عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ......ڈاکٹر رضی

۸۲۔الفہرست ......ابن ندیم

۸۳۔محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے......تقی الدین ندوی

۸۴۔آثار امام عبدالحفیظ رحمانی

۸۵۔مقدمہ انوار الباری ......مولانا احمد رضا بجنوری

۸۶۔تذکرۃ الاولیاء شیخ فریدالدین عطار

۸۷۔کشف المحجوب سید علی ہجویری

۸۸۔مقدمہ در مختار

وہ کتابیں جو امام ابوحنیفہ کے دفاع میں لکھی گئیں

۱۔الاجوبۃ المنیفۃ عن اعتراضات ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ......

قاسم بن قطلوبغا

۲۔الدرر المنیفۃ فی الرد علی ابن ابی شیبۃ فی ما اوردہ علی ابی حنیفۃ حافظ عبدالقادر القرشی الحنفی المتوفی ۷۷۵ھ

۳۔النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ ......علامہ محمد زاہد الکوثری مصری المتوفی ۱۳۷۲ھ

۴۔الاجوبۃ اللطیفۃ عن بعض ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ

(اردو) مولانا احمد حسن سنبھلی

یہ کتاب مکتبہ فاروقیہ گوبند گڑھ سے شائع ہو چکی ہے۔

۵۔ تائید الامام باحادیث خیر الانام (اردو) مولانا محمد شریف

۶۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور عمل بالحدیث ...... حافظ محمد عمار خان ناصر

۷۔ تقلید ائمہ اور مقام ابوحنیفہ ...... مولانا محمد اسماعیل سنبھلی

۸۔ مقام ابی حنیفہ ...... مولانا محمد سرفراز خان صفدر

۹۔ امام اعظم اور علم حدیث ...... مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی

۱۰۔ الابانۃ ...... قاضی ابوجعفر احمد بن عبداللہ بن القاسم

۱۱۔ الانتصار والترجیح ...... عمر بن محمد بن سید الموصلی

۱۲۔ الانتصار الامام ائمۃ الامصار ...... یوسف بن فرغلی سبط ابن الجوزی

۱۳۔ ایثار الانصاف ...... یوسف بن فرغلی سبط ابن الجوزی

۱۴۔ النکت الظریفۃ فی ترجیح مذھب ابی حنیفہ ...... شیخ اکمل الدین محمد ابن محمد البابرتی المتوفی ۷۸۶ھ

۱۵۔ ترجیح مذہب ابی حنیفہ ...... شیخ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ الجرجانی ۳۹۷ھ

۱۶۔ اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ ...... امام ابویوسف

۱۷۔ تانیب الخطیب علی ساقہ فی ترجمہ ابی حنیفہ من الاکاذیب ...... علامہ زاہد الکوثری

۱۸۔ الترحیب ...... علامہ زاہد الکوثری

۱۹۔ وفیات الاعیان فی مذہب النعمان ...... نجم الدین ابراہیم بن علی طرطوسی

۲۰۔ براھین الحنفیہ لقطاع فتنہ النجدیہ ...... مولانا محمد عالم آسی امرتسری

۲۱۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین ...... مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی

۲۲۔ حمایۃ المقلدین ...... حافظ احمد علی بٹالوی

۲۳۔ حدیث اعظم ...... مولانا بہاء الحق قاسمی

۲۴۔ السیف الصارم لمنکر شان الامام الاعظم ...... مولانا فقیر محمد جہلمی

FREE
PALESTINE